# پارہ

# وَمَآ اُبَرِّئُ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٢﴾ ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً إِن يُرِدْنِ

اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اُسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں خدا کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں

الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَلَا يُنقِذُونِ ﴿٢٣﴾ إِنِّيٓ إِذًا لَّفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٢٤﴾

کہ اگر خدائے رحمٰن مجھ کو کچھ تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ اُن معبودوں کی سفارش میرے کچھ کام آوے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں۔ اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا۔

إِنِّيٓ ءَامَنتُ بِرَبِّكُمْ فَٱسْمَعُونِ ﴿٢٥﴾ قِيلَ ٱدْخُلِ ٱلْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَٰلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾

میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا سو تم میری بات سُن لو۔ ارشاد ہوا کہ جا جنت میں داخل ہو۔ کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی۔

بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ ٱلْمُكْرَمِينَ ﴿٢٧﴾ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِۦ مِنۢ بَعْدِهِۦ مِن

کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کر دیا۔ اور ہم نے اس (شہید) کی قوم پر اُس کے بعد کوئی لشکر

جُندٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ﴿٢٨﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَٰحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَٰمِدُونَ ﴿٢٩﴾

آسمان سے نہیں اُتارا اور نہ ہم کو اُتارنے کی ضرورت تھی۔ وہ سزا بس ایک آواز سخت تھی اور وہ سب اُسی دَم بجھ کر (یعنی مَر کر) رَہ گئے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَمَا اور کیا ہوا | لِيَ مجھے | لَآ أَعْبُدُ میں نہ عبادت کروں | الَّذِي وہ جس نے | فَطَرَنِي پیدا کیا مجھے | وَإِلَيْهِ اور اسی کی طرف | تُرْجَعُونَ تم لوٹ کر جاؤ گے | |
| ءَأَتَّخِذُ کیا میں بنالوں | مِن دُونِهِۦٓ اسکے سوا | ءَالِهَةً ایسے معبود | إِن اگر | يُرِدْنِ وہ چاہے | الرَّحْمَٰنُ رحمٰن۔اللہ | بِضُرٍّ کوئی نقصان | |
| لَا تُغْنِ عَنِّي نہ کام آئے میرے | شَفَاعَتُهُمْ انکی سفارش | شَيْـًٔا کچھ بھی | وَ اور | لَا يُنقِذُونِ نہ چھڑا سکیں وہ مجھے | إِنِّيٓ بیشک میں | إِذًا اس وقت | |
| لَفِي ضَلَٰلٍ البتہ گمراہی میں | مُبِينٍ کھلی | إِنِّيٓ بیشک میں | ءَامَنتُ میں ایمان لایا | بِرَبِّكُمْ تمہارے پروردگار پر | فَٱسْمَعُونِ پس تم میری سنو | | |
| قِيلَ ارشاد ہوا | ٱدْخُلِ تو داخل ہوجا | ٱلْجَنَّةَ جنت | قَالَ اس نے کہا | يَٰلَيْتَ اے کاش | قَوْمِي میری قوم | يَعْلَمُونَ وہ جانتی | بِمَا اس بات کو |
| غَفَرَ لِي اس نے بخش دیا مجھے | رَبِّي میرا رب | وَجَعَلَنِي اور اس نے کیا مجھے | مِنَ سے | ٱلْمُكْرَمِينَ نوازے ہوئے لوگ | وَمَآ أَنزَلْنَا اور نہیں اتارا ہم نے | | |
| عَلَىٰ پر | قَوْمِهِۦ اس کی قوم | مِنۢ بَعْدِهِۦ اس کے بعد | مِن جُندٍ کوئی لشکر | مِنَ سے | ٱلسَّمَآءِ آسمان | وَمَا كُنَّا اور نہ تھے ہم | مُنزِلِينَ اتارنے والے |
| إِن كَانَتْ نہ تھی | إِلَّا مگر | صَيْحَةً چنگھاڑ | وَٰحِدَةً ایک | فَإِذَا پس اچانک | هُمْ وہ | خَٰمِدُونَ بجھ کر رہ گئے | |

**تفسیر وتشریح:** اس مردمومن کا قول قرآن پاک نے نقل فرمایا کہ اس نے کہا و ما لی لااعبدالذی فطرنی و الیه ترجعون اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس معبود کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس جملہ میں دو حصہ ہیں پہلے حصہ میں یہ دلیل اختیار کی گئی ہے کہ اپنے خالق اور پیدا کرنے والے کی بندگی وطاعت کرنا تو سراسر عقل اور فطرت کا تقاضا ہے۔ نامعقول بات اگر ہے تو وہ یہ کہ آدمی ان کی بندگی کرے جنہوں نے اسے پیدا نہیں کیا یعنی اس مردمومن نے اپنے اوپر رکھ کر دوسروں کو سنایا کہ تم کو آخر کیا ہوا کہ جس نے پیدا کیا اس کی بندگی نہ کرو۔ دوسرے حصہ میں وہ مردمومن اپنی قوم کے

لوگوں کو احساس دلاتا ہے کہ یہ مت سمجھنا کہ تم کو پیدا کر کے تمہارے مالک نے آزاد چھوڑ دیا اوراب اس سے کچھ مطلب نہ رہا۔نہیں سب کو مرے پیچھے اسی کے پاس جانا ہے۔سب کو یہاں سے لوٹ کراسی کے سامنے جمع ہونا ہے اس وقت وہ ہر بھلائی وبرائی کا بدلہ دے گا۔تو اب تم خود سوچ لو کہ اس سے منہ موڑ کرتم کس بھلائی کی توقع کر سکتے ہو۔آگے اس مرد مومن کی مزید تقریر نقل فرمائی گئی کہ یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ میں اس خالق وقادر کو چھوڑ کراوروں کی بندگی و طاعت کروں اور انہیں پوجوں جو نہ تو یہ طاقت رکھیں کہ خدا کی طرف سے آئی ہوئی کسی مصیبت کو مجھ پر سے ٹال دیں نہ یہ کہ ان کے کہنے سننے کی وجہ سے مجھے کوئی ضرر پہنچے ہی نہیں۔خدا اگر مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہےتو اس کو نہ وہ دفع کر سکتے ہیں اور نہ روک سکتے ہیں نہ مجھے اس سے بچا سکتے ہیں اگر میں ایسے کمزوروں کی عبادت کرنے لگوں تو مجھ سے بڑھ کر بہکا ہوا اور گمراہ کون ہوگا۔تو یہاں اس مرد مومن نے بات کو اپنے اوپر رکھتے ہوئے قوم کو بتلایا کہ کس قدر صریح گمراہی ہے کہ اس مہربان اور قادر مطلق پروردگار کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے جو خدا کی بھیجی ہوئی کسی تکلیف سے نہ بذات خود چھڑا سکیں نہ سفارش کر کے نجات دلا سکیں۔اس کے بعد مجمع میں اس مرد مومن نے بے کھٹکے اعلان کیا کہ میں خدائے واحد پر ایمان لا چکا اسے سب سن رکھیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس مرد خدا کا اپنے ایمان کے متعلق سنانا رسولوں کو تو شاید اس لئے ہو کہ وہ اللہ کے ہاں گواہ رہیں اور قوم کو سنانا اس لئے ہو کہ شاید وہ کچھ متاثر ہوں یا دنیا کم از کم ایک مومن کی قوت ایمان کا مشاہدہ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔آگے نقل کرتے ہیں کہ قوم نے اس مرد مومن کو نہایت بے دردی سے شہید کر ڈالا۔ادھر شہادت واقع ہوئی ادھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ فوراً بہشت میں داخل ہو جاؤ۔علامہ مفسر ابن کثیرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کفار نے اس مرد اس مومن کامل کو بری طرح مارا پیٹا اور اس کو گرا کر اس کے پیٹ پر چڑھ بیٹھے اور پیروں سے اسے روندنے لگے یہاں تک کہ پیٹ کی آنتیں پیچھے کے راستہ سے باہر نکل آئیں۔اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کے رنج وغم سے آزاد کر دیا اور امن وچین کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا جیسا کہ ارواح شہداء کی نسبت احادیث سے ثابت ہے کہ وہ قبل از محشر جنت میں داخل ہوتی ہیں۔قوم نے تو اس مرد مومن سے دشمنی کی کہ انہیں جان سے مار ڈالا لیکن اس بندۂ خدا کو بہشت میں پہنچ کر بھی قوم کی خیر خواہی کا خیال رہا اور ان کی زبان سے نکلا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے ایمان اور اتباع رسل کی برکت سے مجھ کو بخش دیا اور میرا بڑا ہی اکرام فرمایا کہ مجھ کو عزت والوں میں شامل فرمایا تو اگر یہ حال میری قوم کو معلوم ہو جاتا تو وہ بھی ایمان لے آتے اور اسی طرح وہ بھی مغفور ومکرم ہوتے۔حقیقت یہ ہے کہ مومن سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ دھوکہ باز اور بدخواہ نہیں ہوتے۔اس باخدا شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد بھی ان کے خیر خواہ رہے اس مرد مومن کے کمال اخلاق کے نمونہ کو ملاحظہ کیجئے کہ جن قوم والوں نے اسے ابھی ابھی قتل کیا تھا ان کے خلاف غصہ اور جذبۂ انتقام ان کے دل میں نہ تھا کہ وہ اللہ سے ان کے حق میں بددعاء کرتے۔اس کے بجائے وہ اب بھی ان کی خیر خواہی چاہتے تھے۔مرنے کے بعد اگر ان کے دل میں کوئی تمنا پیدا ہوئی تو وہ یہی تھی جیسا کہ قرآن کریم نے بتلایا کہ کاش میری قوم میرے اس انجام خیر سے باخبر ہو جائے اور میری زندگی سے نہیں تو میری موت ہی سے سبق لے کر راہ راست اختیار کر لے۔وہ اس وقت بھی اپنے قاتلوں کے لئے جہنم نہ چاہتے تھے بلکہ یہی چاہتے تھے کہ وہ ایمان لا کر جنت کے مستحق بنیں۔اسی تعریف میں حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ ’’اس شخص نے جیتے جی بھی

اپنی قوم کی خیرخواہی کی اور مر کر بھی''۔

قرآن پاک نے یہاں اس مردمومن کا قول یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین نقل فرما کراور اس واقعہ کو بیان کر کے در پردہ کفار مکہ کو اس حقیقت پر متنبہ فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے ساتھی اہل ایمان بھی اسی طرح تمہارے سچے خیرخواہ ہیں جس طرح وہ مردمومن اپنی قوم کا خیرخواہ تھا۔ان کو دشمنی تم سے نہیں صرف تمہاری گمراہی اور عقائد سے ہےاور وہ صرف تم سے یہی چاہتے ہیں کہ تم راہ راست پر آجاؤ۔

یہاں ان آیات کے تحت علامہ ابن کثیرؒ نے ایک روایت لکھی ہے کہ حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور اگر اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لئے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں؟ آپ نے فرمایا''ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کردیں''۔حضرت عروہؓ نے جواب دیا کہ حضور اس بات کا تو احتمال ہی نہیں کیونکہ انہیں مجھ سے اس قدر الفت وعقیدت ہے کہ اگر میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے جگائیں گے بھی نہیں۔آپ نے فرمایا کہ اچھا پھر جاؤ۔یہ چلے لات وعزیٰ بتوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے اب تمہاری شامت آ گئی اس بات پر پورا قبیلہ ثقیف بگڑ بیٹھا۔انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اے میری قوم کے لوگو تم ان بتوں کو ترک کرو یہ لات وعزیٰ دراصل کوئی چیز نہیں اسلام قبول کرو تو سلامتی حاصل ہوگی۔اے میرے بھائی بندو یقین مانو کہ یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ساری بھلائی اسلام میں ہے۔ابھی تین ہی مرتبہ اس کلمہ کو دہرایا تھا کہ ایک بدنصیب جلے تن نے دور ہی سے ایک تیر چلا دیا جو ان کے پیوست ہو گیا اور آپ اسی وقت شہید ہو گئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ ایسا ہی تھا جیسے سورۃ یٰسین والا جس نے کہا تھا یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین غرض اصحاب قریہ کا اس حد تک ذکر کرنے کے بعد ان لوگوں پر جو غضب خدا نازل ہوا اور جس عذاب کی وجہ سے وہ غارت کر دیئے گئے اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے چونکہ انہوں نے خدا کے رسولوں کو جھٹلایا اور ایک مردمومن اللہ کے ولی کو قتل کیا اور شاید ان لوگوں نے خدا کے رسولوں کو بھی شہید کر ڈالا ہو جیسا کہ انہوں نے ان کو دھمکی دی تھی۔اگرچہ قرآن کریم میں یہ مذکور نہیں اس لئے ان پر عذاب اترا اور ہلاک کر دیئے گئے اور انہیں برباد کرنے کے لئے خدا نے نہ تو کوئی لشکر آسمان سے بھیجا۔نہ کوئی خاص اہتمام کرنا پڑا۔نہ کسی بڑے سے بڑے کام کے لئے اسے اس کی ضرورت اس کا تو صرف ایک حکم کر دینا کافی ہے۔چنانچہ اس قوم کا بھی حال یہی ہوا کہ فرشتہ نے ایک چیخ ماری ان کے دل دہل گئے۔کلیجے پاش پاش ہو گئے اور سب اسی دم مر کر رہ گئے۔

روایات میں ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے شہر کے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کر ایک سخت ہیبت ناک آواز لگائی جس کے صدمہ کو کسی کی روح برداشت نہ کر سکی سب کے سب مر کر رہ گئے۔ان کے فنا ہو جانے کو قرآن کریم نے خَامِدُوْنَ کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔خمود آگ بجھ جانے کے معنی میں آتا ہے۔یہی حال اصحاب قریہ کا ہوا کہ سب کے کلیجے پھٹ گئے اور سب بجھی آگ کی طرح ٹھنڈے ہو گئے حیاۃ کی حرارت ختم ہوئی اور کوئی باقی نہ بچا اور فرشتہ کی ایک چیخ سب کی ہلاکت کے لئے کافی ہو گئی۔

اب آگے اس قصہ کے نتیجہ کے طور پر مکذبین کی مذمت فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں بھی حق کی تائید اور تبلیغ کی ہر وقت توفیق وہمت نصیب فرمائیں اور ہم اپنے خالق و مالک کے اطاعت گزار بندے بن کر زندہ رہیں اور اسی پر مریں۔اللہ تعالیٰ ہر طرح کی گمراہی اور کجی سے ہماری حفاظت فرمائیں اور دنیا میں ہم کو حق کا وہ اتباع نصیب فرمائیں کہ آخرت میں ہم کو مغفرت اور عزت نصیب ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٠﴾ أَلَمْ يَرَوْا 19

افسوس ایسے بندوں کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی

كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَإِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا

کہ ہم ان سے پہلے بہت سی امتیں غارت کر چکے کہ وہ (پھر) ان کی طرف (دنیا میں) لوٹ کر نہیں آتے۔ اور ان میں کوئی ایسا نہیں جو مجتمع طور پر ہمارے روبرو حاضر نہ کیا جاوے۔

مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾ وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴿٣٣﴾

اور ایک نشانی ان لوگوں کیلئے مردہ زمین ہے ہم نے اس کو (بارش سے) زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے سو ان میں سے لوگ کھاتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّأَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ﴿٣٤﴾ لِيَأْكُلُوا مِنْ

اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگائے اور اس میں چشمے جاری کیے۔ تاکہ لوگ باغ کے پھلوں میں سے کھائیں اور اس (پھل اور غلہ) کو

ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٥﴾ سُبْحٰنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ

ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، سو کیا شکر نہیں کرتے۔ وہ پاک ذات ہے جس نے تمام متقابل قسموں کو پیدا کیا نباتات زمین کے قبیل سے بھی

الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٦﴾

اور (خود) ان آدمیوں میں سے بھی اور ان چیزوں میں سے بھی جن کو (عام لوگ) نہیں جانتے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| يٰحَسْرَةً ہائے حسرت | عَلَى الْعِبَادِ بندوں پر | مَا يَأْتِيهِمْ نہیں آیا ان کے پاس | مِنْ رَّسُولٍ کوئی رسول | إِلَّا مگر | كَانُوا وہ تھے | بِهٖ اس سے | | |
| يَسْتَهْزِءُونَ ہنسی اڑاتے | أَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا | كَمْ کتنی | أَهْلَكْنَا ہلاک کیں ہم نے | قَبْلَهُمْ ان سے قبل | مِنَ الْقُرُونِ بستیاں | أَنَّهُمْ کہ وہ | | |
| إِلَيْهِمْ ان کی طرف | لَا يَرْجِعُونَ لوٹ کر نہیں آئیں گے وہ | وَإِنْ اور نہیں | كُلٌّ سب | لَمَّا مگر | جَمِيعٌ سب کے سب | لَدَيْنَا ہمارے روبرو | | |
| مُحْضَرُونَ حاضر کیے جائیں گے | وَآيَةٌ ایک نشانی | لَهُمُ ان کیلئے | الْأَرْضُ زمین | الْمَيْتَةُ مردہ | أَحْيَيْنَاهَا ہم نے زندہ کیا اسے | وَأَخْرَجْنَا اور نکالا ہم نے | | |
| مِنْهَا اس سے | حَبًّا اناج | فَمِنْهُ پس اس سے | يَأْكُلُونَ وہ کھاتے ہیں | وَجَعَلْنَا اور بنائے ہم نے | فِيهَا اس میں | جَنّٰتٍ باغات | مِنْ سے۔کے | نَخِيلٍ کھجور |
| وَأَعْنَابٍ اور انگور | وَفَجَّرْنَا اور جاری کیے ہم نے | فِيهَا اس میں | مِنَ سے | الْعُيُونِ چشمے | لِيَأْكُلُوا تاکہ وہ کھائیں | مِنْ ثَمَرِهٖ اسکے پھلوں سے | وَمَا اور نہیں | |
| عَمِلَتْهُ بنایا اسے | أَيْدِيهِمْ ان کے ہاتھوں | أَفَلَا يَشْكُرُونَ تو کیا وہ شکر نہ کریں گے | سُبْحٰنَ پاک | الَّذِي وہ ذات جس نے | خَلَقَ پیدا کیے | الْأَزْوَاجَ جوڑے | | |
| كُلَّهَا ہر چیز | مِمَّا اس سے جو | تُنْبِتُ اگاتی ہے | الْأَرْضُ زمین | وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ اور انکی جانوں سے | وَمِمَّا اور اس سے جو | لَا يَعْلَمُونَ وہ نہیں جانتے | | |

**تفسیر وتشریح:** گذشتہ آیات میں اصحاب قریہ کا ذکر فرما کر اہل مکہ اور ارباب بصیرت کو دعوت دی گئی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رشد وہدایت سے فائدہ اٹھائیں اور اصحاب قریہ کی طرح منہ موڑ کر خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق نہ بنیں۔ اس قصہ کو بیان فرما کر اب آگے ان آیات میں عبرت اور سبق حاصل کرنے کے لئے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین ومکذبین دیکھتے اور سنتے ہیں کہ

دنیا میں کتنی قومیں پہلے پیغمبروں کے ساتھ استہزا وتکذیب کر کے غارت ہو چکی ہیں۔ جن کا نام ونشان بھی مٹ گیا۔ کوئی ان میں سے لوٹ کر دنیا میں واپس نہیں آئی۔ عذاب کی چکی میں سب پس کر برابر ہو گئیں۔ اس پر بھی انسانوں کو عبرت نہیں ہوتی اور اللہ کی نافرمانی پر کمر باندھتے ہیں اور جب کوئی نیا رسول آتا ہے وہی تمسخر اور استہزا شروع کر دیتے ہیں جو پہلے کفار کی عادت تھی چنانچہ ان کفار مکہ کا یہی معاملہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ پھر اس تکذیب انبیاء اور نافرمانی کا جو خمیازہ یہاں بھگتا وہ تو دنیا کا عذاب تھا اور آخرت کی سزا الگ رہی۔ اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ مر گئے تو بس قصہ ختم ہوا۔ نہیں سب کو پھر ایک دن خدا کے ہاں حاضر ہونا ہے جہاں بلا استثنا سب مجرم پکڑے ہوئے آئیں گے۔ یہاں تک ابتدائی دو رکوعات میں کفار مکہ کو انکار و تکذیب اور مخالفت حق کے رویہ پر ملامت کی گئی جو کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اختیار کر رکھا تھا۔ اب کلام کا رخ اس بنیادی نزاع کی طرف پھرتا ہے جو منکرین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اختلاف کی اصل وجہ تھی یعنی توحید و آخرت کا عقیدہ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرما رہے تھے اور کفار ماننے سے انکار کر رہے تھے اس سلسلہ میں پے در پے چند دلائل دے کر اور نشانیاں بیان کر کے لوگوں کو دعوت غور وفکر کی دی جا رہی ہے کہ دیکھو کائنات کے یہ آثار جو علانیہ تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں ان سے حق تعالیٰ کی وحدانیت وعظمت اور اس کے انعامات واحسانات اور بعث بعد الموت کے مسائل بخوبی سمجھے جا سکتے ہیں چنانچہ ایک نشانی یہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ تم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی اور خشک پڑی ہوتی ہے زندگی کے آثار اس میں کچھ نظر نہیں آتے تھے۔ پھر جب بارش ہوتی ہے زمین ہری بھری ہو جاتی ہے۔ غلہ پیدا ہوتا ہے اور انسان کی خوراک کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ پھر کچھ حصہ زمین میں باغات لگ جاتے ہیں جن میں کھجوریں لگتی ہیں اور انگور پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اللہ نے ان کو تر و تازہ رکھنے کے لئے جگہ جگہ چشمے بہا کر پانی پہنچانے کا بندوبست کر دیا تو یہ پھل اور میوہ قدرت الٰہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ انسان میں طاقت نہیں کہ ایک انگور یا کھجور کا دانہ پیدا کر لے۔ یہ سب خدا کی رحمت اور اس کی قدرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔ انسان کے بس اور اختیار میں ان کو اگانے کی طاقت نہیں نہ انسان میں ان کو بچانے کی قدرت۔ نہ ان کو پکانے اور تیار کرنے کا اختیار یہ صرف خدا کے کام ہیں اور اسی کی مہربانی ہے کہ اس نے زمین کو پیداوار کے حصول کا ذریعہ بنایا جو بے شمار مخلوقات کے لئے رزق کا ذریعہ ہے۔ اور پھر یہ سلسلہ ہزاروں لاکھوں برس سے مسلسل جاری ہے۔ تو کیا یہ امر اس بات کی رہنمائی نہیں کرتا کہ خالق کائنات رب قدیر کا ہر کام ایک قانون قدرت اور ایک جامع ہمہ گیر حکمت کے مطابق قائم و جاری ہے۔ لہذا ہر حیثیت سے انسان پر اس خدا رب قدیر کی شکر گزاری اور احسان شناسی واجب ہوئی۔ مگر اس پر بھی لوگوں کو کیا ہو گا جو خدا کی شکر گزاری نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کی بے انتہا اور ان گنت نعمتیں اپنے پاس ہوتے ہوئے اس کا احسان نہیں مانتے۔ اس کی وحدانیت اور توحید کی کمالات کو قبول نہیں کرتے۔

گذشتہ آیات میں تو ترہیب کا پہلو نمایاں تھا کہ عذاب الٰہی سے ڈر کر منکرین راہ ہدایت اختیار کریں اور اب ان آیات میں ترغیب کی صورت اختیار فرمائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر اس کی توحید اور شکر گزاری کی طرف متوجہ ہوں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ پاک ہے وہ ذات اور بے مثل اور بے نظیر ہے وہ ہستی جس نے اپنی قدرت کاملہ سے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا نوع انسانی میں

سے ہوں یا اور دوسری مخلوقات میں سے ہوں۔ یہاں آیت میں لفظ ازواج فرمایا گیا ہے۔ ازواج جوزوج کی جمع ہے ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسرے سے ملتی جلتی ہو یا اس کی ضد ہو چنانچہ زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں یکساں شکل اور مزے والی بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف شکل اور مزے والی بھی ہیں جیسے کھٹی میٹھی، سیاہ سفید وغیرہ ایسے ہی خود انسانوں میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے افراد بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مخالف صفتوں والے بھی ہیں مرد۔ عورت، کالے گورے وغیرہ بہرحال نباتات میں انسانوں میں حیوانوں میں اور دوسری مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے ہیں جن کی انسانوں کو پوری خبر بھی نہیں۔ اب تو جدید سائنس کا بھی مشہور اور مسلمہ مسئلہ ہے کہ نر و مادہ کا وجود کائنات کی ہر صنف میں پایا جاتا ہے یہاں تک کہ انسان وحیوانات سے گزر کر نباتات بلکہ جمادات میں بھی۔ الغرض مخلوقات میں کوئی مخلوق نہیں جس کا زوج یعنی مماثل یا مقابل نہ ہو۔ یہ صرف خدا کی ذات پاک ہے جس کا نہ کوئی مقابل و مماثل نہیں وہی لائق پرستش و بندگی ہے۔ زوجیت مخلوق کی صفت ہے اور فردیت خدائے وحدہ لاشریک کی صفت ہے۔

الغرض ان آیات میں تو زمینی مخلوقات میں قدرت خداوندی کی نشانیاں بیان فرمائی گئیں۔ آگے آسمانی اور آفاقی مخلوقات میں بعض دوسری نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں جن سے توحید خداوندی پر دلالت ہو جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ گذشتہ نافرمان قوموں کی دنیا ہی میں ہلاکت وتباہی و بربادی سے ہمیں عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری نصیب فرما۔

یا اللہ کائنات کی ہر چیز آپ کی وحدانیت اور قدرت لازوال کی شاہد ہے آپ کی ربوبیت اور حکمت عظیمہ کا درس دے رہی ہے۔ یا اللہ ہم کو بھی وہ بصیرت عطا فرما کہ کائنات کی ہر شے سے ہم کو آپ کی معرفت نصیب ہو۔

یا اللہ آپ کی بے شمار ظاہری و باطنی، حسی و معنوی نعمتیں جو ہم کو ہمہ وقت حاصل ہیں ان کا ہمیں احساس عطا فرما اور ان پر شکر گزاری کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ ایک وقت وہ بھی آنے والا ہے جبکہ ہم سب کو آپ کے سامنے حاضر ہونا ہے جس سے ہم غفلت میں پڑ گئے ہیں۔

یا اللہ ہماری اس غفلت کو دور فرما دے تاکہ ہم ہمہ وقت آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگے رہیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچ جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ

اور ایک نشانی ان لوگوں کیلئے رات ہے کہ ہم اس (رات) پر سے دن کو اتار لیتے ہیں سو یکا یک وہ لوگ اندھیروں میں رہ جاتے ہیں اور (ایک نشانی) آفتاب (ہے کہ وہ) اپنے ٹھکانہ کی طرف چلتا رہتا ہے

تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ

یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس (خدا) کا جو زبردست علم والا ہے۔ اور چاند کیلئے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔

يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاٰيَةٌ اور ایک نشانی | لَهُمُ اپنے | الَّيْلُ رات | نَسْلَخُ ہم کھینچتے ہیں | مِنْهُ اس سے | النَّهَارَ دن | فَاِذَا تو اچانک | هُمْ وہ | مُّظْلِمُوْنَ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں | |
| وَالشَّمْسُ اور سورج | تَجْرِيْ چلتا رہتا ہے | لِمُسْتَقَرٍّ ٹھکانہ مقررہ راستہ | لَّهَا اپنے | ذٰلِكَ یہ | تَقْدِيْرُ نظام | الْعَزِيْزِ غالب | الْعَلِيْمِ جاننے والا (دانا) | | |
| وَالْقَمَرَ اور چاند | قَدَّرْنٰهُ ہم نے مقرر کیں اسکو | مَنَازِلَ منزلیں | حَتّٰى یہاںتک کہ | عَادَ ہو جاتا ہے | كَالْعُرْجُوْنِ کھجور کی شاخ کی طرح | الْقَدِيْمِ پرانی | | | |
| لَا نہ | الشَّمْسُ سورج | يَنْۢبَغِيْ لائق (مجال) | لَهَآ اس کیلئے | اَنْ کہ | تُدْرِكَ جا پکڑے وہ | الْقَمَرَ چاند | وَلَا اور نہ | الَّيْلُ رات | سَابِقُ پہلے آسکے |
| | النَّهَارِ دن | وَكُلٌّ اور سب | فِيْ فَلَكٍ دائرہ میں | يَّسْبَحُوْنَ تیرتے (گردش کرتے) ہیں | | | | | |

## تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی زبردست قدرت۔ اور اس کی خلاقی ورزاقی پر بعض نشانیاں بیان کی گئی تھیں کہ جن سے توحید پر بھی دلالت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کی بعض مزید نشانیاں ان آیات میں بیان فرمارہے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ منجملہ نشانہائے قدرت کے ایک نشانی دن ورات ہیں کہ جو برابر ایک دوسرے کے پیچھے آ جارہے ہیں۔ دن اور رات کی آمد ورفت جسے انسان اس دنیا میں ایک معمولی بات سمجھ کر کبھی اس طرف متوجہ نہیں ہوتا لیکن اگر انسان غور وخوض کرے کہ رات اور دن کے الٹ پھیر میں کیا حکمتیں پنہاں ہیں؟ مقررہ وقت پر دن کا ختم ہونا اور رات کا آجانا اور اسی طرح مقررہ وقت پر رات کا ختم ہونا اور دن کا آجانا اس میں کیسی باقاعدگی پائی جاتی ہے تو اسے یقین ہو جائے کہ یہ ایک واحد رب قدیر وحکیم کے وجود کی روشن دلیل ہے جس نے شمس وقمر اور ستاروں اور سیاروں کو ایک حکیمانہ نظام میں جکڑ رکھا ہے اور ان میں سے کسی کو بھی سرکشی کی مجال نہیں۔ اس دنیا کی زمین پر رات ودن کا تعلق سورج سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس دنیا کو سورج سے ایسے فاصلہ پر رکھا ہے کہ جس کے نتیجہ میں اس زمین پر انسان وحیوان اور نباتات کا وجود قائم ہے۔ سورج کی چال اور راستہ مقرر ہے۔ ایک انچ یا ایک سیکنڈ کے لئے اس سے ادھر ادھر نہیں ہوسکتا۔ جس کام پر قدرت خداوندی نے لگا دیا ہے بس ہر وقت اس میں مشغول ہے۔ رات دن کی گردش اور سال بھر کے چکر میں جس جس ٹھکانے پر اسے پہنچنا ہے وہاں پہنچتا ہے اور پھر وہاں سے باذن خداوندی نیا دور شروع کرتا ہے۔ قرب قیامت تک اسی طرح کرتا رہے گا تا آنکہ ایک وقت آئے گا جب اس کو حکم ہوگا کہ جدھر سے غروب ہوا ہے۔ ادھر ہی سے الٹا واپس آئے۔ یہی وہ وقت ہے کہ جب باب توبہ دنیا والوں کے لئے بند کر دیا جائے گا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ تو سورج کے طلوع وغروب کا یہ نظام اس زبردست اور باخبر ہستی کا قائم کیا ہوا ہے جس کے انتظام

کو کوئی دوسرا شخص نہیں کرسکتا اور نہ اس کی حکمت اور دانائی پر کوئی حرف گیری کرسکتا ہے ہاں وہ خود جب چاہے الٹ پلٹ کرے۔ کسی کو مجال انکار و سرکشی کی نہیں ہوسکتی۔ الغرض یہ آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے اور اس حساب سے چلتا ہے جو ایک زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے۔

یہاں آیت میں صاف فرمایا گیا ہے **والشمس تجری لمستقر لھا** یعنی آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے۔ سورج کے متعلق قدیم زمانے کے لوگ عینی مشاہدہ کی بناء پر یہ یقین کرتے تھے کہ وہ زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ سورج اپنی جگہ ساکن ہے اور نظام شمسی کے سیارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔ پھر مزید تحقیقات اور سائنسی مشاہدات سے یہ نظریہ بھی غلط ثابت ہوا اور موجودہ زمانہ کے ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ سورج اپنے پورے نظام کو لئے ہوئے ایک معین اور مقررہ رفتار سے حرکت کر رہا ہے۔ یورپ کے ماہرین آفتاب کو ساکن قرار دے کر صدیوں تک یہی کہتے رہے کہ یہ امر قرآن کی اس تصریح کے خلاف ہے جو سورۂ یٰس میں موجود ہے۔ **والشمس تجری لمستقر لھا** جس سے آفتاب کا حرکت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ مگر اٹھارویں صدی عیسوی میں ہیئت جدید کے ماہرین کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ آفتاب خود اپنے طور پر حرکت کرتا ہے اور بعد کی تحقیقات نے اس کو بھی تسلیم کرلیا کہ آفتاب اپنے محور کی حرکت کے علاوہ پورے نظام شمسی کے ساتھ حرکت کرتا ہے الحمدللہ جتنی سائنس میں ترقی ہو رہی ہے اسلامی اور قرآنی نظریات کی سائنسدان تائید کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ مثلاً سارا قرآن قیامت کے نظریہ سے پر ہے۔ ابھی کچھ تھوڑے ہی عرصہ کی بات ہے، ہمبرگ جرمنی کے سائنسدانوں کا ایک بیان شائع ہوا ہے جس میں وفاقی جمہوریہ جرمنی کے ایک ماہر فلکیات پروفیسر بوشکے نے اپنی سائنسی مشاہدات کی بناء پر لکھا ہے کہ قیامت کسی وقت بھی آسکتی ہے۔ اس وقت انسانی نگاہیں نہایت ہی حیرت انگیز منظر دیکھیں گی۔ افق پر ایک نئے سورج کے مانند چمکتا ہوا آگ کی طرح بھڑکتا ہوا سرخ کرہ نمودار ہوگا جس کی نیلی پیلی آتش بار کرنیں پھلجھڑی کی مانند چاروں طرف بکھرتی چلی جائیں گی یا کسی دن اچانک بے ابر آسمان سے بجلی کا ایک صاعقہ سطح زمین پر لاکھوں کروڑوں چنگاریوں اور بھڑکتے کڑکتے آتشین لاوے کی ایک بوچھاڑ برسا جائے گا جس سے ارضی زندگی کی تمام شکلیں خس و خاشاک کی مانند راکھ ہوکر رہ جائیں گی۔ (روزنامہ حریت (۶۸-۶-۱۴ء) دیکھئے قدرت نے ان یورپ کے دہریوں سے قیامت کا اعتراف کرالیا یا نہیں گو وہ اس نظریہ کو مذہب کے ماتحت نہ سہی سائنس ہی کے تحت مانیں۔ مگر ماننا تو پڑا کہ سائنس کی رو سے بھی قیامت کسی وقت آسکتی ہے۔ خیر یہ بات درمیان میں ضمناً آگئی تھی تو ان آیات میں قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتلائی گئی کہ آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے آگے فرمایا کہ ایک اور نشانی چاند ہے کہ اس کی چال کے لئے قدرت نے منزلیں مقرر کردی ہیں۔ ان کو ایک معین نظام کے ساتھ درجہ بدرجہ طے کرتا ہے۔ چاند کی رفتار سے قمری مہینوں کا وجود وابستہ ہے چاند سورج مہینہ کے آخر میں ملتے ہیں تو چاند چھپ جاتا ہے جب آگے بڑھتا ہے تو نظر آتا ہے پھر منزل بہ منزل بڑھتا چلا جاتا ہے اور چودھویں شب کو پورا ہوکر بعد میں گھٹنا شروع ہوتا ہے۔ آخر رفتہ رفتہ اسی پہلی حالت پر آ پہنچتا ہے اور کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح پتلا خمدار اور بے رونق سا ہوکر رہ جاتا ہے (فوائد از علامہ عثمانیؒ) پھر یہ شمس و قمر کی حرکت دائمی نہیں بلکہ ایک میعاد معین تک کے لئے ہے جیسا ۲۳ ویں پارہ سورۂ زمر میں ارشاد ہے **و سخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی** (یعنی اللہ تعالٰی نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے کہ ان میں ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا) اور یہ میعاد معین روز

قیامت پر پہنچ کر ختم ہو جائے گی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ سورج اور چاند کی چال اور رات و دن کی آمد و رفت ایسے انداز اور انتظام سے رکھی گئی ہے کہ نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے یعنی قبل از وقت خود طلوع ہو کر چاند کو اور اس کے رات کے وقت کو ختم کر دے یہ ممکن نہیں اسی طرح یہ ممکن نہیں کہ چاند بھی آفتاب کو اس کے ظہور کے وقت پکڑ سکے کہ دن ختم ہو کر رات ہو جاوے اور اسی طرح نہ رات دن کے زمانہ مقررہ کے ختم ہونے سے پہلے آسکتی ہے اور نہ دن رات کے مقررہ زمانہ سے پہلے آسکتا ہے اور چاند و سورج دونوں ایک دائرہ میں حساب سے اس طرح چل رہے ہیں گویا تیر رہے ہیں اور حساب سے باہر نہیں ہو سکتے کہ رات دن کے حساب میں خلل واقع ہو سکے۔ تو سمجھ لو کہ جو ہستی رات و دن اور چاند سورج کا ادل بدل کرتی ہے تو کیا وہ تمہارے فنا کرنے اور فنا کے بعد پھر دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہوگی؟ (العیاذ باللہ)

خلاصہ یہ کہ ان آیات کا اصل مقصد انسان کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ آنکھیں کھول کر دیکھے اور عقل سے کام لے تو زمین سے لے کر آسمان تک جدھر بھی وہ نگاہ ڈالے گا اس کے سامنے خدا کی ہستی اور اس کی یکتائی کے بے حد و حساب دلائل آئیں گے۔

یہاں ایک تحقیق جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ماہنامہ البلاغ ماہ شوال ۱۳۸۷ھ میں شائع فرمائی تھی اس کا ایک حصہ موقع کی مناسبت سے یہاں نقل کرنا بڑا کارآمد معلوم ہوتا ہے۔ وہ بھی سن لیجئے۔ حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"یہاں ایک بات اصولی طور پر سمجھ لینا ضروری ہے کہ قرآن کریم کوئی فلسفہ یا ہیئت کی کتاب نہیں جس کا موضوع بحث حقائق کائنات یا آسمانوں اور ستاروں کی ہیئت و حرکات وغیرہ کا بیان ہو مگر اس کے ساتھ ہی وہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی کائنات کا ذکر بار بار کرتا ہے ان میں غور و فکر کی دعوت بھی دیتا ہے قرآن کریم کی ان تمام آیات میں غور کرنے سے واضح طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قرآن عزیز ان حقائق کونیہ کے متعلق انسان کو صرف وہ چیزیں بتلانا چاہتا ہے جن کا تعلق ان کے عقیدے اور نظریہ کی درستی سے ہو یا اس کے دینی اور دنیوی منافع ان سے متعلق ہوں۔ مثلاً قرآن کریم نے آسمان و زمین اور ستاروں، سیاروں کا اور ان کی حرکات اور حرکات سے پیدا ہونے والے آثار کا ذکر بار بار ایک تو اس مقصد سے کیا ہے کہ انسان اس کی عجیب و غریب صنعت اور مافوق العادت آثار کو دیکھ کر یہ یقین کرے کہ یہ چیزیں خود بخود پیدا نہیں ہو گئیں ان کو پیدا کرنے والا کوئی سب سے بڑا حکیم۔ سب سے بڑا علیم اور سب سے بڑا صاحب قدرت و قوت ہے اور اس یقین کے لئے ہرگز اس کی ضرورت نہیں کہ آسمانوں اور فضائی مخلوقات اور ستاروں و سیاروں کے مادے کی حقیقت اور ان کی اصل ہیئت اور صورت اور ان کے پورے نظام کی پوری کیفیت اس کو معلوم ہو بلکہ اس کے لئے صرف اتنا بھی کافی ہے جو ہر شخص مشاہدہ سے دیکھتا اور سمجھتا ہے کہ شمس و قمر اور دوسرے ستاروں کے کبھی سامنے آنے اور کبھی غائب ہو جانے سے نیز چاند کے گھٹنے بڑھنے سے اور رات دن کے انقلابات پھر مختلف موسموں اور مختلف خطوں میں دن رات کے گھٹنے بڑھنے کے عجیب و غریب نظام سے جس میں ہزاروں سال سے کبھی ایک منٹ ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آتا۔ سب امور سے ایک ادنیٰ عقل و بصیرت رکھنے والا انسان یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ حکیمانہ نظام یونہی خود بخود نہیں چل رہا کوئی اس کو چلانے والا باقی رکھنے والا ہے اور اتنا سمجھنے کے لئے انسان کو نہ کسی فلسفی تحقیق اور آلات رصدیہ وغیرہ کی حاجت پڑتی ہے نہ قرآن نے اس کی طرف دعوت دی۔ قرآن کی دعوت صرف اسی حد تک ان چیزوں میں غور و فکر کی ہے جو عام مشاہدے اور تجربے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے آلات رصدیہ بنانے یا مہیا کرنے اور اجرام سماویہ کی ہیئتیں

دریافت کرنے کا مطلقاً کوئی اہتمام نہیں فرمایا۔ اگر ان آیات کو نیہ میں تدبر اور غور وفکر کا یہ مطلب ہوتا کہ ان کی حقائق اور ہیئات اور ان کی حرکات کا فلسفہ معلوم کیا جائے تو یہ ناممکن تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اہتمام نہ فرماتے خصوصاً جبکہ ان فنون کا رواج اور تعلیم و تعلم دنیا میں اس وقت موجود بھی تھا۔ مصر، شام، عرب، ہند، چین وغیرہ میں ان فنون کے جاننے والے اور ان پر کام کرنے والے موجود تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۵۰۰ سال پہلے فیثا غورس اور اس کے بعد بطلیموس کا نظریہ دنیا میں شائع و رائج ہو چکا تھا اور اس زمانہ کے حالات کے مناسب آلات رصدیہ وغیرہ ایجاد بھی ہو چکے تھے مگر جس ذات قدسی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل ہوئیں اور جن صحابہ کرامؓ نے بلاواسطہ آپ سے ان کو پڑھا انہوں نے کبھی اس طرف التفات نہیں فرمایا۔ اس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ ان آیات کو نیہ میں تدبر اور غور وفکر کا وہ منشا ہر گز نہ تھا جو آج کل کے بعض تجدد پسندوں نے یورپ اور اس کے معاملات سے متاثر ہو کر اختیار کیا ہے کہ یہ خلائی سفر چاند، مریخ و زہرہ پر کمندیں پھینکنے کی مساعی قرآن کریم کے تقاضہ کو پورا کرنا ہے۔ بس صحیح بات یہ ہے کہ قرآن کریم نہ ان فلسفی اور سائنسی تحقیقات قدیمہ یا جدیدہ کی طرف دعوت دیتا ہے نہ ان سے بحث کرتا ہے اور نہ ان کی مخالفت کرتا ہے۔ قرآن کریم کا حکیمانہ اصول و اسلوب کائنات ومخلوقات سے متعلقہ تمام فنون کے بارے میں یہی ہے کہ وہ ہر فن کی چیزوں سے صرف اسی قدر لیتا اور بیان کرتا ہے جس قدر انسان کی دینی یا دنیوی ضرورت سے متعلق ہے اور جس کو انسان آسانی سے حاصل بھی کر سکتا ہے۔ فلسفیانہ دور دراز کار بحثوں سے اور ایسی تحقیقات سے جو عام انسانوں کے قابو سے باہر ہیں اور جن کو کچھ حاصل کر لینے کے بعد بھی قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہی صحیح ہیں بلکہ حیرانی اور شکوک بڑھتے ہیں ایسی بحثوں میں انسان کو نہیں الجھاتا کیونکہ قرآن کی نظر میں انسان کی منزل مقصود ان تمام زمینی اور آسمانی کائنات ومخلوقات سے آگے اپنے خالق کی مرضیات پر چل کر جنت کی دائمی نعمتوں اور آخرت کی ابدی راحتوں کو حاصل کرنا ہے۔ حقائق کائنات کی بحث نہ اس کے لئے ضروری ہے اور نہ اس پر پورا عبور انسان کے بس میں ہے"۔ (البلاغ ماہ شوال ۱۳۸۷ھ)

ابھی قدرت کی بعض نشانیوں کا بیان اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو کائنات کی ہر چیز سے اپنی معرفت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں اور زندگی کا صحیح مقصد یعنی مرضیات الٰہیہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو شریعت مطہرہ کی ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور مقاصد قرآن کو حاصل کرنے کی فہم عطا فرمائیں۔

یا اللہ! قرآن حکیم ہم کو جن امور میں تدبر و تفکر کرنے کو کہتا ہے ہمیں انہی امور میں تدبر اور فکر کرنا نصیب فرما تا کہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب ہو اور آپ کی مرضیات کے موافق اس دنیا میں زندگی گزارنا نصیب ہو۔ یا اللہ! اس انسان کو دنیا میں بھیجنے کا جو مقصد اور غرض ہے ہمیں اس مقصد کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہم اس دنیا دار الامتحان سے کامیابی کے ساتھ گزر کر دار الجزاء یعنی آخرت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کے حاصل کرنے والے ثابت ہوں۔ یا اللہ! جس صراط مستقیم پر چلنے کی قرآن کریم نے دعوت دی ہے اسی صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلنے کی ہم کو سعادت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور ایک نشانی اُن کیلئے یہ ہے کہ ہم نے اُن کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے اُن کیلئے کشتی ہی جیسی ایسی چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔

وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

اور اگر ہم چاہیں تو اُن کو غرق کردیں پھر نہ تو کوئی ان کا فریادرس ہو اور نہ یہ خلاصی دیئے جاویں۔ مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے اور ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دینا (منظور) ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے (مرے) پیچھے ہے تاکہ تم پر رحمت کی جاوے۔ تو وہ اصلا پروا نہیں کرتے

اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ

اور ان کے رب کے آیتوں میں سے کوئی آیت بھی ان کے پاس ایسی نہیں آتی جس سے وہ سرتابی نہ کرتے ہوں۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو

اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاۤءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ

تو یہ کفار مسلمانوں سے یوں کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانے کو دیں جن کو اگر خدا چاہے تو کھانے کو دیدے تم نری

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

صریح غلطی میں ہو۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاٰيَةٌ اور ایک نشانی | لَّهُمْ ان کیلئے | اَنَّا کہ ہم | حَمَلْنَا ہم نے سوار کیا | ذُرِّيَّتَهُمْ ان کی اولاد | فِي الْفُلْكِ کشتی میں | الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی | وَخَلَقْنَا اور ہم نے پیدا کیا | |
| لَهُمْ ان کیلئے | مِّنْ مِّثْلِهٖ اس (کشتی) جیسی | مَا جو۔جس | يَرْكَبُوْنَ وہ سوار ہوتے ہیں | وَاِنْ اور اگر | نَّشَاْ ہم چاہیں | نُغْرِقْهُمْ ہم غرق کریں انہیں | فَلَا صَرِيْخَ تو نہ فریادرس | |
| لَهُمْ ان کیلئے | وَلَا هُمْ اور نہ وہ | يُنْقَذُوْنَ چھڑائے جائیں | اِلَّا مگر | رَحْمَةً رحمت | مِّنَّا ہماری طرف سے | وَمَتَاعًا اور فائدہ دینا | اِلٰى حِيْنٍ ایک وقت معین تک | |
| وَاِذَا اور جب | قِيْلَ کہا جائے | لَهُمْ ان سے | اتَّقُوْا تم ڈرو | مَا جو | بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ تمہارے سامنے | وَمَا اور جو | خَلْفَكُمْ تمہارے پیچھے | لَعَلَّكُمْ شاید تم |
| تُرْحَمُوْنَ پر رحم کیا جائے | وَمَا اور نہیں | تَاْتِيْهِمْ ان کے پاس آتی | مِّنْ اٰيَةٍ کوئی نشانی | مِّنْ اٰيٰتِ نشانیوں میں سے | رَبِّهِمْ ان کا رب | اِلَّا مگر | كَانُوْا وہ ہیں | |
| عَنْهَا اس سے | مُعْرِضِيْنَ روگردانی کرتے | وَاِذَا اور جب | قِيْلَ کہا جائے | لَهُمْ ان سے | اَنْفِقُوْا خرچ کرو تم | مِمَّا اس سے جو | رَزَقَكُمُ تمہیں دیا | |
| اللّٰهُ اللہ | قَالَ کہتے ہیں | الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا | لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں سے جو ایمان لائے (مومن) | اَنُطْعِمُ کیا ہم کھلائیں | مَنْ (اسکو) جسے | | | |
| لَوْ يَشَاۤءُ اللّٰهُ اگر اللہ چاہتا | اَطْعَمَهٗۤ اسے کھانے کو دیتا | اِنْ نہیں | اَنْتُمْ تم | اِلَّا مگر۔صرف | فِيْ میں | ضَلٰلٍ گمراہی | مُّبِيْنٍ کھلی | |

**تفسیر وتشریح:** گذشتہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید کی حقانیت کے سلسلہ میں اس کی قدرت کی نشانیوں کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں مزید اس کی قدرت کی ایک نشانی کا بیان ان آیات میں فرمایا جاتا ہے اور انسان کی توجہ اس واقعہ کی طرف دلائی گئی ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی کا طوفان آیا تو اس وقت نسل انسانی فقط ایک کشتی کے ذریعہ محفوظ رہی جسے

الہام خداوندی کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام نے بنایا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون (ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا) یہاں بھری ہوئی کشتی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسانی نسل کو اللہ تعالیٰ نے ایک کشتی کے ذریعہ جو بھری ہوئی تھی طوفان میں غرق ہونے سے بچالیا اور پھرانہی سے دنیا میں انسانی نسل پھیلی کیونکہ طوفان نوح میں حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھیوں کے سوا باقی پوری اولاد آدم کو غرق کر دیا گیا تھا اور بعد کی انسانی نسل صرف انہی کشتی والوں سے چلی۔ تو یہاں جتلایا گیا کہ جب طوفان آیا تو نسل آدم کو اس بھری ہوئی کشتی پر سوار کر لیا جو حضرت نوحؑ نے بنائی تھی ورنہ انسان کا تخم باقی نہ رہتا پھر اس کشتی کے نمونہ کی دوسری کشتیاں اور جہاز وغیرہ تمہارے لئے بنادیئے جن پر آج تم لدے پھرتے ہو آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ انسان زبردست دریاؤں اور سمندروں کو کشتی اور جہازوں کے ذریعہ عبور کرتا ہے جہاں بڑے بڑے جہازوں کی حقیقت ایک تنکے کے برابر نہیں۔ اگر اللہ اس وقت غرق کرنا چاہے تو کون بچا سکتا ہے اور کون ہے جو فریاد کو پہنچے مگر یہ اسی کی مہربانی اور مصلحت ہے کہ تم اس طرح لمبے چوڑے سفر بہ آرام و راحت طے کر رہے ہو اور قدرت کے ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک یعنی دنیوی زندگی تک تم سلامت رہتے ہو مگر افسوس ہے کہ بہت سے لوگ ان قدرت کی نشانیوں کو نہیں سمجھتے اور نہ اس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں یہ بحری سفر میں غرق سے بچے رہنا یہ خدا ہی کی قدرت ورحمت وعنایت سے ہے ورنہ تو کفر وشرک کی وجہ سے غرق ہی کے مستحق تھے۔

الغرض یہاں تک قدرت خداوندی کی متعدد اور مختلف نشانیاں ظاہر کرنے کے بعد منکرین ومکذبین کی سرکشی عناد اور تکبر کا بیان فرمایا جاتا ہے کہ جب ان سے گناہوں سے بچنے کو کہا جاتا ہے کہ جو کچھ کر چکے اس پر نادم ہو جاؤ اور اس سے توبہ کر لو اور آئندہ کے لئے ان کفریہ اور شرکیہ عقائد واعمال سے احتیاط کرو جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا اور تمہیں اپنے عذابوں سے بچالے گا تو ان کا اس پر کاربند ہونا تو ایک طرف اور منہ پھلا لیتے ہیں اور سب سنی ان سنی کر دیتے ہیں اور ذرا نصیحت پر کان نہیں رکھتے اور خدائی احکام سے روگردانی کرتے رہتے ہیں اور یہی ایک بات کیا ان کی تو عادت ہو گئی ہے کہ خدا کی ہر بات سے منہ پھیر لیں نہ اس کی توحید کو مانتے ہیں نہ اس کے رسول کو سچا جانتے ہیں۔ نہ ان میں غور وفکر کی عادت۔ نہ ان میں قبولیت کا مادہ۔ اور نہ نفع کو حاصل کرنے کا ملکہ یہ تو اپنی جہالت و ضلالت پر سختی سے جمے ہوئے ہیں۔ نہ آگے کی فکر ہے نہ پیچھے کا خیال ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ اور احکام الٰہی تو کیا مانتے فقیروں مسکین اور محتاجوں پر خرچ کرنا تو وہ بھی اچھی بات کہتے ہیں لیکن یہی بات جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مومنین کی طرف سے کہی جاتی ہے تو نہایت بھونڈے طریقہ سے تمسخر کے ساتھ یہ کہہ کر اس کا انکار کر دیتے ہیں کہ جنہیں خود اللہ میاں نے کھانے کو نہیں دیا ہم انہیں کیوں کھلائیں خدا کا ارادہ ہوتا تو ان غریبوں کو خود ہی دیتا جب خدا ہی کا ارادہ ان کو دینے کا نہیں تو ہم اس کے خلاف کیوں کریں تم جو ہمیں خیر خیرات کی نصیحت کر رہے ہو اس میں بالکل غلطی پر ہو۔

اب یہاں آخری آیت میں کفار کا جو قول نقل فرمایا گیا ہے تو ظاہراً تو کفار کا یہ کہنا کہ جن کو خدا چاہے تو کھانے کو دے دے ہم کیوں غرباء اور فقراء پر خرچ کریں خدا خود قادر ہے وہ خود صاحب احتیاج کی حاجت کو پورا کر سکتا ہے۔ فی نفسہٖ تو یہ بات صحیح ہے مگر کفار کی ناسمجھی اور نادانی یہ ہے کہ یہ سارا عالم عالم اسباب ہے۔ سارا عالم اسباب وسائل کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اسباب ووسائل کو خدا تعالیٰ نے اپنی داد ودہش کا روپوش

واسطہ اور ذریعہ بنایا ہے عام طور سے اس عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کو رزق کسی واسطہ ہی سے دیتے ہیں اسی طرح اللہ نے حکم دیا کہ غربا اور فقرا کو دیا کریں تو اصل دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اغنیاء کے ہاتھ اللہ کی عطا کا واسطہ اور ذریعہ ہیں۔ ان کے واسطہ سے فقراء کو رزق پہنچتا ہے دولتمندوں کو جو رزق مل رہا ہے وہ بھی اسباب و وسائل ہی کے واسطہ سے مل رہا ہے۔ بلاواسطہ خدا تعالیٰ ان کو رزق نہیں دے رہا اور آسمان سے کوئی خوان ان کے گھر میں نہیں اتر رہا ہے۔ بادشاہ بعض وقت خزانچی سے کسی کو کچھ دلواتا ہے تو وہ دراصل بادشاہ ہی کی عطا ہے۔ خزانچی عطا شاہی کا ایک واسطہ ہے اب رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو مختلف قسم پر جو پیدا فرمایا ہے کسی کو امیر بنایا اور کسی کو فقیر۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ کا مقصود بندوں کا امتحان ہے کہ کون اس کی دی ہوئی نعمت اور دولت کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتا ہے اور کون اس میں بخل کرتا ہے تو کسی انسان کا اپنے بخل کے لئے خدا کی مشیت کو بہانہ بنانا یہ صرف سنگدلی ہے بلکہ حکم خداوندی کے بھی خلاف ہے خدا نے جو امیروں کو فقیروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے بندو میں نے تم کو جو مال و دولت دیا ہے اس کا اصل مالک میں ہوں میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم میری اس دی ہوئی دولت کا کچھ حصہ غریب محتاج بندوں کی مدد میں خرچ کرو جس طرح میں تمہاری ذات کا مالک ہوں اسی طرح تمہارے پاس جو دولت ہے اس کا حقیقی مالک بھی میں ہی ہوں اور یہ تمام مال و دولت جو تمہارے ہاتھ میں ہے یہ سب میری امانت ہے جب چاہوں اپنی امانت واپس لے سکتا ہوں تم میرے حکم کے مطابق خرچ کرو اور میری مشیت کو بہانہ نہ بناؤ۔ نیک کام نہ کرنے کے لئے خدا کی تقدیر اور مشیت کو بہانا بنانا یہ صریح گمراہی ہے بندہ کا کام یہ ہے کہ خدا کے حکم پر چلے نہ کہ اس کی قدرت اور مشیت کو اپنے برے فعل کے لئے بہانہ بنائے۔

اب یہاں ایک شبہ اور سوال یہ ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان نے کفار کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم کس بناء پر دیا اور کیوں ان سے کہا کہ اللہ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں غرباء و مساکین پر خرچ کرو جبکہ کفار کا ایمان ہی اللہ تعالیٰ پر نہیں اور جیسا کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے شریعت کے احکام اوامر فرعیہ کے کفار مخاطب اور مکلف بھی نہیں۔ سو اس کا جواب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہاں اہل ایمان کا یہ کہنا کسی تشریعی حکم کی تعمیل کرانے کی حیثیت سے نہیں بلکہ محض انسانی ہمدردی اور شرافت کے مروجہ اصول کی بناء پر تھا۔

الغرض یہاں تک تو مسئلہ توحید کے متعلق بیان تھا اب آگے مسئلہ آخرت کے متعلق بیان ہے تاکہ کفار کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ جس چیز کا انکار کر رہے ہیں وہ ان کے انکار سے ٹلنے والی نہیں اور انہیں ایک دن اس سے سابقہ پڑنا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہمیں جو یہ زندگی کی مہلت عطا فرما رکھی ہے اس میں ہمیں اپنی مرضیات کے موافق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور کفر و شرک سے بچا کر توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور جو احکام الٰہیہ ہمارے سامنے آئیں ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ اور گذشتہ میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہمیں ندامت اور توبہ نصیب فرمائیں۔ اور ہمارے تمام چھوٹے بڑے ظاہری و باطنی گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

اور یہ لوگ (بطور انکار) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ یہ لوگ بس ایک آواز سخت کے منتظر ہیں جو اُن کو آ پکڑے گی

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَنُفِخَ فِى

اور وہ سب باہم لڑ جھگڑ رہے ہوں گے۔ سو نہ تو وصیت کرنے کی فرصت ہوگی اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے۔ اور (پھر دوبارہ) صور پھونکا جاوے گا

الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿٥١﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ

سو وہ سب یکا یک قبروں سے اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے۔ کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی ہم کو ہماری قبروں سے کس نے اُٹھایا؟

مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٢﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا

یہ وہی (قیامت) ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے۔ بس وہ ایک زور کی آواز ہوگی جس سے یکا یک سب جمع ہو کر

هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٤﴾

ہمارے پاس حاضر کر دیئے جائیں گے۔ پھر اُس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور تم کو بس انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں | مَتٰى کب | هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ | اِنْ اگر | كُنْتُمْ تم ہو | صٰدِقِيْنَ سچے | مَا يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار نہیں کر رہے ہیں | | | |
| اِلَّا مگر | صَيْحَةً چنگھاڑ | وَّاحِدَةً ایک | تَاْخُذُهُمْ وہ انہیں آ پکڑے گی | وَهُمْ اور وہ | يَخِصِّمُوْنَ باہم جھگڑ رہے ہوں گے | فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ پھر نہ کر سکیں گے | | | |
| تَوْصِيَةً وصیت کرنا | وَّلَآ اور نہ | اِلٰٓى طرف | اَهْلِهِمْ اپنے گھر والے | يَرْجِعُوْنَ وہ لوٹ سکیں گے | وَنُفِخَ اور پھونکا جائے گا | فِى الصُّوْرِ صور میں | | | |
| فَاِذَا هُمْ تو یکا یک وہ | مِّنَ سے | الْاَجْدَاثِ قبریں | اِلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب کی طرف | يَنْسِلُوْنَ دوڑیں گے | قَالُوْا وہ کہیں گے | يٰوَيْلَنَا اے وائے ہم پر | | | |
| مَنْۢ بَعَثَنَا کس نے اٹھا دیا ہمیں | مِنْ سے | مَّرْقَدِنَا ہماری قبریں | هٰذَا یہ | مَا وَعَدَ جو وعدہ کیا | الرَّحْمٰنُ رحمٰن۔اللہ | وَصَدَقَ اور سچ کہا تھا | | | |
| الْمُرْسَلُوْنَ رسولوں | اِنْ نہ | كَانَتْ ہوگی | اِلَّا مگر | صَيْحَةً ایک چنگھاڑ | وَّاحِدَةً ایک | فَاِذَا پس یکا یک | هُمْ وہ | جَمِيْعٌ سب | لَّدَيْنَا ہمارے سامنے |
| مُحْضَرُوْنَ حاضر کیے جائیں گے | فَالْيَوْمَ پس آج | لَا تُظْلَمُ نہ ظلم کیا جائے گا | نَفْسٌ کسی شخص | شَيْـًٔا کچھ | وَّلَا تُجْزَوْنَ اور نہ تم بدلہ پاؤ گے | | | | |
| اِلَّا مگر۔بس | مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے | | | | | | | | |

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اثبات توحید کے سلسلہ میں قدرت کی کئی نشانیوں کا ذکر ہوا توحید و رسالت کے بعد منکرین و مکذبین جس بات کا انکار کرتے تھے وہ مسئلہ آخرت وحشر و نشر تھا۔ چنانچہ کفار و منکرین کا ایک سوال نقل کیا جاتا ہے۔ ویقولون متیٰ ھٰذا الوعدان کنتم صٰدقین یعنی یہ کفار کہتے ہیں کہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اس کے وقت کے اظہار سے مصلحتاً اعراض فرمایا اور اجمالی طور پر عالم آخرت کا نقشہ ان کے سامنے کھینچا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ کے رسول انہیں اللہ کا کلام پڑھ کر سناتے ہیں اور اس میں کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور قیامت قائم ہوگی اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو دنیا میں نہیں مانا انہیں قیامت کے روز ان کی بداعمالیوں کی سزا دی جائے گی اور وہ بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے تو یہ کفار اور منکرین ہنستے

ہیں اور بطور تمسخر کہتے ہیں کہ یہ وعدے وعید آخر کب پورے ہوں گے۔ یہ قیامت اور عذاب کی دھمکیاں جو دی جاتی ہیں اگر سچی ہیں تو انہیں جلد پورا کر کے دکھلاؤ۔ ہم کوئی نا سمجھ بچے ہیں جو ہمیں باتیں بنا کر ڈرانا چاہتے ہو۔ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا اور سب کا جمع ہونا اور اعمال کا حساب کتاب ہونا یہ سب فرضی کہانیاں ہیں۔ اس پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت جس کا یہ انکار کر رہے ہیں ان کو ناگہاں آ پکڑے گی اور یہ اپنے معاملات میں غرق ہوں گے۔ جس وقت پہلا صور پھونکا جائے گا سب کے ہوش و حواس جاتے رہیں گے اور آخر مر کر ڈھیر ہو جائیں گے۔ اتنی بھی فرصت نہ ملے گی کہ فرض کرو مرنے سے پہلے کسی سے کچھ کہنا سننا چاہیں کہ کہہ سن گزریں یا جو گھر سے باہر ہے وہ گھر واپس جا سکے۔

مسلم شریف کی ایک حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم ہو جائے گی حالانکہ آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوہتا ہوگا اس کے منہ تک اس کے دودھ کا برتن نہ پہنچا ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور دو آدمی کپڑا خرید و فروخت کرتے ہوں گے۔ ان کی بیع پوری ہونے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور کوئی اپنا حوض درست کر رہا ہوگا اور ابھی ہٹا نہ ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ الغرض کفار پوری بے جگری کے ساتھ اپنے دنیا کے دھندوں میں مشغول ہوں گے اور ان کے خیال میں بھی یہ وہم و گمان نہ ہوگا کہ دنیا کے خاتمہ کا وقت آن پہنچا ہے۔ اسی حالت میں صور پھونکا جائے گا جو جہاں ہوگا وہیں مر کر ڈھیر ہو جائے گا۔ یہ تو پہلے نفخ یعنی صور پھونکنے کا اثر ہوگا آگے دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کا حال بتلایا جاتا ہے کہ ایک مدت کے بعد جب اللہ کو منظور ہوگا اور دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور پھر یہ نہیں کہ اٹھنے کے بعد تتر بتر ہو جائیں یا جس کا جدھر منہ اٹھے چل دے نہیں۔ سب کے سب بے تحاشا ایک ہی طرف یعنی میدان حشر کی طرف دوڑیں گے اور فرشتے کشاں کشاں میدان حشر کی طرف جمع کر دیں گے۔ خوف کے مارے بدحواس ہوں گے۔ اس سراسیمگی کے مقابلہ میں اپنی موت کی حالت انہیں آرام وہ نظر آئے گی اور کہیں گے کہ ہائے یہ کیا آفت ٹوٹ پڑی ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے جھنجھوڑ کر اٹھا دیا۔ فرشتے انہیں جواب دیں گے کہ کیا پوچھتے ہو کہ کس نے اٹھا دیا۔ ذرا آنکھیں کھولو یہ وہی اٹھانا ہے جس کا وعدہ خدائے رحمٰن کی طرف سے کیا گیا تھا اور پیغمبر جس کی خبر برابر دیتے رہے تھے۔

بعض روایات کی بناء پر مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلے اور دوسرے صور پھونکے جانے کے درمیان چالیس سال کی مدت ہوگی اور اس مدت میں کافروں سے عالم برزخ میں عذاب اٹھا لیا جائے گا اور وہ اس عرصہ میں آرام سے سوتے رہیں گے جب نفخہ ثانیہ یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکنے پر قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور میدان حشر اور حساب کتاب کا ہولناک منظر دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم کو ہماری خواب گاہ سے کس نے جگا دیا ہم تو آرام سے پڑے سو رہے تھے۔ کس نے ہم کو جگایا اور اس مصیبت کے میدان میں لا کھڑا کیا تو اس وقت فرشتے یا اہل ایمان ان کو جواب دیں گے کہ یہ وہی قیامت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور جس کی پیغمبروں نے سچی خبر دی تھی اور پھر سب کے سب دربار خداوندی میں حاضر کر دیئے جائیں گے (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس روز نہ کوئی متنفس بھاگ سکے گا نہ روپوش ہو سکے گا۔ پھر نہ کسی کی کوئی نیکی ضائع ہوگی نہ جرم کی حیثیت سے زیادہ سزا ملے گی۔ ٹھیک ٹھیک انصاف ہوگا اور جو نیک و بد لوگ دنیا میں کرتے تھے فی الحقیقت وہی عذاب و ثواب کی صورت میں سامنے آ جائے گا ایمان نماز روزہ حج زکوٰۃ صدقات خیرات اعمال صالحہ یہ سب جنت بن جائیں گے۔ کفر و شرک نافرمانی شرارت فساد یہ سب دوزخ کی شکل میں نمودار ہوں گے۔

یہ تو کفار منکرین کا حال بیان ہوا آگے ان کے مقابلہ میں اہل جنت کا حال بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُونَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَأَزْوٰجُهُمْ فِي ظِلٰلٍ عَلَى الْأَرَآئِكِ

اہل جنت بے شک اُس دن اپنے مشغلوں میں خوش دل ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیبیاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

مُتَّكِـُٔونَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيهَا فٰكِهَةٌ وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُونَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴿۵۸﴾

اُن کیلئے وہاں میوے ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا۔ ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا۔

وَامْتٰزُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿۵۹﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيٓ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ

اور اے مجرمو آج الگ ہوجاؤ۔ اے اولاد آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کردی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۶۰﴾ وَّأَنِ اعْبُدُونِي هٰذَا صِرٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ

وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور یہ کہ میری (ہی) عبادت کرنا' یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور وہ (شیطان) تم میں ایک

جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ

کثیر مخلوق کو گمراہ کرچکا' سو کیا تم نہیں سمجھتے تھے۔ یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ آج اپنے کفر کے بدلہ میں

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۶۴﴾

اس میں داخل ہو۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| إِنَّ بیشک | أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اہلِ جنت | الْيَوْمَ آج | فِي شُغُلٍ ایک شغل میں | فٰكِهُونَ باتیں خوش طبعی کرتے | هُمْ وہ | وَأَزْوٰجُهُمْ اوران کی بیویاں | |
| فِي ظِلٰلٍ سایوں میں | عَلَى پر | الْأَرَآئِكِ تختوں پر | مُتَّكِـُٔونَ تکیہ لگائے ہوئے | لَهُمْ ان کیلئے | فِيهَا اس میں | فٰكِهَةٌ میوہ | وَلَهُمْ اوران کیلئے |
| مَّا يَدَّعُونَ جو وہ چاہیں گے | سَلٰمٌ سلام | قَوْلًا فرمایا جائے گا | مِّنْ سے | رَّبٍّ رَّحِيمٍ مہربان پروردگار | وَامْتٰزُوا اورالگ ہوجاؤتم | الْيَوْمَ آج | |
| أَيُّهَا اے | الْمُجْرِمُونَ مجرمو | أَلَمْ أَعْهَدْ کیا میں نے حکم نہیں بھیجا تھا | إِلَيْكُمْ تمہاری طرف | يٰبَنِيٓ اٰدَمَ اے اولادِ آدم | أَنْ کہ | لَّا تَعْبُدُوا پرستش نہ کرنا | |
| الشَّيْطٰنَ شیطان | إِنَّهُ بیشک وہ | لَكُمْ تمہارا | عَدُوٌّ مُّبِينٌ دشمن کھلا | وَّأَنِ اور یہ کہ | اعْبُدُونِي تم میری عبادت کرنا | هٰذَا یہی | صِرٰطٌ راستہ | مُّسْتَقِيمٌ سیدھا |
| وَ اور | لَقَدْ أَضَلَّ تحقیق گمراہ کردیا | مِنْكُمْ تم میں سے | جِبِلًّا مخلوق | كَثِيرًا بہت سی | أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ سو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ | هٰذِهِ یہ ہے | جَهَنَّمُ جہنم |
| الَّتِي وہ جس کا | كُنْتُمْ تُوعَدُونَ تم سے وعدہ کیا گیا تھا | اِصْلَوْهَا اس میں داخل ہوجاؤ | الْيَوْمَ آج | بِمَا اس کے بدلے | كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ تم کفر کرتے تھے | | |

**تفسیر وتشریح:** گذشتہ آیات میں کفار اور منکرین قیامت کا ذکر ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ ہر شخص کو اس کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا بدلہ آخرت میں ملے گا کوئی یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں جو جی چاہے کرلو۔ آگے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہ خیال غلط ہے۔ انسان کے لئے ایک قانون ہے جس کے مطابق اسے دنیا میں چلنا ہے اگر اس کے خلاف کیا تو سزا ملے گی اور اس کے موافق کیا تو اچھا بدلہ ملے گا۔ اب آگے مومنین اہل جنت کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو میدان قیامت سے فارغ ہو کر جنتوں میں بصد اکرام وتعظیم پہنچائے جائیں گے اور بتلایا

جاتا ہے کہ یہ اہل جنت ہر قسم کے عیش ونشاط ونعمت و راحت میں مشغول ہوں گے۔ وہ اوران کی بیبیاں جنتی میوے داردرختوں کے ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور بے غمی اور بے فکری کے ساتھ خدا کی مہمانداری سے لطف لے رہے ہوں گے۔ ہر قسم کے میوہ بکثرت ان کے پاس موجود ہوں گے اور بھی جس چیز کو جی چاہے گا وہ دی جائے گی اور جو خواہش ہوگی وہ پوری کی جائے گی اور منہ مانگی مرادیں ملیں گی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ازواج میں جنت کی حوریں بھی داخل ہیں اور دنیا کی بیبیاں بھی یہ تو جسمانی لذائذ کا حال ہوا۔ آگے روحانی نعمتوں کی طرف اشارہ **سلام قولاً من رب رحیم** میں فرمایا جاتا ہے۔ یعنی اس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام فرمایا جائے گا خواہ فرشتوں کے ذریعہ سے یا جیسا کہ ایک ابن ماجہ کی حدیث میں ہے بلاواسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائیں گے۔ سبحان اللہ اس وقت کی عزت اور لذت کا کیا کہنا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے مجھے اور آپ کو بھی یہ نعمت نصیب فرمائیں۔ سنن ابن ماجہ کی کتاب الذہد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس جنت میں جانے کا خواہشمند اور اس کے لئے تیاریاں کرنے والا اور مستعدی ظاہر کرنے والا ہے جس میں کوئی خوف وخطر نہیں رب کعبہ کی قسم وہ سراسر نور ہی نور ہے۔ اس کی تازگیاں بے حد ہیں۔ اس کا سبزہ لہلہا رہا ہے اس کے بالا خانہ مضبوط بلند اور پختہ ہیں اس کی نہریں پر ہیں اور رواں ہیں اس کے پھل ذائقہ دار پکے ہوئے اور بکثرت ہیں اس میں خوبصورت حوریں ہیں ان کے لباس ریشمی اور بیش قیمت ہیں۔ ان کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں۔ وہ سلامتی کا گھر ہے۔ وہ سبز اور تازے پھلوں کا باغ ہے اس کی نعمتیں بکثرت اور عمدہ ہیں اور اس کے محلات بلند بالا اور مزین ہیں۔ یہ سن کر جتنے صحابہ موجود تھے۔ سب نے کہا یا رسول اللہ ہم اس کے لئے تیاریاں کرنے اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا "انشاء اللہ کہو" چنانچہ انہوں نے کہا "ان شاء اللہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنتی اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور چمکے گا۔ یہ اپنا سر اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور رب فرمائیں گے **السلام علیکم یا اھل الجنۃ** یہی معنیٰ ہیں اس آیت **سلام قولاً من رب رحیم** کے جنتی خاص طور سے خدا تعالیٰ کو دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو دیکھیں گے۔ اس وقت وہ کسی دوسری نعمت کی طرف آنکھ بھی نہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ حجاب حائل ہو جائے گا اور نور وبرکت ان کے پاس باقی رہ جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں بھی اس دیدار کی نعمت عظمیٰ سے سرفرازی بخشیں۔ اہل جنت کے بعد پھر مجرموں کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جو لوگ دنیا میں اللہ کے احکام کو جو اس نے اپنے رسول کے ذریعہ انسانوں پر واضح کر دیئے ہیں نہیں مانتے وہ اللہ کے مجرم ہیں۔ پہلے فرمانبردار اطاعت گزار بندوں کا بیان ہوا اس کے بعد بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے احکام سے منہ موڑنے والے مجرموں سے خطاب کیا جائے گا میدان حشر میں اول جب لوگ اپنی قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے تو سب گڈمڈ منتشر ہوں گے جیسا کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا گیا **کانھم جراد منتشر** یعنی وہ منتشر ٹڈیوں کے دل کی طرح ہوں گے مگر پھر اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے لوگوں کے گروہ الگ الگ کر دیئے جائیں گے کفار ایک جگہ مومن دوسری جگہ فجار فساق الگ صلحاء اور مقبولین الگ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے **واذا النفوس زوجت** یعنی جبکہ نفوس جوڑ جوڑ کر دیئے جائیں گے تو مجرموں سے خطاب فرمایا جائے گا کہ اے مجرمو! جنتیوں کے عیش وآرام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ تمہارا مقام دوسرا ہے جہاں تمہیں رہنا ہوگا۔ جنتیوں پر جس طرح طرح طرح کی نوازشیں ہو رہی ہوں گی۔ اسی طرح جہنمیوں پر طرح طرح کی سختیاں ہو رہی ہوں گی اور ان کو بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ اسی دن کے لئے تم کو انبیاء کی زبانی بار بار سمجھایا گیا تھا کہ شیطان لعین کی

پیروی مت کرنا جو تمہارا صریح دشمن ہے وہ جہنم میں پہنچائے بغیر نہ چھوڑے گا اس کے آگے کبھی نہ جھکنا اور اس سے منہ موڑ کر تم میری عبادت اور فرمانبرداری میں لگے رہنا اور میرے احکام سے ذرا بھی منہ نہ موڑنا۔ بس یہی ایک سیدھا راستہ ہے اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو اسی راستہ پر چلنا لیکن اس کے باوجود تم نے مجھ رحمٰن کی نافرمانی کی۔ تمہارا خالق رازق اور مالک میں اور فرمانبرداری کی جائے میرے راندۂ درگاہ کی۔ میں کہہ چکا تھا کہ ایک میری ہی ماننا اور صرف میری ہی بندگی کرنا لیکن تم الٹے چلے اب یہاں بھی الٹے ہی جاؤ۔ ان نیک بخت اہل جنت کی اور تمہاری راہ الگ الگ ہے۔ وہ جنتی ہیں تم دوزخی ہو۔ آگے انہیں مجرموں کو خطاب جاری ہے جن سے کہا جائے گا کہ افسوس اتنی نصیحت اور فہمائش پر بھی تم کو عقل نہ آئی اور اس ملعون نے ایک خلقت کو گمراہ کر چھوڑا۔ کیا تمہیں اتنی سمجھ نہ تھی کہ دوست دشمن میں تمیز کر سکتے اور اپنے نفع ونقصان کو پہچانتے دنیا کے کاموں میں تو اس قدر ہوشیاری اور ذہانت دکھلاتے تھے مگر آخرت کے معاملہ میں اتنے غبی بن گئے کہ موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی بھی لیاقت نہ رہی اور خواب غفلت میں ایسے سرشار ہوئے کہ آج ہمارے پاس آکر ہی آنکھ کھلی۔ اب کیا ہو سکتا ہے عمل کا وقت گیا یہ تو بدلہ کا دن ہے اس لئے آج تم اپنے کفر و بددینی اور سرکشی و نافرمانی کے بدلے جہنم میں جاؤ اور اپنی دنیا کی بدمستیوں کی سزا بھگتو۔ تم سے اسی ٹھکانے کا وعدہ کیا گیا تھا سو تم اب اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کی اس ذلت و رسوائی سے مجھے اور آپ کو سب کو بچائیں۔

اب غور کیجئے کہ یہاں جو خطاب حق تعالیٰ نے مجرمین سے فرمایا ہے جس سے بظاہر کفار و منکرین مراد ہیں مگر ہم کیا نام کے مسلمین کے لئے اس تنبیہ و تاکید اور زجر و توبیخ سے جو حق تعالیٰ نے ان آیات میں شیطان کے اتباع کرنے میں فرمائی ہے اور جس کا انجام بتلایا گیا کیا اس میں ہمارے لئے کوئی عبرت و نصیحت نہیں اگر ہمارا حق تعالیٰ کی ذات پاک پر ایمان ہے اور ہم اس قرآن کریم کو حق تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں اور اس پر یقین ہے کہ جو آخرت اور وہاں کی جزا و سزا کے متعلق بتلایا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے وہ یقیناً بلا کسی شک وشبہ کے پیش آنا ہے تو ہم میں اگر ایمان و اسلام کے دعوے کے ساتھ کچھ بھی عقل اور فہم موجود ہے تو ہم کیسے جرات و ہمت کرتے ہیں کہ بے باکانہ حق تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی شب و روز کرتے رہیں اور اس طرح اپنے کو مجرمین کے زمرہ میں جان بوجھ کر شامل رکھیں۔ کیا کوئی ایسا بھی اسلام اور ایمان کا دعویدار ہو سکتا ہے کہ جس کو حق تعالیٰ کی رضا و انعام و دیدار کا مقام جنت پسند نہ ہو اور اللہ کے غصہ اور غضب کا مقام جہنم پسند ہو۔ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم شیطان کی اتباع کر کے مولائے کریم کی نافرمانیوں میں پیش پیش ہوں اور پھر سچی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر بھی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہی جہل اور غفلت کے پردوں کو ہمارے دلوں پر سے دور فرمائیں اور اپنی صراط مستقیم پر چلنا ہم کو نصیب فرمائیں اور اپنے کرم سے اہل جنت میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرمائیں اور مجرمین کے گروہ میں شامل ہونے سے بچائیں۔

ابھی آگے انہی مجرمین کے متعلق مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں آئے گا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو اصحاب الجنۃ میں شامل فرما کر اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں اور وہاں کی ابدی راحتوں سے سرفراز فرمائیں اور اپنے دیدار کا شرف نصیب فرمائیں اور مجرموں کے گروہ سے ہم کو علیحدہ رکھیں۔ یا اللہ اس دنیا میں ہماری نفس وشیطان سے حفاظت فرمایئے اور ہم کو اپنے احکام کے موافق زندگی گزار کر اس دنیا سے جانا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کرتے تھے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى

اور اگر ہم چاہتے تو (دنیا ہی میں) ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کردیتے پھر یہ راستہ کی طرف دوڑتے پھرتے سو ان کو کہاں نظر آتا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں بدل ڈالتے

مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اس حالت سے کہ یہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے جس سے یہ لوگ نہ آگے کو چل سکتے اور نہ پیچھے کو لوٹ سکتے۔ اور ہم جس کی عمر زیادہ کردیتے ہیں تو اس کو طبعی حالت میں اُلٹا کردیتے ہیں سو کیا وہ لوگ نہیں سمجھتے

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اَلْيَوْمَ آج | نَخْتِمُ ہم مہر لگا دینگے | عَلٰى پر | اَفْوَاهِهِمْ اُنکے منہ | وَتُكَلِّمُنَا اور ہم سے بولیں گے | اَيْدِيْهِمْ اُنکے ہاتھ | وَتَشْهَدُ اور گواہی دینگے |
| اَرْجُلُهُمْ ان کے پاؤں | بِمَا اس کی جو | كَانُوْا وہ تھے | يَكْسِبُوْنَ کماتے (کرتے تھے) | وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں | لَطَمَسْنَا تو مٹا دیں (ملیامیٹ کردیں) | |
| عَلٰى پر | اَعْيُنِهِمْ ان کی آنکھیں | فَاسْتَبَقُوْا پھر وہ سبقت کریں | الصِّرَاطَ راستہ | فَاَنّٰى تو کہاں | يُبْصِرُوْنَ وہ دیکھ سکیں گے | وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں |
| لَمَسَخْنٰهُمْ ہم مسخ کردیں انہیں | عَلٰى پر۔ میں | مَكَانَتِهِمْ ان کی جگہیں | فَمَا اسْتَطَاعُوْا پھر نہ کرسکیں | مُضِيًّا چلنا | وَلَا يَرْجِعُوْنَ اور نہ وہ لوٹیں | وَمَنْ اور جس |
| | نُعَمِّرْهُ ہم عمر دراز کردیتے ہیں | نُنَكِّسْهُ اوندھا کردیتے ہیں | فِى الْخَلْقِ خلقت (پیدائش) میں | اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ تو کیا وہ سمجھتے نہیں؟ | | |

## تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں مجرمین کے متعلق بیان ہوا تھا کہ یوم محشر میں ان سے اس طرح خطاب ہوگا کہ اے اولاد آدم کیا تم کو تاکید دنیا میں نہیں کردی گئی تھی کہ خبردار شیطان کے کہنے میں نہ آنا اور اللہ ہی کی عبادت میں لگے رہنا مگر تم کچھ نہ سمجھے اور کفر و گمراہی میں پڑے رہے۔ تو اب یہ جہنم جس کا وعدہ کیا جاتا تھا اب اس کا مزہ چکھو اور اس میں داخل ہو۔ انہی مجرمین کے متعلق آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن یہ مجرم اگر اپنے جرم کا انکار بھی کریں تو ان کا انکار کچھ فائدہ نہ دے گا۔ ان مجرمین کا منہ تو مہر لگا کر بند کردیا جائے گا اور ان کے ہاتھ پیر آنکھ کان ان کی زبانیں اور ان کی کھالوں کو حکم ہوگا کہ تم بولو اس مجرم نے تمہاری مدد سے کیا کیا برے کام کیے۔ حکم پاتے ہی ہاتھ پیر وغیرہ بولنا شروع کردیں گے۔ یہ حکم ان مجرمین کے معاملہ میں دیا جائے گا جو اپنے جرائم کا اقبال کرنے سے انکار کریں گے۔ گواہیوں کو بھی جھٹلادیں گے۔ نامۂ اعمال کی صحت بھی تسلیم نہ کریں گے اور قسمیں کھالیں گے کہ ہم نے یہ گناہ اور جرم دنیا میں نہیں کیے تھے تب اللہ تعالیٰ حکم دیں گے کہ اچھا منہ بند کرو اور سنو کہ تمہارے اعضائے بدن تمہارے کرتوتوں کی کیا روداد سناتے ہیں اور تمہارے جرموں کی کیا شہادت دیتے ہیں۔ اس وقت بدن کے اعضاء سچی سچی گواہی دینا شروع کردیں گے۔ مثلاً ہاتھ کہیں گے کہ اس نے ہم سے مارنے پیٹنے اور دوسروں پر ظلم و ستم کرنے کا کام لیا۔ چوری کا مال چھینا اور یہ یہ ناجائز کام کیے۔ اسی طرح پاؤں کہیں گے کہ یہ فلاں فلاں بری جگہوں پر گیا ناچ گانے اور رقص و سرور اور بیکار باتوں کی مجلسوں میں پہنچا اور فلاں ناجائز کاموں کی طرف چل کر گیا۔ یہاں آیت میں تو صرف تکلمنآ ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون فرمایا یعنی ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے ان کاموں کی جنہیں وہ دنیا میں کرتے تھے مگر قرآن پاک میں دوسرے مقامات پر بتایا گیا ہے کہ بدن کے دوسرے اعضاء بھی گواہی دیں گے کہ وہ ان سے دنیا میں کیا کام لیتے

رہے ہیں مثلاً سورۂ نور اٹھارویں پارہ ۲۴ویں آیت میں فرمایا گیا۔

''اس دن ان کے خلاف گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے پیران کاموں کی جو یہ کیا کرتے تھے۔''

سورۂ حم سجدہ ۲۴ ویں پارہ میں ارشاد ہے.....''تو ان کے کان، اوران کی آنکھیں اوران کی جلدیں ان پران کے اعمال کی گواہی دیں گے اور وہ لوگ اپنی اپنی جلد سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دے دی؟.....''

مسلم شریف کی ایک حدیث ہے حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ یکا یک ہنسے پھر ہم سے دریافت کرنے لگے کہ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ فرمایا میں بندہ اور خدا کے درمیان منہ در منہ گفتگو ہونے کا خیال کر کے ہنسا قیامت کے دن بندہ اپنے پروردگار سے کہے گا کہ کیا آپ نے مجھ کو ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں دی ہے تو پھر یہ کہے گا کہ میں کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا۔ بس میرا بدن تو میرا ہے باقی سب میرے دشمن ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا یونہی سہی تو ہی اپنا گواہ سہی اور میرے بزرگ فرشتہ گواہ نہ سہی۔ چنانچہ اسی وقت اس کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور اعضاء بدن سے فرمایا جائے گا کہ بولو تم خود ہی گواہی دو کہ اس نے تم سے کیا کیا کام لئے؟ وہ صاف صاف کھول کھول کر سچ سچ ایک ایک بات بتلا دیں گے۔ پھر اس مہر کو جو منہ پر لگائی گئی تھی توڑ دیا جائے گا اور بندہ بدستور سابق باتیں کرنے لگے گا اور اپنے اعضاء سے کہے گا تمہارا ستیاناس ہو جائے تم ہی میرے دشمن بن بیٹھے میں تو تمہارے ہی بچاؤ کی کوشش کر رہا تھا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد ساتھ ہی ایک دوسری حدیث مومن سے حساب لئے جانے کے متعلق حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومن کو بلا کر اس کے گناہ اس کے سامنے پیش کر کے فرمائے گا کہو یہ ٹھیک ہے؟ یہ مومن بندہ کہے گا ہاں خدایا سب درست ہے۔ بے شک مجھ سے یہ خطائیں سرزد ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا ہم نے سب بخش دیں لیکن یہ گفتگو اس طرح ہوگی کہ کسی ایک اور کو بھی اس کا مطلق علم نہ ہوگا۔ اس کا ایک گناہ بھی مخلوق میں سے کسی پر ظاہر نہ ہوگا۔ اب اس کی نیکیاں لائی جائیں گی اور کھول کھول کر ساری مخلوق کے سامنے جتا جتا کر رکھی جائیں گی ان دونوں احادیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن کثیرؒ حالات حشر سے اتنے متاثر ہوئے کہ حق تعالیٰ سے مناجات فرمانے لگے۔ ہم بھی اسی مناجات کو یہاں دہراتے ہیں اور علامہ کے پر درد الفاظ میں مولائے کریم سے فریاد کرتے ہیں۔''اے ستار العیوب! اے غفار الذنوب!! تو ہم گنہگاروں کی بھی پردہ پوشی فرمالے اور ہم مجرموں سے بھی درگزر فرمادے۔ خدایا اس دن ہمیں ذلت و رسوائی سے بچائیے گا اور اپنے دامن رحمت سے ہمیں ڈھانپ لیجئے گا۔ اے ذرہ نواز خدا اپنی بے پایاں بخشش کی موسلا دھار بارش کا ایک قطرہ ادھر بھی برسا دے جو ہمارے تمام گناہوں کو دھو کر صاف کر دے پروردگار ایک نظر کرم و رحمت ادھر بھی۔ یا مالک الملک ہم بھی تیری چشم رحمت کے منتظر ہیں۔ اے غفور الرحیم خدا کیا تیرے در سے بھی کوئی سوالی خالی جھولی لے کر نا امید ہو کر آج تک لوٹا ہے؟ اپنا کرم کر دے۔ اے مالک و خالق رحم فرمادے۔ اپنے انتقام سے بچالے۔ اپنے غصہ سے نجات دے دے۔ اپنی رحمتوں سے نواز دے۔ اپنے عذابوں سے چھٹکارا دے دے۔ اے مولا اپنی جنت میں پہنچا دے اور اپنے دیدار کی دولت سے مشرف فرمادے''۔ یا اللہ ہمیں یقین ہے کہ آپ نے اپنے کرم سے یہ دعا اپنے مقبول ولی حضرت علامہ کے حق میں ضرور قبول فرمائی ہوگی۔ یا اللہ انہیں کے اتباع اور نقل میں ہمارے حق میں بھی اس دعا کو قبول فرمالیجئے۔ آمین۔

یہاں ان آیات میں میدان حشر کا نقشہ کھینچنے کے بعد بتلایا جاتا ہے کہ جیسے ان منکرین ومکذبین نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے دنیا

میں آنکھیں بند کر لی ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو دنیا ہی میں بطور سزا کے ان کی ظاہر بینائی چھین کر نپٹ اندھا کر دیں کہ پھر ادھر ادھر چلنے کا انہیں راستہ بھی نہ سوجھے اور جس طرح یہ لوگ شیطانی راستوں سے ہٹ کر اللہ کی راہ پر چلنا نہیں چاہتے تو اللہ کو قدرت ہے کہ ان کی صورتیں بگاڑ کر بالکل اپاہج بنا دیں کہ پھر یہ کسی ضرورت کے لئے اپنی جگہ سے نہ ہل سکیں۔ پر اللہ نے ایسا نہ چاہا اور ان جوارح وقویٰ سے ان کو محروم نہ کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت اور ڈھیل ہے۔ اور یہ آنکھیں چھین لینا اور صورت بگاڑ کر اپاہج بنا دینا کچھ قابل تعجب اور بعید مت سمجھو۔ دیکھتے نہیں ایک تندرست اور مضبوط آدمی زیادہ بوڑھا ہو کر کس طرح سننے اور چلنے پھرنے سے معذور کر دیا جاتا ہے گویا بچپن میں جیسا کمزور و ناتواں اور دوسروں کے سہارے کا محتاج تھا بڑھاپے میں پھر اسی حالت کی طرف پلٹا دیا جاتا ہے۔ تو کیا جو خدا پیرانہ سالی کی حالت میں ان کی قوتیں سلب کر لیتا ہے جوانی میں نہیں کر سکتا؟ کیا اس تغیر اور تبدل کو دیکھ کر لوگ سمجھتے نہیں کہ انسانوں کے وجود کی باگ ڈور حق تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے وہ جب چاہے انسان کی صورت اور ہیئت کو تبدیل کر سکتا ہے۔ کیا ان کفار کو اتنی عقل نہیں کہ یہ سمجھتے کہ جو خدا صورت بنانے پر قادر ہے وہی خدا صورت کے بدلنے پر بھی قادر ہے اور جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان وحیوان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے زیر تصرف ہے۔ قدرت کا عمل اس میں مسلسل جاری ہے۔ ایک گندے اور ناپاک قطرہ سے اس کا وجود شروع ہوا۔ نو ماہ بطن مادر میں رکھ کر اور اس کی تربیت فرما کر اور اس میں روح ڈال کر جیتا جاگتا انسان بنا کر اس کو دنیا میں لایا گیا پھر اس کو تدریجی توانائی ملی اور جوان ہونے پر اس کے سب قویٰ مضبوط ہو گئے بالآخر جب بڑھاپا شروع ہوا تو سب طاقتوں اور قوتوں میں کمی شروع ہو گئی حتیٰ کہ اخیر عمر میں شنوائی اور بینائی کی طاقتیں بھی جواب دینے لگیں اور نکما اور اپاہج بنا دیا گیا تو انسان کے وجود میں یہ انقلابات قدرت حق تعالیٰ شانہ کا عجیب وغریب مظہر ہی تو ہے جس کی طرف غافل انسانوں کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ خدا کی قدرت پر نظر کریں اور اس سے ڈر کر اس کی اطاعت اختیار کریں۔

اب یہاں تک جو توحید ورسالت قیامت وآخرت جزاوسزا جنت ودوزخ اور حکمت اور عقل ودانائی اور نصیحت وموعظت کا قرآن کریم میں بیان ہوا تو کفار ومنکرین ان باتوں کو محض شاعرانہ تخیلات قرار دے کر بے وزن ٹھہرانے کی کوشش کرتے اسلئے آگے بتلایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر وشاعری سے کوئی تعلق اور نسبت ہی نہیں اور یہ قرآن کوئی شعر وشاعری کا دیوان نہیں بلکہ یہ خالص نصیحت اور آسمانی کتاب ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ اپنی رحمت سے ہمیں معاف فرما دیجئے۔ اور ہم کو اس زندگی میں اپنی مرضیات کے اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے اور مرتے دم تک ہمارے اعضاء جوارح کو اپنی عبادت وطاعت میں ظاہراً وباطناً مشغول رکھئے اور زندگی کے ہر لمحہ میں ہمیں آخرت کی تیاری کا ذکر وفکر نصیب فرمائیے۔ یا اللہ ہم سے جو تقصیرات گذشتہ میں سرزد ہو چکی ہیں ہم کو ان کی تلافی کی توفیق عطا فرمائیے۔ تاکہ ہم میدان حشر میں آپ کی مغفرت ورحمت کے مورد بن جائیں اور آپ کی رضا کے مقام جنت میں بغیر کسی مواخذہ کے پہنچ جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا

اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کیلئے شایان بھی نہیں وہ تو محض نصیحت اور ایک آسمانی کتاب ہے جو احکام کو ظاہر کرنے والی ہے۔ تاکہ ایسے شخص کو ڈراوے جو زندہ ہو

وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا

اور تاکہ کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جاوے۔ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے (نفع کے) لئے اپنے ہاتھ کی ساختہ چیزوں میں سے مواشی پیدا کئے

فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا

پھر یہ لوگ ان کے مالک بن رہے ہیں۔ اور ہم نے ان مواشی کو ان کا تابع بنا دیا سو ان میں بعضے تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں۔ اور ان میں ان لوگوں کے

مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور بھی منافع ہیں اور پینے کی چیزیں بھی ہیں۔ سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے۔ اور انہوں نے خدا کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں اس امید پر کہ ان کو مدد ملے۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا

(لیکن) وہ ان کی کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے اور وہ ان کے حق میں ایک فریق (مخالف) ہو جاویں گے جو حاضر کئے جاویں گے۔ تو ان لوگوں کی باتیں آپ کے لئے آزردگی کا باعث نہ ہونا چاہیے بیشک ہم سب جانتے ہیں

يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾

جو کچھ یہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَمَا عَلَّمْنٰهُ اور ہم نے نہیں سکھایا اس کو | الشِّعْرَ شعر | وَ اور | مَا يَنْۢبَغِيْ نہیں شایان | لَهٗ اس کیلئے | اِنْ نہیں | هُوَ وہ | اِلَّا مگر | ذِكْرٌ نصیحت |
| وَ اور | قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ قرآن واضح | لِيُنْذِرَ تاکہ (آپ) ڈرائیں | مَنْ جو | كَانَ ہو | حَيًّا زندہ | وَ اور | يَحِقَّ ثابت ہو جائے | الْقَوْلُ بات حجت |
| عَلَى پر | الْكٰفِرِيْنَ جمع کافر | اَوَلَمْ يَرَوْا کیا وہ نہیں دیکھتے؟ | اَنَّا خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا | لَهُمْ ان کیلئے | مِمَّا اس سے جو | | | |
| عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا بنایا اپنے ہاتھوں (قدرت) سے | اَنْعَامًا چوپائے | فَهُمْ پس وہ | لَهَا ان کے | مٰلِكُوْنَ مالک ہیں | وَذَلَّلْنٰهَا اور ہم نے فرمانبردار کیا انہیں | | | |
| لَهُمْ ان کیلئے | فَمِنْهَا پس ان سے | رَكُوْبُهُمْ ان کی سواری | وَمِنْهَا اور ان سے | يَاْكُلُوْنَ وہ کھاتے ہیں | وَلَهُمْ اور ان کیلئے | فِيْهَا ان میں | | |
| مَنَافِعُ فائدے | وَمَشَارِبُ اور پینے کی چیزیں | اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ کیا پھر وہ شکر نہیں کرتے؟ | وَاتَّخَذُوْا اور انہوں نے بنالئے | مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | | | | |
| اٰلِهَةً اور معبود | لَعَلَّهُمْ شاید وہ | يُنْصَرُوْنَ مدد کئے جائیں | لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ وہ نہیں کر سکتے | نَصْرَهُمْ ان کی مدد | وَهُمْ اور وہ | لَهُمْ ان کیلئے | | |
| جُنْدٌ لشکر | مُّحْضَرُوْنَ حاضر کئے جائیں گے | فَلَا يَحْزُنْكَ پس آپ کو مغموم نہ کرے | قَوْلُهُمْ ان کی بات | اِنَّا نَعْلَمُ بیشک ہم جانتے ہیں | | | | |
| | مَا يُسِرُّوْنَ جو وہ چھپاتے ہیں | وَمَا اور جو | يُعْلِنُوْنَ وہ ظاہر کرتے ہیں | | | | | |

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں قیامت و آخرت کا ذکر تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اہل جنت کو وہاں کیسے کیسے آرام و راحت نصیب ہوں گے اور ساتھ ہی منکرین کو جہنم کے کیسے سخت عذاب ہوں گے۔ تو موت کے بعد کی زندگی اور عالم آخرت میں جنت و جہنم اور وہاں دنیا کے کاموں کی جزا و سزا کا ملنا یہ سب منکرین و مکذبین کے نزدیک من گھڑت بناوٹی اور خیالی باتیں تھیں اور ان باتوں کو شاعرانہ تخیلات اور خیالی تک بندیاں قرار دے کر ان کو بے وزن ٹھہراتے

اس کے جواب میں ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں سناتے ہیں اور بیان کرتے ہیں یہ سب حقائق واقعیہ ہیں۔ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں ہم نے جو قرآن اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے وہ آسمانی نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے یہ کوئی شعر وشاعری کا دیوان نہیں کہ جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی تک بندیاں ہوں بلکہ آپ کو تو فطری طور پر اس فن شعر وشاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اس اعلیٰ خاندان سے ہونے کے جس کی معمولی لونڈیاں بھی اس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں آپ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ یوں کسی موقع پر کبھی ایک آدھ مرتبہ زبان مبارک سے مقفیٰ عبارت نکل کر بے ساختہ شعر کے ڈھانچہ میں ڈھل گئی ہو وہ الگ بات ہے۔ اسے شاعری یا شعر کہنا نہیں کہتے۔ غرض کہ آپ کی طبیعت شریفہ کو شاعری سے نسبت ہی نہیں دی گئی تھی کیونکہ یہ آپ کے منصب جلیل کے لائق نہ تھی۔ آپ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدوں ادنیٰ ترین غلو اور کذب کے روشناس کرانا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا کیونکہ شاعریت کا حسن و کمال کذب ومبالغہ خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں تو شعر وشاعری کو قرآن سے اور رسول سے کیا نسبت؟ اللہ کے رسول تو جو کلام سناتے ہیں اس میں سراسر نصیحت اور انسانی خیر خواہی کے سوا کچھ نہیں وہ لوگوں کو حقیقی اور اصلی باتیں بتاتے ہیں اور وہ قرآن سناتے کہ جس میں انسان کی بھلائی کی ساری باتیں جمع کر دی گئی ہیں تا کہ وہ ہر اس شخص کو جو زندہ دل ہو اور سوچنے سمجھنے والا انسان ہو اس کو خبردار کر دیں اور منکرین پر حجت قائم ہو جائے کہ قیامت کے دن وہ یہ عذر نہ کر سکیں گے کہ ہمیں کسی نے نہیں سمجھایا اور نہیں بتلایا آگے بتلایا جاتا ہے کہ انسان اگر غور کرے تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ کا اقرار نہ کرے دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جن سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے لیکن وہ اس نے خود نہیں بنائیں اور نہ اس کے کسی ہم جنس نے انہیں تیار کیا۔ آخر سوچنے کی بات ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا اور بنانے والا اللہ کے سوا کون ہے؟ مثال کے طور پر یہ اونٹ گھوڑے گائے بکری گدھے خچر وغیرہ جانوروں کو انسانوں نے نہیں بنایا۔ اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا۔ پھر انسانوں کو اپنے فضل سے ان کا مالک بنا دیا کہ ان سے جو چاہے کام لو۔ دیکھو کتنے بڑے عظیم الجثہ قوی ہیکل جانور اس ضعیف انسان کے سامنے عاجز ومسخر کر دیئے۔ سینکڑوں اونٹوں کی قطار کو ایک چھوٹا سا بچہ نکیل پکڑ کر جدھر چاہے لے جائے ذرا کان نہیں ہلاتے۔ کیسے کیسے شہ زور جانوروں پر آدمی سواری کرتا ہے اور بعض کو ذبح کر کے اپنی غذا بناتا ہے۔ علاوہ گوشت کھانے کے ان کی کھال ہڈی اون وغیرہ سے کس قدر فوائد حاصل کیئے جاتے ہیں ان کے تھن کیا ہیں گویا دودھ کے چشمے ہیں کہ کتنے آدمی سیراب ہوتے ہیں لیکن شکر گزار بندے اس کے تھوڑے ہی ہیں ورنہ اکثر عقل سے کام نہیں لیتے کہ اپنے رب اور منعم حقیقی کو اس کی نشانیاں اور انعامات واحسانات دیکھ کر پہچانیں اور اس کے رسول کی باتیں سنیں اور جو وہ کہیں وہ کریں۔ جس خدا نے یہ نعمتیں عطا فرمائیں اس کا شکر ادا کیا تو یہ کیا کہ اس کے مقابل دوسرے معبود اور حاکم ٹھہرا لئے جنہیں سمجھتے ہیں کہ اڑے وقت میں کام آویں گے اور مدد کریں گے سو یاد رکھو وہ تمہاری تو کیا اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں جب تم کو مدد کی ضرورت ہوگی تو اس وقت گرفتار ضرور کرا دیں گے تب پتہ چلے گا کہ جن کی حمایت میں عمر بھر لڑتے رہے وہ آج کس طرح آنکھیں دکھانے لگے۔ ہر جھوٹے معبود کے پوجنے والے اس کی شکست خوردہ فوج کی طرح پکڑے ہوئے آئیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنے باطل معبودوں سے کہو کہ تمہیں عذاب الٰہی سے بچا لیں۔ اس وقت وہ فرضی معبود سب کانوں پر ہاتھ رکھیں گے کہ ہم ان کے خدا ہرگز نہیں اور نہ ہم نے کہا تھا کہ ہمیں خدا مانو تو آج یہ جانیں اور ان کا کام ہمیں ان سے کوئی واسطہ نہیں اس وقت ان مشرکوں کی حالت ناگفتہ بہ ہوگی۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خود ہمارے ساتھ ان مشرکین کا یہ معاملہ ہے تو اگر آپ کی بات نہ مانیں تو آپ اس سے غمگین اور دلگیر نہ ہوں اپنا فرض ادا کر کے ان کو ہمارے حوالہ کریں۔ ہم ان کے ظاہری و باطنی احوال سے خوب واقف ہیں ٹھیک ٹھیک بھگتان کر دیں گے۔

اب سورۃ کے اخیر میں مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر استدلال فرمایا جاتا ہے اور اس کے لئے عقلی دلیل دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ

کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا سو وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا۔ اور اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا اور اپنی اصل کو بھول گیا

خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ

کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہوگئی ہوں کون زندہ کرے گا۔ آپ جواب دے دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اول بار میں پیدا کیا ہے اور وہ

بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ﴿۷۹﴾ ۨالَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ

سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے۔ اور ایسا (قادر) ہے کہ ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کردیتا ہے پھر تم اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو۔

تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ڲ بَلٰى ۤ

اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو (دوبارہ) پیدا کردے ضرور قادر ہے

وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَـيْـــــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ

اور وہ بڑا پیدا کرنے والا خوب جاننے والا ہے۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا معمول تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہوجا پس وہ ہوجاتی ہیں۔ تو اس کی پاک ذات ہے

بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اَوَ کیا | لَمْ يَرَ نہیں دیکھا | الْاِنْسَانُ انسان | اَنَّا خَلَقْنٰهُ کہ ہم نے پیدا کیا اس کو | مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے | فَاِذَا پھر ناگہاں | هُوَ وہ | خَصِيْمٌ جھگڑالو | | |
| مُّبِيْنٌ کھلا | وَضَرَبَ اور اس نے بیان کی | لَنَا ہمارے لئے | مَثَلًا ایک مثال | وَنَسِيَ اور بھول گیا | خَلْقَهٗ اپنی پیدائش | قَالَ کہنے لگا | | | |
| مَنْ يُّحْيِ کون پیدا کریگا | الْعِظَامَ ہڈیاں | وَهِيَ جبکہ وہ | رَمِيْمٌ گل گئیں | قُلْ فرمادیں | يُحْيِيْهَا اسے زندہ کرے گا | الَّذِيْ وہ جس نے | | | |
| اَنْشَاَهَا اسے پیدا کیا | اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی بار | وَهُوَ اور وہ | بِكُلِّ ہرطرح | خَلْقٍ پیدا کرنا | عَلِيْمٌ جاننے والا | الَّذِيْ جس نے | جَعَلَ پیدا کیا | | |
| لَكُمْ تمہارے لئے | مِنَ سے | الشَّجَرِ درخت | الْاَخْضَرِ سبز | نَارًا آگ | فَاِذَا پس اب | اَنْتُمْ تم | مِّنْهُ اس سے | تُوْقِدُوْنَ سلگاتے ہو | |
| اَوَ کیا | لَيْسَ نہیں | الَّذِيْ وہ جس نے | خَلَقَ پیدا کیا | السَّمٰوٰتِ آسمانوں | وَالْاَرْضَ اور زمین | بِقٰدِرٍ قادر | عَلٰى پر | اَنْ کہ | يَّخْلُقَ وہ پیدا کرے |
| مِثْلَهُمْ ان جیسا | بَلٰى ہاں | وَهُوَ اور وہ | الْخَلّٰقُ بڑا پیدا کرنیوالا | الْعَلِيْمُ دانا | اِنَّمَا اس کے سوا نہیں | اَمْرُهٗ اس کا کام | اِذَا جب | | |
| اَرَادَ شَيْئًا وہ ارادہ کرے کسی شے کا | اَنْ کہ | يَّقُوْلَ وہ کہتا ہے | لَهٗ اس کو | كُنْ ہوجا | فَيَكُوْنُ تو وہ ہوجاتی ہے | فَسُبْحٰنَ سو پاک ہے | الَّذِيْ وہ جس | | |
| | بِيَدِهٖ اسکے ہاتھ میں | مَلَكُوْتُ بادشاہت | كُلِّ شَيْءٍ ہرشے | وَّاِلَيْهِ اور اسی کی طرف | تُرْجَعُوْنَ تم لوٹ کر جاؤ گے | | | | |

**تفسیر وتشریح:** یہ سورۃ یٰس شریف کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ تیسرے رکوع کے اخیر میں کفار کا ایک اعتراض نقل فرمایا گیا تھا ویقولون متیٰ هٰذا الوعد ان کنتم صٰدقین یعنی وہ کہتے تھے کہ یہ قیامت کی دھمکی کب پوری ہوگی؟ بتاؤ اگر تم سچے ہو؟ ان کا یہ سوال کچھ اس غرض کے لئے نہ تھا کہ وہ قیامت کے آنے کی تاریخ معلوم کرنا چاہتے تھے بلکہ اس بناء پر تھا کہ وہ مرنے کے بعد انسانوں کو دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کو بعید از امکان اور بعید از عقل سمجھتے

تھے۔ تو اوپر اس سوال کے جواب میں قیامت کے عبرتناک منظر کا نقشہ ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا کہ جس قیامت کا منکرین انکار کر رہے ہیں وہ ایسے شان اور ان حالات کے ساتھ آ کر رہے گی۔ ان کے اسی سوال کے جواب میں قیامت اور حشر ونشر کے اب دلائل ارشاد ہو رہے ہیں۔

مفسرین نے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی روایت سے لکھا ہے کہ اس موقع پر کفار مکہ کے سرداروں میں سے ایک شخص قبرستان سے کسی مردہ کی ایک بوسیدہ ہڈی لئے ہوئے آ گیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسے چورا کر کے اس کے اجزا کو ہوا میں اڑا کر آپ سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ مردے پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے بتاؤ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اس کا جواب فوراً ان آیات کی صورت میں دیا گیا اور بتلایا گیا کہ اس انسان کو یہ نہیں سوجھتا کہ پہلے یہ کیا تھا؟ اس کو اپنی اصلیت یاد نہیں کہ وہ ایک ناچیز قطرہ تھا جس کو خدا نے کیا سے کیا بنا دیا۔ اس قطرہ کو اس کی ماں کے پیٹ میں پرورش کیا اور یہ جیتا جاگتا انسان بن گیا۔ پھر ماں کے پیٹ سے نکل کر بھی اس کی پرورش کا سامان کر دیا پھر رفتہ رفتہ یہ اس قابل ہوا کہ اس کو زور اور قوت گویائی عطا کی کہ بات بات پر جھگڑنے اور باتیں بنانے لگا اور اپنی ناچیز اصلیت کو بھول گیا۔ حتیٰ کہ آج اپنی حد سے بڑھ کر اپنے خالق ورازق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا اور خدا پر کیسے فقرے چسپاں کرتا ہے گویا اس قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح فرض کر لیا ہے جو کہتا ہے کہ جب بدن گل سڑ کر صرف ہڈیاں رہ گئیں وہ بھی بوسیدہ پرانی اور کھوکھری تو انہیں دوبارہ کون زندہ کرے گا۔ ایسا سوال کرتے وقت اسے اپنی پیدائش یاد نہیں رہی ورنہ اس قطرۂ ناچیز نطفۂ حقیر سے پیدا ہونے والے کو ایسے الفاظ کی جرات نہ ہوتی۔ بہرحال اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے سوال کے جواب میں کہہ دیجئے کہ جس نے پہلی مرتبہ ان ہڈیوں میں جان ڈالی اسے دوسری بار جان ڈالنا کیا مشکل ہے بلکہ پہلے سے زیادہ آسان ہونا چاہئے اور اس قادر مطلق کے لئے تو سبھی چیز آسان ہے۔ پہلی مرتبہ ہو یا دوسری مرتبہ وہ ہر طرح بنانا جانتا ہے اور بدن کے اجزاء اور ہڈیوں کے ریزے جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہوں ان کا ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ بعض ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے اور تم پھر اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو؟ چنانچہ عرب میں ایک درخت تھا جس کو مرخ کہتے تھے اور دوسرا درخت جس کو عفار کہتے تھے ان سے اہل عرب چقماق کا کام لیتے تھے۔ ان دونوں درختوں کی ہری بھری ٹہنیاں مثل مسواک کے لے کر اہل عرب ایک دوسرے پر مارتے تھے تو ان سے آگ جھڑنے لگتی تھی۔ قدیم زمانہ میں عرب کے بدوی آگ جلانے کے لئے یہی طریقہ استعمال کرتے تھے تو جس قادر کو ہرے درخت سے آگ پیدا کرنا مشکل نہیں اسے بوسیدہ ہڈی سے دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ جس خدا نے یہ عظیم الشان آسمان بنا کر کھڑے کر دیئے اور زمین کو پیدا کر دیا اسے ان کافروں جیسی چھوٹی چیز کا دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ اس کی قدرت تو ایسی ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا۔ وہ فوراً ہو جاتی ہے ایک سیکنڈ کی تاخیر نہیں ہو سکتی تو اس صورت میں مرے ہوؤں کو دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔ ان سب مقدمات ودلائل سے ثابت ہو گیا کہ اس کی ذات پاک ہے اور وہ اعلیٰ ترین ہستی ہے جس کے دست قدرت میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے یعنی وہ کسی طرح کے عجز وغیرہ کے نقص سے بالکل پاک ومنزہ ہے فی الحال بھی تمام مخلوقات کی زمام حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے اور آئندہ بھی سب کو لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے یعنی خاتمہ کلام پر والیہ ترجعون فرما کر نتیجہ کے طور پر ثابت فرما دیا گیا کہ حشر ضرور برپا ہو گا۔ مرنے کے بعد سب کو زندہ ہونا ہے اور خدا تعالیٰ کے سامنے سب کو کھڑا ہونا ہے۔

ان آیات کے تحت علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی بات تو ان آیات سے اور دوسری قرآنی آیات واحادیث میں جس معاد اور حشر ونشر کی خبر دی گئی ہے یہ معلوم ہوئی کہ وہ حشر جسمانی ہے اسی جسم انسانی کی بوسیدہ ہڈیاں دوبارہ زندہ کی جائیں گی اور روح کا دوبارہ تعلق انہی اجزاء ترابیہ کے ساتھ ہو گا جن سے دنیاوی جسم مرکب ہے۔ یعنی اسی بدن عنصری کے ساتھ علی وجہ الکمال والا تمام انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور حشر کے بعد جو جسم عطا ہو گا وہ ہو بہو پہلے جسم کے پورا مشابہ ہو گا جو اس کو دنیا میں حاصل تھا اور اسی حشر جسمانی پر تمام انبیاء ومرسلین کا اور تمام صحابہ وتابعین کا اور تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے جبکہ فلاسفہ معاد جسمانی کے منکر ہیں اور معاد روحانی کے قائل ہیں۔

یہاں ان خاتمہ کی آیات میں منکرین حشر ونشر کے شبہات کا جو مکمل مفصل اور مدلل جواب دیا گیا ہے وہ چار دلائل پر مبنی ہے:۔

پہلی دلیل بعث بعد الموت یعنی دنیا میں مرکر دوبارہ زندہ ہونے کی یہ دی گئی کہ جس علیم وحکیم وقدیر خدا نے انسان کو دنیا میں ایک حقیر ناپاک اور گندے قطرہ سے پیدا کیا جو بظاہر ایک بے روح چیز ہے اور اس میں ہوش وحواس اور اعضاء وجوارح کچھ بھی نظر نہیں آتے۔ پس جب انسان قدرت الٰہی سے پیدا اور زندہ ہو گیا حالانکہ وہ اس سے پہلے کچھ نہ تھا تو وہی قادر انسان کے مرنے کے بعد بھی گلی اور سڑی ہڈیوں کے متفرق ریزوں کو جمع کر کے اس کو دوبارہ زندہ کرسکتا ہے پہلی بار پیدا کرنا اور دوسری بار پیدا کرنا خدا کی قدرت کے اعتبار سے سب برابر ہے۔

دوسری دلیل یہ دی گئی کہ جو قادر خدا تمہارے لئے سرسبز اور ہرے بھرے درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے اور ایک ضد سے دوسری ضد پیدا کرسکتا ہے کہ آگ اور پانی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور مرخ اور عفار کی دو سرسبز ٹہنیوں سے جن سے پانی ٹپکتا ہو آپس میں رگڑنے سے آگ نکل پڑتی ہے تو وہی خدا دوسری بار انسان کو گلی سڑی ہڈیوں سے بھی پیدا کرسکتا ہے۔

تیسری دلیل یہ دی گئی کہ وہ خدا جس نے آسمان اور زمین جیسے اجسام عظیمہ پیدا کئے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ایک پانچ فٹ کے انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کردے۔

چوتھی دلیل یہ دی گئی کہ جس خدا کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اس کا صرف یہ کہنا کافی ہے کہ ''ہوجا'' بس وہ چیز فوراً ہوجاتی ہے اور عدم سے نکل کر وجود میں آ جاتی ہے پس جو خدا اس غیر محدود قدرت کا مالک ہو اسے روئے زمین کے انسانوں کو دوبارہ پیدا کردینا کیا مشکل ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا علم وقدرت ہر ہر ذرہ کو محیط ہے۔ تو جس نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو پہلی بار وجود عطا کیا اور زندگی بخشی اور جب تک چاہا اس کو زندہ رکھا اسی طرح مرنے کے بعد جب چاہے گا اس کو زندہ کردے گا۔ اس لئے کہ وہ اس کے ہر ہر ذرہ کو خوب جانتا ہے جہاں وہ متفرق پڑا ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے (گذشتہ امتوں میں سے) اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی (اور بڑا ظلم کیا کہ اللہ کی نافرمانی والی زندگی گزارتا رہا) جب اس کی موت کا وقت آیا تو (اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر کے اس پر اللہ کے خوف کا بہت زیادہ غلبہ ہوا اور آخرت کے برے انجام سے وہ بہت ڈرا۔ یہاں تک کہ) اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو تم مجھے جلا کر راکھ کردینا پھر تم میری اس راکھ میں سے آدھی تو کہیں خشکی میں بکھیر دینا اور آدھی کہیں دریا یا سمندر میں بہا دینا۔ خدا کی قسم اگر اللہ نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے ایسا سخت عذاب دے گا جو دنیا جہان میں کسی کو بھی نہ دے گا۔ اس کے بعد جب وہ مرگیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا (یعنی جلا کر اس کی راکھ کو کچھ خشکی میں ہوا میں اڑا دیا اور کچھ پانی میں بہادیا) پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے خشکی اور تری سے اس کے اجزاء جمع ہوئے (اور اس کو دوبارہ زندہ کیا گیا) پھر اس سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا اے میرے مالک! تو خوب جانتا ہے کہ تیرے ڈر سے ہی میں نے ایسا کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کی بخشش کا فیصلہ فرمادیا شارحین نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کسی زمانے کے جس شخص کا یہ واقعہ ذکر فرمایا ہے وہ بیچارہ خدا کی شان اور اس کی صفات سے بھی ناواقف تھا اور اعمال بھی اچھے نہ تھے لیکن مرنے سے پہلے اس پر خدا کے خوف کی کیفیت اتنی غالب ہوئی کہ اس نے اپنے بیٹوں کو ایسی جاہلانہ وصیت کردی اور بیچارہ سمجھا کہ میری راکھ کے اس طرح خشکی وتری میں منتشر ہوجانے کے بعد میرے پھر زندہ ہونے کا کوئی امکان نہ رہے گا۔ لیکن اس جاہلانہ غلطی کا منشا اور سبب چونکہ خدا کا خوف اور اس کے عذاب کا ڈر تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے کرم نے اس کو بھی معاف کردیا اور اس کو بخش دیا۔ (معارف الحدیث جلد دوم صفحہ ۴۶-۴۷)

غرض یہ کہ خدا تعالیٰ نے جس کو عقل سلیم دی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہزار بار پیدا کرنے اور ہزار بار موت دینے اور ہزار بار پھر زندہ کرنے پر قادر ہے اور یہ امر خدا کی قدرت کاملہ کے اعتبار سے نہ محال ہے اور نہ بعید ہے۔ الحمد للہ اس درس پر سورۂ یٰسین شریف کا بیان ختم ہوا جس میں ۵ رکوع تھے۔ اس کے بعد اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔ انشاء اللہ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَانِ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝۱ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝۲ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝۳ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

قسم ہے اُن فرشتوں کی جو صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں پھر اُن فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں پھر اُن فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ تمہارا معبود (برحق) ایک ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ قسم | اَلصّٰٓفّٰتِ صف باندھنے والے | صَفًّا پرا جما کر | فَالزّٰجِرٰتِ پھر ڈانٹنے والے | زَجْرًا جھڑک کر | فَالتّٰلِيٰتِ پھر تلاوت کرنے والے | ذِكْرًا ذکر (قرآن) |
| اِنَّ بیشک | اِلٰهَكُمْ تمہارا معبود | لَوَاحِدٌ البتہ ایک | رَبُّ پروردگار | السَّمٰوٰتِ آسمانوں | وَالْاَرْضِ اور زمین | وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو انکے درمیان |
| | وَرَبُّ اور پروردگار | الْمَشَارِقِ مشرقوں | | | | |

## تفسیر وتشریح

الحمدللہ قرآن کریم کی پانچ منزلوں کا بیان سورۂ یٰسین پر ختم ہو گیا تھا۔ اب چھٹی منزل کی ابتداء ۲۳ویں پارہ کی سورۂ صٰفّٰت سے ہو رہی ہے جس کی چند ابتدائی آیات اس وقت زیر تفسیر ہیں۔ ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام نزول خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ابتدا ہی لفظ والصّٰفّٰت سے ہوئی ہے۔ صفت کے معنٰی ہیں صف باندھنے والے۔ اس لئے اس سورۃ کا نام علامت کے طور پر صٰفّٰت مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۳۷ویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۰ ہے یعنی ۴۹ سورتیں مکہ معظمہ میں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۶۴ سورتیں اس سورۃ کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۱۸۲ آیات ۵ رکوعات ۸۷۳ کلمات اور ۳۹۵۱ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں عقائد سے متعلق مضامین توحید رسالت آخرت وغیرہ خاص طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ جس وقت

اس سورۃ کا نزول ہوا ہے وہ وہ وقت تھا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید و اسلام کا انکار و مخالفت پوری شدت کے ساتھ کفار مکہ کر رہے تھے اس لئے اس سورۃ میں کفار مکہ کو نہایت پرزور طریقہ سے تنبیہ کی گئی اور آخیر میں انہیں صاف صاف خبردار کر دیا گیا کہ عنقریب یہی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کا تم مذاق اڑا رہے ہو تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے تم پر غالب آ جائیں گے اور تم اللہ کے لشکر کو اپنے گھر کے صحن میں اترا ہوا پاؤ گے۔ یہ پیشین گوئی اس زمانہ میں کی گئی تھی جبکہ مخالفین کو اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی اور غلبہ کے ظاہری آثار دور دور بھی کہیں نظر نہ آتے تھے۔ جس وقت اہل اسلام بری طرح ظلم وستم کا نشانہ بن رہے تھے اور مسلمانوں کی قریب تین چوتھائی تعداد مکہ چھوڑ کر ہجرت کر چکی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بمشکل ۴۰-۵۰ صحابہ مکہ میں رہ گئے تھے اور انتہائی بے بسی کے ساتھ کفار کی زیادتیاں برداشت کر رہے تھے ان حالات میں ظاہر اسباب کو دیکھتے ہوئے اہل مکہ کسی طرح باور نہ کر سکتے تھے کہ غلبہ آخر کار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی مٹھی بھر بے سروسامان جماعت کو نصیب ہوگا۔ بلکہ دیکھنے والے تو یہ ہی سمجھ رہے تھے کہ یہ

دین اسلام مکہ کی گھاٹیوں ہی میں ختم ہو کر رہ جائے گا۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ صرف ۱۵-۱۶ سال کے عرصہ میں فتح مکہ کے موقع پر ٹھیک وہی کچھ پیش آیا جس سے کفار کو خبردار کیا گیا تھا۔ تنبیہ کے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ نے اس سورۃ میں تفہیم اور ترغیب کا حق بھی پورا پورا ادا فرمایا اور توحید و آخرت کے عقیدہ کی صحت پر مختصر مگر دل نشین دلائل دیئے گئے اور مشرکین کے عقائد کا رد فرمایا گیا اور ان کی گمراہیوں کے برے نتائج سے انہیں آگاہ کیا گیا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ ایمان اور عمل صالح کے نتائج کس قدر شاندار ہیں اسی سلسلہ میں گذشتہ انبیائے کرام کا ذکر فرمایا گیا جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء کے ساتھ اور ان کی تکذیب کرنے والی قوم کے ساتھ کیا معاملہ رہا ہے کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے وفادار بندوں کو نوازا اور کس طرح ان کے جھٹلانے والوں کو سزا دی۔

جو تاریخی واقعات اس سورۃ میں بیان کئے گئے ہیں ان میں سب سے زیادہ سبق آموز واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ کا وہ اہم واقعہ ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم پاتے ہی اپنے پیارے اور اکلوتے بیٹے کو قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اس میں نہ صرف کفار مکہ ہی کے لئے سبق تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اپنے نسبی تعلقات پر فخر کرتے تھے بلکہ ان مسلمانوں کے لئے بھی سبق تھا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تھے اور یہ واقعہ سنا کر انہیں تعلیم دی گئی کہ ایک مومن صادق کو کس طرح اللہ کی رضا پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ سورۃ کے آخر میں جہاں کفار کو تنبیہ دی گئی وہیں اہل ایمان کو بشارت سنائی گئی اور خوشخبری دی گئی کہ اس وقت جن مصائب سے انہیں سابقہ پڑ رہا ہے ان پر گھبرائیں نہیں آخر کار غلبہ انہی کو نصیب ہو گا اور باطل کے علمبردار جو اس وقت غالب نظر آ رہے ہیں یہ انہی کے ہاتھوں مغلوب اور مفتوح ہو کر رہیں گے۔ چنانچہ چند ہی سال بعد واقعات نے بتلا دیا کہ یہ محض وقتی تسلی نہ تھی بلکہ ایک ہونے والا واقعہ تھا جس کی پیشین گوئی فرما کر ان کے دل مضبوط کئے گئے تھے۔

اللہ اللہ ایک وہ وقت تھا جبکہ صحابہ کرامؓ نے اپنی جانی و مالی قربانیاں دے کر اس اسلام کے باغ کو لگایا تھا اور اسکے پودے کو اپنے خون سے سینچا تھا۔ ایک یہ زمانہ ہے اس لگے ہوئے باغ کو اجاڑنے اور ویران کرنے کی فکر میں غیر نہیں اپنے لگے ہوئے ہیں۔ یہ خصوصاً پاکستان میں چند سال پہلے کا کبھی نہ بھولنے والا زمانہ رہا ہے جبکہ کوئی قرآن پر ہاتھ صاف کرتا رہا تو کوئی حدیث کا انکار کرتا رہا۔ کوئی ارکان اسلام نماز روزہ حج زکوٰۃ کو "مولویوں" کی پیداوار کہہ کر ان سے آزاد ہو رہا تھا تو کوئی مذہب ہی کے نام سے بیزار اور مسلمانوں کو ذلت و خواری سے بچانے کے لئے مذہب اور دقیانوسیت کو چھوڑنے کی تلقین کرتا رہا۔ کوئی قمار جوئے اور سود کو حلال کرنے کی فکر میں لگا رہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ بات ضمناً بیچ میں صحابہ کرامؓ کی قربانیوں پر آ گئی تھی۔

خلاصہ یہ کہ اصل موضوع اس سورۃ کا توحید و آخرت ہے اور اسی کی تعلیم دی گئی ہے اور اسی کے تقاضوں کے مطابق زندگی سنوارنے والوں کو کامیابی کی بشارت اور اس کے خلاف کرنے والوں کو بدانجامی سے ڈرایا گیا ہے۔ اب اس تمہید کے بعد ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔

سورۃ کی ابتدا تین قسمیہ جملوں سے فرمائی جاتی ہے:۔

(۱) قسم ہے ان فرشتوں کی جو عبادت میں یا حق تعالیٰ کا حکم سننے کے وقت صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(۲) قسم ہے ان فرشتوں کی جو آسمانی خبریں لانے سے شیاطین کی بندش کرنے والے ہیں۔ (۳) قسم ہے ان فرشتوں کی جو ذکر الٰہی تسبیح و تقدیس کی تلاوت کرنے والے ہیں۔

یہ پچھلی سورۃ میں بھی کہا جا چکا ہے کہ قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے متعدد جگہ قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق اور صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے بعض علماء نے لکھا ہے کہ قرآن شریف عربوں کی زبان میں نازل ہوا ہے اور عربوں کا طریقہ تھا کہ کوئی کلام اور بیان اس وقت فصیح بلیغ نہیں سمجھا جاتا تھا جب کہ اس میں قسمیں نہ ہوں اس لئے قرآن پاک میں بھی قسمیں کھائی گئیں کہ فصاحت عرب کی یہ قسم بھی رہنے نہ پائے۔ اور بھی وجوہات علماء نے لکھی ہیں۔ الغرض

مخاطبین کو پختہ وثوق و یقین دلانے کے لئے کلام کو قسم کے ساتھ شروع فرمایا گیا اور تین چیزوں کی قسم کھائی گئی۔ اول والصفت صفاً۔ جس کے لفظی معنیٰ ہیں صف باندھنے والے۔ مفسرین نے اس سے مراد وہ فرشتے لئے ہیں جو حق تعالیٰ کی عبادت میں یا حق تعالیٰ کا حکم سننے کے وقت صف باندھ کر قطار در قطار کھڑے ہوتے ہیں۔

دوسرے فالزٰجرٰت زجراً جس کے لفظی معنیٰ ہیں بندش کرنے والے ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے پھٹکارنے والے۔ مراد اس سے وہ فرشتے ہیں جو آسمانی خبریں لانے سے شیاطین کی بندش کرنے والے ہیں۔ تیسری فالتٰلیٰت ذکراً یعنی ذکر کرنے والے مراد اس سے وہ فرشتے ہیں جو ذکر الٰہی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں۔

اب یہاں اس سورۃ کی ابتدا میں فرشتوں کی قسم کھانے کی وجہ مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ اس سورۃ کا مرکزی مضمون توحید اور رد شرک ہے اور شرک میں بھی اس خاص شرک کی تردید ہے جس کے تحت اہل مکہ اور مشرکین عرب فرشتوں کو (معاذ اللہ) اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ چنانچہ سورۃ کی ابتداء ہی میں فرشتوں کی قسم کھا کر ان کے وہ اوصاف بیان کر دیئے گئے جن سے ان کی مکمل بندگی کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بات غور کرنے سے صاف سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ فرشتوں کا رشتہ باپ بیٹی کا (معاذ اللہ) نہیں بلکہ خالق و مخلوق اور آقا و بندہ کا ہے غرض کہ ان تینوں قسموں کے بعد جو بات کہی جاتی ہے وہ یہ کہ تمہارا معبود برحق ایک ہے۔ آگے دلیل اس توحید کی دی جاتی ہے اور وہ یہ کہ وہ پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا یعنی ان کا مالک اور متصرف ہے اور جو مالک ہے مشارق کا۔ مشارق سے مراد آفتاب کے طلوع ہونے کے مواقع ہیں۔ سورج ہمیشہ ایک ہی مطلع سے نہیں نکلتا بلکہ ہر روز ایک نئے زاویہ سے طلوع ہوتا ہے اور اس طرح سال کے ۳۶۵ مشرق ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے مشرق کی بجائے جمع کا صیغہ یعنی مشارق استعمال کیا گیا۔

اب یہاں فرشتوں کی صفت ''صف بندی'' کی جو ذکر فرمائی گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ ہر کام میں نظم و ضبط اور ترتیب و سلیقہ کا لحاظ رکھنا دین میں مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو یا اس کے احکام کو سن کر ان کی تعمیل ہو یہ مقاصد اس طرح بھی حاصل ہو سکتے تھے کہ فرشتے بجائے صف باندھنے کے ایک غیر منظم بھیڑ کی شکل میں جمع ہو جایا کرتے۔ اس بدنظمی کی بجائے اللہ تعالیٰ نے انہیں صف بندی کی توفیق عطا فرمائی اور یہاں فرشتوں کے اوصاف میں سے سب سے پہلے اسی وصف کو ذکر فرمایا۔ اسی طرح انسانوں کو بھی عبادت کے لئے صف بندی کی ترغیب و تاکید کی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نماز میں اس طرح صف بندی کیوں نہیں کرتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے حضور کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ فرشتے اپنے رب کے حضور کس طرح صف بندی کرتے ہیں؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا۔ وہ صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صف میں پیوست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں (یعنی بیچ میں خالی جگہ نہیں چھوڑتے) نماز میں صفوف کی درستی یعنی صفوں کو پورا کرنے اور سیدھا رکھنے کی بہت ہی تاکید احادیث میں وارد ہوئی ہے اور اس کے خلاف کرنے اور صفوں کو آگے پیچھے رکھنے میں دلوں میں اختلاف پیدا ہو جانے کی وعید سنائی گئی ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں جو حقیقت ذہن نشین کرائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ کائنات کا مالک اور فرمانروا ہی انسانوں کا اصل معبود ہے اور وہی درحقیقت معبود ہو سکتا ہے اور اسی کو معبود ہونا چاہئے۔ یہ بات سراسر عقل کے خلاف ہے کہ رب یعنی مالک، حاکم، مربی و پروردگار کوئی اور ہو اور عبادت کا مستحق یعنی الٰہ کوئی اور ہو جائے عبادت کا استحقاق پہنچتا ہی اس کو ہے جو کامل اقتدار رکھتا ہے اور کامل اقتدار کا مالک چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے وہی تنہا معبود حقیقی ہے۔ اس طرح سورۃ کی ابتدا توحید کے مضمون سے فرمائی گئی جو کہ قرآن پاک کا خاص الخاص موضوع دعوت ہے اور جس پر تمام مسئلوں سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اب آگے اسی وحدانیت کی دلیل دی گئی ہے جس کا بیان اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ ۝٦ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝٧ لَا يَسَّمَّعُوْنَ

ہم ہی نے رونق دی ہے اس طرف والے آسمان کو ایک عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ اور حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے وہ شیاطین عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے

اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝٨ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝٩ اِلَّا مَنْ

اور وہ ہر طرف سے مار کر دھکے دیدیئے جاتے ہیں اور ان کیلئے دائمی عذاب ہوگا مگر جو شیطان کچھ خبر لے ہی بھاگے

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝١٠ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا

تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے۔ تو آپ ان سے پوچھئے کہ یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی یہ چیزیں

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝١١ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝١٢ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝١٣ وَاِذَا رَاَوْا

(کیونکہ) ہم نے ان لوگوں کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو یہ سمجھتے نہیں

اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝١٤ وَقَالُوْا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝١٥

اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اِنَّا زَيَّنَّا بیشک ہم نے مزین کیا | السَّمَآءَ الدُّنْيَا آسمانِ دنیا | بِزِيْنَةِ زینت سے | الْكَوَاكِبِ ستارے | وَحِفْظًا اور محفوظ کیا | مِنْ سے | كُلِّ شَيْطٰنٍ ہر شیطان | |
| مَارِدٍ سرکش | لَا يَسَّمَّعُوْنَ کان نہیں لگا سکتے | اِلٰى طرف | الْمَلَاِ الْاَعْلٰى ملائے اعلیٰ | وَيُقْذَفُوْنَ اور مارے جاتے ہیں | مِنْ سے | كُلِّ جَانِبٍ ہر طرف | |
| دُحُوْرًا بھگانے کو | وَلَهُمْ اور ان کیلئے | عَذَابٌ وَّاصِبٌ عذاب دائمی | اِلَّا سوائے | مَنْ جو | خَطِفَ لے بھاگا | الْخَطْفَةَ اُچک کر | فَاَتْبَعَهٗ تو اسکے پیچھے لگا |
| شِهَابٌ ثَاقِبٌ ایک انگارا دہکتا ہوا | فَاسْتَفْتِهِمْ پس ان سے پوچھیں | اَهُمْ کیا ان | اَشَدُّ خَلْقًا زیادہ مشکل پیدا کرنا | اَمْ یا | مَنْ جو | خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا | |
| اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ بیشک ہم نے پیدا کیا انہیں | مِنْ سے | طِيْنٍ لَّازِبٍ مٹی چپکتی ہوئی | بَلْ بلکہ | عَجِبْتَ آپ نے تعجب کیا | وَيَسْخَرُوْنَ اور وہ مذاق اڑاتے ہیں | | |
| وَاِذَا اور جب | ذُكِّرُوْا نصیحت کی جائے | لَا يَذْكُرُوْنَ وہ نصیحت قبول نہیں کرتے | وَاِذَا اور جب | رَاَوْا وہ دیکھتے ہیں | اٰيَةً کوئی نشانی | | |
| يَسْتَسْخِرُوْنَ وہ ہنسی میں اڑا دیتے ہیں | وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا | اِنْ نہیں | هٰذَا یہ | اِلَّا مگر۔صرف | سِحْرٌ مُّبِيْنٌ جادو کھلا | | |

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی توحید کے بیان سے فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ بلاشبہ تمہارا معبود ایک ہے جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کے درمیان کی چیزوں کا۔ اب آگے ان آیات میں پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک دلیل دی جاتی ہے کہ نظر اوپر اٹھاؤ تو اندھیری رات میں یہ آسمان بے شمار ستاروں کی جگمگاہٹ سے دیکھنے والوں کو کیسا خوبصورت مزین اور پررونق معلوم ہوتا ہے۔ یہ دنیا کا آسمان ہے۔ دنیا کے معنی سب سے قریب کے ہیں۔ اس سے بلندتر آسمان اور بھی ہیں تو اس آسمان دنیا کو اللہ تعالیٰ نے تاروں سے کیسی زینت و آرائش دی۔ یہاں آیت میں کواکب یعنی ستاروں کے دو کام بتلائے گئے ایک تو آسمان کی زیب و زینت اور دوسرے شیاطین سے حفاظت یعنی بعض تاروں کے ذریعہ جو ٹوٹتے ہیں شیطانوں کو روکنے اور دفاع کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ سورۂ حجر چودھویں پارہ میں بھی یہی فرمایا گیا "بلاشبہ ہم نے آسمان میں بڑے ستارے بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لئے ان سے آراستہ کیا اور ہم نے اسے یعنی آسمان کو ہر شیطان مردود سے محفوظ کر دیا۔ ہاں مگر کوئی بات فرشتوں کی چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے

پیچھے ایک شہاب ثاقب یعنی روشن شعلہ ہولیتا ہے"۔ ستاروں کے یہی دوکام یہاں آیت میں بھی بتلائے گئے۔ ایک تو زیب و زینت آسمان کی دوسرے شیاطین کا دفاع۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ فرشتوں کی عالم بالا میں کوئی بات وحی الٰہی کی سن آئیں۔ جب یہ شیاطین ایسا ارادہ کر کے اوپر آسمانوں کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو جس طرف سے جاتے ہیں ادھر ہی سے فرشتہ دھکے دے کر اور مار مار کر بھگا دیتے ہیں اور دنیا میں ہمیشہ ان پر یونہی مار پڑتی رہے گی اور آخرت کا دائمی عذاب الگ رہا۔ اور اس فرشتوں کی مار دھاڑ اور بھاگ دوڑ میں اگر شیاطین فرشتوں کی کوئی ایک آدھ بات اچک لائے اور کچھ خبر لے ہی بھاگے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے اور اس کو جلا کر پھونک دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عالم بالا کا انتظام اور وہاں کی بندش ایسی مضبوط ہے کہ کسی شیطان سرکش کا وہاں تک گزر نہیں اور وہ اس پر قادر نہیں کہ ملاء اعلیٰ یعنی گروہ ملائکہ کی باتیں سن سکے اور اس کی خبر دنیا میں لا کر کسی کو دے سکے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اس وقت عرب میں کہانت کا بڑا چرچا تھا۔ جگہ جگہ کاہن موجود تھے جو پیشین گوئیاں کرتے۔ غیب کی خبریں بتاتے اور لوگ اپنے اگلے پچھلے احوال دریافت کرنے کے لئے ان سے رجوع کرتے اور ان کاہنوں کا دعویٰ یہ تھا کہ جن اور شیاطین ان کے قبضہ میں ہیں اور وہ انہیں ہر طرح کی خبریں لا لا کر دیتے ہیں۔ ان حالات کی موجودگی میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر سرفراز ہوئے اور آپ نے قرآن مجید کی آیات سنائی شروع کیں جن میں پچھلے اور آئندہ کے پیش آنے والے حالات کی خبریں بھی دی گئیں اور ساتھ ہی آپ نے یہ بتایا کہ ایک فرشتہ یہ آیات میرے پاس لاتا ہے تو منکرین و مکذبین نے آپ کو کاہن کہنا شروع کر دیا کہ ان کا تعلق بھی دوسرے کاہنوں کی طرح کسی جن یا شیطان سے ہے جو عالم بالا سے کچھ خبریں ان کے پاس لاتا ہے اور یہ اسے وحی الٰہی بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ تو اس الزام کے رد میں بھی یہاں یہ حقیقت ظاہر فرمائی گئی شیاطین کی تو رسائی ہی عالم بالا تک نہیں ہو سکتی اور وہ اس پر قادر ہی نہیں کہ آسمان پر جا کر ملائکہ کی باتیں سن سکیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا کو مزین اور محفوظ بنایا ہے اور یہ دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کی اور تمام انتظامات و تصرفات اس کے دست قدرت میں ہونے کی اور اس طرح اس کے واحد ہونے کی۔ اب اثبات توحید کے بعد آگے اثبات بعث بعد الموت کے متعلق فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین جو قیامت کو نہیں مانتے اور اپنے دوبارہ پیدا کئے جانے کو تسلیم نہیں کرتے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے پوچھئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ آسمان، زمین، ستارے، فرشتے، جنات و شیاطین وغیرہ ساری مخلوقات بنائی ہے تو ان کا بنانا زیادہ مشکل ہے یا ان منکرین کا پیدا کرنا۔ یقیناً اتنی بڑی بڑی چیزیں بنانے کے مقابلہ میں انسان کا بنا دینا کچھ مشکل نہیں اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں انسان اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو ایک لیس دار چپکتے ہوئے گارے سے بنا کر تیار کر دیا اور پھر اس میں روح ڈال دی تو کیا اسی طرح دوبارہ مٹی سے انسانوں کو پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ یقین کرو کہ ضرور ایسا کیا جائے گا اور اللہ کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو تو ان منکرین پر تعجب ہوتا ہے کہ ایسی صاف باتیں کیوں نہیں سمجھتے اور وہ تمسخر کرتے ہیں کہ یہ کس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ آخر میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین نصیحت سن کر غور و فکر نہیں کرتے اور جو معجزات و نشانات دیکھتے ہیں تو بجائے اس کے کہ ان سے نصیحت حاصل کریں انہیں جادو کہہ کر ہنسی میں اڑا دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں آسمانوں، ستاروں اور شہاب ثاقب کا تذکرہ کرنے سے ایک مقصد تو توحید کا اثبات ہے اور وہ اس طرح کہ جس ذات عالی نے تنہا اپنی قدرت سے ایسے زبردست آفاقی انتظام کئے ہوئے ہیں وہی لائق عبادت و بندگی بھی ہے۔

دوسرے مشرکین کے باطل عقائد کی تردید بھی ہوگئی کہ جو شیاطین کو دیوی دیوتا یا معبود قرار دیتے ہیں اور یہاں جتلا دیا گیا کہ یہ شیاطین تو ایک مردود و مقہور مخلوق ہیں ان کو خدائی سے کیا واسطہ۔

اس کے علاوہ اسی مضمون میں ان مشرکین کی بھی تردید ہوگئی جو قرآن کریم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کو کاہنوں کی کہانت سے تعبیر کرتے تھے اور معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کاہن ہونے کا الزام لگاتے تھے۔ تو یہاں یہ بتلا دیا گیا کہ شیاطین کی عالم بالا تک رسائی ممکن ہی نہیں اور وہ غیب کی سچی خبریں سن ہی نہیں سکتے تو وہ کاہنوں کو غیب کی خبریں کیسے لا کر دے سکتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کہانت کا الزام معاندین کیسے چسپاں کرتے ہیں۔

آگے مر کر دوبارہ زندہ نہ ہونے کے متعلق منکرین کا قول نقل فرما کر اس کا رد کیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

(کیونکہ) بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم (پھر) زندہ کیے جاویں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی آپ کہہ دیجیے کہ ہاں (ضرور زندہ ہو گے) اور تم ذلیل بھی ہو گے۔

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ

پس قیامت تو بس ایک للکار ہوگی سو سب یکایک دیکھنے بھالنے لگیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کمبختی یہ تو وہی روز جزا (معلوم ہوتا) ہے۔ (ارشاد ہوگا کہ ہاں) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے

الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾

جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے جمع کر لو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ

پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ بتلاؤ اور (اچھا) ان کو (ذرا) ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جاویگا کہ اب تم کو کیا ہوا ایک دوسرے کی

لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾

مدد نہیں کرتے بلکہ وہ سب کے سب اس روز سر افگندہ (کھڑے) ہونگے

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ءَاِذَا کیا جب | مِتْنَا ہم مر گئے | وَكُنَّا اور ہم ہو گئے | تُرَابًا مٹی | وَعِظَامًا اور ہڈیاں | ءَاِنَّا کیا ہم | لَمَبْعُوْثُوْنَ پھر اٹھائے جائیں گے | اَوَ کیا | |
| اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ہمارے باپ دادا پہلے | قُلْ فرما دیں | نَعَمْ ہاں | وَاَنْتُمْ اور تم | دَاخِرُوْنَ ذلیل وخوار | فَاِنَّمَا هِيَ پس اس کے سوا نہیں وہ | زَجْرَةٌ للکار | | |
| وَّاحِدَةٌ ایک | فَاِذَا پس ناگہاں | هُمْ وہ | يَنْظُرُوْنَ دیکھنے لگیں گے | وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے | يٰوَيْلَنَا ہائے ہماری خرابی | هٰذَا یہ | يَوْمُ الدِّيْنِ بدلے کا دن | |
| هٰذَا یہ | يَوْمُ الْفَصْلِ فیصلے کا دن | الَّذِيْ وہ جس | كُنْتُمْ تم تھے | بِهٖ اس کو | تُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے | اُحْشُرُوا تم جمع کرو | الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وہ جنھوں نے ظلم کیا (ظالم) | |
| وَاَزْوَاجَهُمْ اور ان کے جوڑے (ساتھی) | وَمَا اور جس | كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ وہ پرستش کرتے تھے | مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | فَاهْدُوْهُمْ پس تم ان کو دکھاؤ | | | | |
| اِلٰى طرف | صِرَاطِ راستہ | الْجَحِيْمِ جہنم | وَقِفُوْهُمْ اور ٹھہراؤ ان کو | اِنَّهُمْ بیشک وہ | مَّسْئُوْلُوْنَ ان سے پرسش ہوگی | مَا لَكُمْ کیا ہوا تمہیں | | |
| لَا تَنَاصَرُوْنَ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے | بَلْ هُمْ بلکہ وہ | الْيَوْمَ آج | مُسْتَسْلِمُوْنَ سر جھکائے فرمانبردار | | | | | |

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منکرین قیامت ومکذبین آخرت کا ذکر ہوا تھا کہ جب ان کو قرآن کے ذریعہ سے آخرت وقیامت اور وہاں کی جزا وسزا کے متعلق بتلایا اور سمجھایا جاتا ہے تو ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا اور اللہ کے رسول کی باتوں کو ہنسی اور مذاق میں ٹال دیتے ہیں اب آگے انہی منکرین ومکذبین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور تمہارے اعمال کی بابت تم سے باز پرس ہوگی اور اس کی جزا وسزا تم کو بھگتنا ہوگی تو یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد تو ہم مٹی ہو جائیں گے۔ بدن گل سڑ کر خاک میں مل جائے گا۔ شاید ہڈیاں کچھ روز رہیں۔ پھر ہمارے باپ دادا کو مرے ہوئے مدتیں گزر گئیں۔ ان کی تو ہڈیوں تک کا بھی نشان نہ رہا ہوگا۔ تو ہم کس طرح مان لیں کہ ہمارا اور ہمارے باپ دادا کے بدن مٹی ہو جانے کے بعد پھر بن جائیں گے اور سب از سر نو زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے؟ ہماری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین ہوتی ہے کہ آپ ان منکرین سے

کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا مرنے کے بعد سارے انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اس لئے تم بھی ضرور اٹھائے جاؤ گے اور یہ بھی یاد رکھو کہ آج جو اس بات کا انکار کر رہے ہیں اس وقت دوسری زندگی میں ذلیل ورسوا ہو کر اس انکار کی سزا بھگتیں گے۔ اب رہا یہ سوال کہ دوبارہ زندہ ہونا ہوگا کس طرح؟ اس کی بابت بتلایا جاتا ہے کہ صور کی آواز سے سب کو جھنجھوڑ دیا جائے گا۔ ایک جھڑکی سب کو زندہ کرنے کے لئے کافی ہوگی۔ سنتے ہی سب جہاں کہیں بھی ہوں گے اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرت ودہشت سے ادھر ادھر دیکھنے لگیں گے کہ یہ کیسی آواز تھی کہ جس نے ہمیں اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ آگے قیامت کے دن کفار کا اپنے تئیں ملامت کرنا پچھتانا اور حسرت وافسوس کرنا بیان ہو رہا ہے کہ وہ نادم ہو کر قیامت کے دہشت خیز اور وحشت انگیز امور کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہائے کمبختی یہ تو وہی دن آ پہنچا جس کی خبر ہمیں دنیا میں اللہ کے رسولؑ دیا کرتے تھے اور ہم جس کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ افسوس ہمارے حال پر آج ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ وہ بالکل سچ کہتے تھے اس پر ارشاد ہوگا کہ ہاں یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے اور سچا نہ مانتے تھے۔ اسی دن کے لئے تو ہم نے تمہارے پاس رسول بھیجے تھے کہ ہمارا پیغام تم تک پہنچا دیں اور ڈرا دیں کہ اگر ہمارے رسول اور ہماری کتاب کے کہنے پر نہ چلے تو تمہارا برا حشر ہوگا۔ تمہیں چاہئے تھا کہ دنیا ہی میں قیامت پر ایمان لے آتے۔ آج جب وہ تمہارے سر پر آ ہی گئی تب تمہاری آنکھیں کھلی ہیں۔ اس کے بعد فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان ظالموں کافروں اور بے ایمانوں کو اور ان کے ساتھیوں اور جھوٹے معبودوں کو اکٹھا جمع کرو اور دوزخ کی طرف ہانک کر لے جاؤ۔ یہاں آیت میں احشروا الذین ظلموا وازواجھم وماکانوا یعبدون من دون اللہ فرمایا یعنی جمع کر لو سب ظالموں اور ان کی ازواج کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ خدا کو چھوڑ کر بندگی کیا کرتے تھے۔ تو یہاں لفظ ازواج استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد ان کی وہ بیویاں بھی ہو سکتی ہیں جو کفر وشرک میں ان کی رفیق تھیں اور اس سے وہ سب لوگ بھی مراد ہو سکتے ہیں جو انہی کی طرح باغی۔ نافرمان اور سرکش تھے اور اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ایک قسم کے مجرم و ظالم الگ الگ جتھوں کی شکل میں جمع کئے جائیں مثلاً زانی زانیوں کے ساتھ، سود خوار سود خواروں کے ساتھ، شرابی شرابیوں کے ساتھ، بت پرستوں کو بت پرستوں کے ساتھ وغیرہ وغیرہ پھر اس جگہ جو ان ظالموں کے ساتھ ان کے معبودوں کو بھی جمع کرنے کا حکم دیا گیا تو یہاں معبودوں سے مراد دو قسم کے معبود ہیں۔ ایک تو وہ جن وانس وشیاطین جن کی اپنی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان کی بندگی کریں۔ دوسرے وہ بت و صنم اور شجر وحجر وغیرہ جن کی پرستش کفار ومشرکین دنیا میں کرتے تھے۔ ان میں سے پہلی قسم کے معبود تو خود مجرمین میں شامل ہوں گے اور انہیں سزا کے طور پر جہنم کا راستہ دکھایا جائے گا اور دوسری قسم کے معبود اپنے پرستاروں کے ساتھ اس لئے جہنم میں ڈالے جائیں گے کہ وہ انہیں دیکھ کر ہر وقت شرمندگی محسوس کریں اور اپنی حماقت پر حسرت وافسوس کریں۔ آگے ارشاد ہے کہ دوزخ کی طرف لے جانے کے حکم کے بعد فرشتوں سے کہا جائے گا کہ ان کو ذرا ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جائے گا۔ چنانچہ ان سے یہ سوال ہوگا کہ آج تمہیں کیا ہو گیا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ فرشتے تمہیں گرفتار کئے ہوئے ہیں اور ہر ایک کان دبائے گرفتار ہے۔ کوئی کسی کی مدد کو نہیں بڑھتا دنیا میں تو تم اپنے مددگاروں اور ساتھیوں کے بل پر بہت کودتے تھے اور فوراً ایک دوسرے کی مدد کو تیار ہو جاتے تھے آج کیا ہوا کہ خاموش سر جھکائے کھڑے ہو۔ کسی میں ہمت نہیں کہ اپنے ساتھی کی مدد کر سکے۔ یہ خطاب بتلا رہا ہے کہ اس وقت بڑے بڑے ہیکڑ مجرمین کے کس اور بل نکل چکے ہوں گے اور کسی مزاحمت کے بغیر وہ کان دبائے جہنم کی طرف جا رہے ہوں گے۔ تو اس حالت کا نقشہ کھینچ کر یہاں یہ بات ذہن نشین کرائی ہے کہ دنیا میں جو لوگ گمراہی کا شکار ہیں اور ساتھ ہی ہمچو ما دیگرے نیست کے غرور میں مبتلا ہیں وہاں ان کا تکبر کس طرح خاک میں مل جائے گا اور کیسی ذلت ورسوائی ان کو نصیب ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کی ذلت ورسوائی سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔

اب آگے بتلایا جاتا ہے کہ بجائے ایک دوسرے کی مدد کرنے کے باہم ان ظالموں میں تنافر اور تنازع ہوگا اور باہم ایک دوسرے کو ملزم گردانیں گے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر جواب سوال (یعنی اختلاف) کرنے لگیں گے (چنانچہ) تابعین کہینگے کہ ہم پر تمہاری آمد بڑے زور کی ہوا کرتی تھی

بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ

متبوعین کہیں گے کہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے اور ہمارا تم پر کوئی زور تو تھا ہی نہیں بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے سو ہم سب پر ہی

عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿٣٢﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ

ہمارے رب کی یہ (ازلی) بات تحقیق ہو چکی تھی کہ ہم سب کو مزہ چکھنا ہے تو ہم نے تم کو بہکایا ہم خود بھی گمراہ تھے تو وہ سب کے سب اس روز عذاب میں (بھی) شریک رہیں گے

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(اور) ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں

يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ

تو تکبر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کی وجہ سے چھوڑ دیں گے۔ بلکہ ایک سچا دین لے کر آئے ہیں

وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ

اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں تم سب کو دردناک عذاب چکھنا پڑے گا اور تم کو اُسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے

تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾

ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں۔

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاَقْبَلَ اور رُخ کریگا | بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض (ایک) | عَلٰی بَعْضٍ بعض پر دوسرے کی طرف | يَتَسَآءَلُوْنَ باہم سوال کرتے ہوئے | قَالُوْٓا وہ کہیں گے | | | | | |
| اِنَّكُمْ بیشک تم | كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا تم ہم پر آئے تھے | عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں طرف سے | قَالُوْا وہ کہیں گے | بَلْ بلکہ | لَمْ تَكُوْنُوْا تم نہ تھے | مُؤْمِنِيْنَ ایمان لانیوالے | | | |
| وَمَا اور نہ | كَانَ تھا | لَنَا ہمارا | عَلَيْكُمْ تم پر | مِّنْ سُلْطٰنٍ کوئی زور | بَلْ بلکہ | كُنْتُمْ تم تھے | قَوْمًا ایک قوم | طٰغِيْنَ سرکش | فَحَقَّ پس ثابت ہوگئی |
| عَلَيْنَا ہم پر | قَوْلُ بات | رَبِّنَآ ہمارا رب | اِنَّا بیشک ہم | لَذَآئِقُوْنَ البتہ چکھنے والے | فَاَغْوَيْنٰكُمْ پس ہم نے بہکایا تمہیں | اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے | غٰوِيْنَ گمراہ | | |
| فَاِنَّهُمْ پس بیشک وہ | يَوْمَئِذٍ اس دن | فِى الْعَذَابِ عذاب میں | مُشْتَرِكُوْنَ مشترک (شریک) | اِنَّا بیشک ہم | كَذٰلِكَ اسی طرح | نَفْعَلُ کرتے ہیں | | | |
| بِالْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کے ساتھ | اِنَّهُمْ بیشک وہ | كَانُوْا وہ تھے | اِذَا جب | قِيْلَ کہا جاتا | لَهُمْ ان کو | لَآ نہیں | اِلٰهَ کوئی معبود | اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا | |
| يَسْتَكْبِرُوْنَ وہ تکبر کرتے تھے | وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں | اَئِنَّا کیا ہم | لَتَارِكُوْٓا چھوڑ دینے والے | اٰلِهَتِنَا اپنے معبود | لِشَاعِرٍ ایک شاعر کی خاطر | | | | |
| مَّجْنُوْنٍ دیوانے | بَلْ بلکہ | جَآءَ وہ آئے | بِالْحَقِّ حق کیساتھ | وَصَدَّقَ اور تصدیق کی | الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کی | اِنَّكُمْ بیشک تم | لَذَآئِقُوا ضرور چکھنے والے | | |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| الْعَذَابِ عذاب | الْاَلِيْمِ دردناک | وَمَا تُجْزَوْنَ اور تمہیں بدلہ نہ دیا جائے گا | اِلَّا مگر | مَا جو | كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے | اِلَّا مگر |
| عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے | الْمُخْلَصِيْنَ خاص کئے ہوئے | | | | | |

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین قیامت اور مکذبین آخرت کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ جب قیامت قائم ہوگی اور یوم محشر ہوگا اور صور پھونکنے پر سب دوبارہ زندہ ہوکر کھڑے ہوجائیں گے تو اس وقت انہیں حسرت وافسوس ہوگا کہ یہ تو وہی روز جزا اور فیصلہ کا دن آ گیا جس کا ہم زندگی میں انکار کیا کرتے تھے۔ پھر فرشتے ایسے تمام مجرمین کو جمع کرلیں گے اور ان کو ہانک کر جہنم کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا۔ اس وقت ان مجرمین اور کفار و مشرکین میں باہم سوال و جواب ہوں گے اور ایک دوسرے پر گمراہی کا الزام ڈالیں گے جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرنے لگیں گے کمزور اور چھوٹے بڑوں اور زبردستوں سے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے آج یہ دن دیکھنا پڑا۔ یہ تمہیں ہو جو دنیا میں بڑے زور سے ہم پر چڑھے چلے آتے تھے اور زور دے دے کر ہمیں بھلی باتوں سے روکتے اور برے کاموں کے کرنے کو کہا کرتے تھے۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایماندار بن جاتے۔ جب بڑے چھوٹوں کا یہ الزام اور لعن طعن سنیں گے تو جواب دیں گے کہ تم ہمیں کوئی الزام نہیں دے سکتے۔ ایمان لانا نہ لانا تمہارا اپنا کام تھا۔ تم خود ہی بے ایمان تھے۔ ہم نے کیا کیا۔ ہمارا تم پر ایسا زور تو نہ تھا کہ جو تمہارے دل میں ایمان نہ گھسنے دیتے۔ تمہارے دل پر ہمیں اختیار نہ تھا کہ ہم جدھر چاہتے اسے موڑ دیتے۔ یہ تو تم خود ہی بدطینت اور سرکش واقع ہوئے تھے کہ ہمارے اشاروں پر چل پڑے اور ہمارے بہکانے میں آ گئے۔ اگر عقل و فہم اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے تو ہماری باتوں پر کبھی کان نہ دھرتے۔ آخر دنیا میں ہم ہی تو صرف نہ تھے اچھی باتوں کے سمجھانے والے بھی تو موجود تھے۔ تم نے ان کا سمجھانا کیوں نہ مانا۔ اگر فرض کرو ہم تمہیں زور وشور سے بہکارہے تھے تو وہ بھی تو پورے خلوص اور خیرخواہی کے جذبہ سے تمہیں سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے تھے۔ پھر کیوں تم نے ان کی نہ سنی اور ہماری سن لی ہم تو ظاہر ہے خود گمراہ تھے اور ایک گمراہ سے بجز گمراہی کی طرف بلانے کے اور کیا توقع ہوسکتی ہے ہم نے وہی کیا جو ہمارے حال کے مناسب تھا لیکن تمہیں کیا مصیبت نے گھیرا تھا کہ جو تم ہمارے چکموں میں آ گئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ تم خود ہی بدباطن ظالم اور بے انصاف تھے۔ اگر تم خود دل سے برائی کی طرف مائل نہ ہوتے تو اچھوں کی سنتے اور بروں کو دھتا بتاتے۔ اب ہمیں الزام دینے سے کیا فائدہ۔ بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا۔ خدا کی حجت ہم پر قائم ہوئی۔ ہمارے رب نے جو اچھے اور بروں کے لئے فیصلہ کر رکھے تھے اور جزا و سزا کے جو احکام جاری کر رکھے تھے آج وہ پورے ہوکر رہیں گے اور ہم سب کو اپنی اپنی بداعمالیوں اور بدکرداریوں اور غلط کاریوں کا مزہ چکھنا ہے۔ آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سب مجرم درجہ بدرجہ عذاب میں شریک ہوں گے۔ جیسے جرم میں شریک تھے اور ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں اور نافرمانوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں آگے ان کے جرم کا بیان ہے کہ جب ہمارے رسول نے ان سے کہا لا الٰہ الا اللہ کہو تو انہیں تکبر نے یہ نہ کہنے دیا یعنی توحید کے بھی منکر تھے اور رسالت کے بھی اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کے کہنے کی وجہ سے چھوڑ دیں گے (العیاذ باللہ) حق تعالیٰ منکرین کے اس قول کی تردید میں آگے فرماتے ہیں کہ ہمارے رسول تو بالکل سچے ہیں۔ سچ لے کر آئے ہیں ساری

21

شریعت سراسر حق ہے یہ گذشتہ رسولوں کو بھی سچا مانتے ہیں اوران رسولوں نے جو صفتیں اور پاکیزگیاں آپ کی بیان کی تھیں ان کے صحیح مصداق آپ ہی ہیں۔اس انکارتوحیداوران گستاخیوں کا مزہ چکھو گے جو بارگاہ رسالت میں کررہے ہواوراس پراے منکرین تم سب تابع اور متبوع کو دردناک عذاب چکھنا پڑے گا اورتم کواسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہاں جواللہ کے خاص بندے صاحب ایمان اورحق کا اتباع کرنے والے ہیں وہ عنایات ونوازش وکرم سے نوازے جائیں گے۔

یہاں جو آیات میں تابعین ومتبوعین منکرین ومکذین کے متعلق یہ فرمایا گیا **فانهم یومئذ فی العذاب مشترکون** پس وہ سب کے سب اس روز عذاب میں شریک رہیں گے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو ناجائز کام کی دعوت دے اوراسے گناہ پرآمادہ کرنے کے لئے اپنااثرورسوخ استعال کرے تواسے دعوت گناہ کا عذاب تو بے شک ہوگا لیکن جس شخص نے اس کی دعوت کو اپنے اختیار سے قبول کرلیا وہ بھی اپنے عمل کے گناہ سے بری نہیں ہوسکتا وہ آخرت میں یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں پا سکتا کہ مجھے تو فلاں شخص نے گمراہ کیا تھا ہاں اگر اس نے گناہ کا ارتکاب اپنے اختیار سے نہ کیا ہو بلکہ جبرواکراہ کی حالت میں اپنی جان بچانے کے لئے کرلیا ہوتوایسی حالت میں اس کی معافی کی امید ہے۔(معارف القرآن جلد ۷ ص ۴۳۲)

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت کی ندامت وشرمندگی سے ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔

یااللہ ہمارے بڑوں اور چھوٹوں کو سب کو ہدایت سے نواز دیجئے اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی گمراہی سے ہم سب کو بچالیجئے۔

یااللہ مجرمین کے گروہ سے ہمیں دنیا میں بھی علیحدہ رکھئے اورآخرت میں بھی علیحدہ رکھئے اور ہمیں اپنے مخلصین ایماندار بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیے۔دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿41﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿42﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿43﴾ عَلٰى

اُن کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال (دوسری سورتوں میں) معلوم (ہو چکا) ہے یعنی میوے اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام کے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے

سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿44﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿45﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿46﴾ لَا فِيْهَا

ان کے پاس ایسا جام شراب لایا جائے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائیگا۔ سفید ہوگی۔ پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی نہ اُس میں

غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿47﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿48﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿49﴾

دردِ سر ہوگا اور نہ اُس سے عقل میں فتور آوے گا اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہونگی گویا وہ بیضے ہیں جو چھپے ہوئے رکھے ہیں

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿50﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿51﴾

پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر بات چیت کریں گے ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ملاقاتی تھا

يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿52﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿53﴾ قَالَ هَلْ

وہ کہا کرتا تھا کہ کیا تو بعث کے معتقدین میں سے ہے کیا جب ہم مرجاویں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاویں گے تو کیا ہم جزا و سزا دیئے جاویں گے ارشاد ہوگا کہ کیا تم

اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿54﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿55﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿56﴾ وَلَوْلَا

جھانک کر (اُس کو) دیکھنا چاہتے ہو سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو وسط جہنم میں دیکھے گا کہے گا کہ خدا کی قسم تو تو مجھ کو تباہ ہی کرنے کو تھا اور اگر

نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿57﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿58﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ

میرے رب کا (مجھ پر) فضل نہ ہوتا تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں ہوتا کیا ہم بجز پہلی بار کے مرچکنے کے اب نہیں مریں گے اور نہ ہم کو عذاب ہوگا

بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿59﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿60﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿61﴾

یہ بے شک بڑی کامیابی ہے ایسی ہی کامیابی کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اُولٰٓئِكَ یہی لوگ | لَهُمْ ان کیلئے | رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ رزق معلوم | فَوَاكِهُ میوے | وَهُمْ اور وہ | مُّكْرَمُوْنَ اعزاز والے ہوں گے | فِيْ میں | |
| جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمت کے باغات | عَلٰى پر | سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (جمع) | تخت آمنے سامنے | يُطَافُ دورہ ہوگا | عَلَيْهِمْ ان پر۔ انکے آگے | بِكَاْسٍ جام | |
| مِّنْ سے۔کا | مَّعِيْنٍ بہتا ہوا شروب | بَيْضَآءَ سفید | لَذَّةٍ لذت | لِّلشّٰرِبِيْنَ پینے والوں کیلئے | لَا فِيْهَا نہ اس میں | غَوْلٌ خرابی (دردِ سر) | وَ اور |
| لَا هُمْ نہ وہ | عَنْهَا اس سے | يُنْزَفُوْنَ بہکی باتیں کریں گے | وَعِنْدَهُمْ اور انکے پاس | قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ نیچی نگاہوں والیاں | عِيْنٌ بڑی آنکھوں والیاں | | |
| كَاَنَّهُنَّ گویا وہ | بَيْضٌ انڈے | مَّكْنُوْنٌ پوشیدہ رکھے ہوئے | فَاَقْبَلَ پس رخ کریگا | بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض ایک | عَلٰى بَعْضٍ بعض پر (دوسرے کی طرف) | | |
| يَّتَسَآءَلُوْنَ باہم سوال کرتے ہوئے | قَالَ کہے گا | قَآئِلٌ ایک کہنے والا | مِّنْهُمْ ان میں سے | اِنِّيْ بیشک میں | كَانَ تھا | لِيْ میرا | قَرِيْنٌ ایک ہم نشین |

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| يَقُوْلُ وہ کہتا تھا | اَئِنَّكَ کیا تو | لَمِنَ سے | الْمُصَدِّقِيْنَ سچ جاننے والے | ءَاِذَا کیا جب | مِتْنَا ہم مرگئے | وَكُنَّا اور ہو گئے | تُرَابًا مٹی | وَعِظَامًا اور ہڈیاں |
| ءَاِنَّا کیا ہم | لَمَدِيْنُوْنَ البتہ بدلہ دیے جائیں گے | قَالَ وہ کہنے لگا | هَلْ کیا | اَنْتُمْ تم | مُطَّلِعُوْنَ جھانکنے والے ہو | فَاطَّلَعَ تو وہ جھانکے گا | فَرَاٰهُ تو اسے دیکھے گا | |
| فِيْ میں | سَوَآءِ درمیان | الْجَحِيْمِ دوزخ | قَالَ وہ کہے گا | تَاللّٰهِ اللہ کی قسم | اِنْ كِدْتَّ تو قریب تھا | لَتُرْدِيْنِ کہ تو مجھے ہلاک کر ڈالے | وَلَوْ اور اگر | لَا نہ |
| نِعْمَةُ نعمت | رَبِّيْ میرا رب | لَكُنْتُ تو میں ضرور ہوتا | مِنَ سے | الْمُحْضَرِيْنَ حاضر کیے جانے والے | اَفَمَا نَحْنُ کیا پس نہیں ہم | بِمَيِّتِيْنَ مرنے والوں میں سے | | |
| اِلَّا سوائے | مَوْتَتَنَا ہماری موت | الْاُوْلٰى پہلی | وَ اور | مَا نہیں | نَحْنُ ہم | بِمُعَذَّبِيْنَ عذاب دیے جانیوالوں میں سے | اِنَّ بیشک | هٰذَا یہ |
| لَهُوَ البتہ وہ | الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ کامیابی عظیم | لِمِثْلِ هٰذَا اس جیسی (نعمت) کیلئے | فَلْيَعْمَلِ پس چاہیے ضرور عمل کریں | الْعٰمِلُوْنَ عمل کرنیوالے | | | | |

**تفسیر و تشریح:** گذشتہ آیات میں کفار و منکرین کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں یہ مجرمین ایک دوسرے پر لعنت ملامت کریں گے چھوٹے بڑوں سے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہم گمراہ ہوئے بڑے چھوٹوں کو جواب دیں گے کہ تم اپنے اختیار سے اپنی بدعقلی سے گمراہ ہوئے۔ تم نے کیوں ہمارا کہنا مانا اور سیدھے راستہ پر بلانے والوں کا کہنا کیوں نہ سنا۔ اپنی گمراہی کے تم خود ذمہ دار ہو۔ الغرض چھوٹے ہوں یا بڑے تابع ہوں یا متبوع جیسے دنیا میں جرم میں شریک تھے ایسے ہی درجہ بدرجہ عذاب میں شریک ہوں گے اور اپنے دنیا کی کرتوتوں کی بنا پر وہاں عذاب جہنم بھگتیں گے یہ تو قیامت میں انجام ہوگا کفار و مشرکین کا۔ اب ان کے مقابلہ میں جو صاحب ایمان اور اللہ کے مخلص بندے ہوں گے ان کا حال ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے کہ ان پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہوگا۔ ان کو کھانے پینے کی چیزیں ملیں گی جن کی پوری صفت تو اللہ ہی کو معلوم ہے ہاں کچھ مختصر سی بندوں کو بھی بتلا دی ہے۔ نہایت نفیس قسم کے عجیب و غریب میوے کھانے کو ملیں گے جن سے جنتی لذت اندوز ہوں گے۔

امام المفسرین امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ جنت میں جنتی غذائیں جنتیوں کو دی جائیں گی وہ سب لذت بخشنے کے لئے دی جائیں گی بھوک کی حاجت رفع کرنے کے لئے نہیں اس لئے کہ جنت میں جنتی کو بھوک پیاس کی حاجت نہ ہوگی وہاں اسے اپنی زندگی برقرار رکھنے کے لئے غذا کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہاں خواہش ہوگی اور اس خواہش کے پورا ہونے سے لذت حاصل ہوگی۔ اور جنت کی تمام نعمتوں کا مقصد لذت عطا کرنا ہوگا اور اس کی عزت و خاطر داری کی جائے گی اور نہ معلوم کیا کیا اعزاز و اکرام ہوں گے۔ دل کو مسرور کرنے والے سرسبز باغوں کے اندر شاندار تخت بچھے ہوں گے اور وہ ان پر آرام سے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ پاکیزہ اور ستھرے خدام شراب طہور سے بھرے ہوئے جام ہاتھوں میں لئے ان کے سامنے پھر رہے ہوں گے اور یہ شراب یعنی پینے کی چیز ایک عجیب قسم کی ہوگی۔ بہتے ہوئے چشموں میں سے لی جائے گی۔ سفید رنگ کی صاف شفاف ہوگی۔ پینے والے جب اس کو پئیں گے تو اس میں سرور ہی سرور۔ لذت ہی لذت اور لطافت ہی لطافت ہوگی۔ دنیا کی شراب کی طرح نشہ خمار دوران سر وغیرہ ساری تکلیف و کیفیت سے وہ شراب طہور یکسر خالی ہوگی یعنی دنیا کی شراب میں جو بہت سی خرابیاں ہیں جیسے بیہوشی، عقل جاتی رہنا، درد شکم، دردسر، پیشاب کی زیادتی، قے، متلی، بدن ٹوٹنا، پاگلوں کی سی حرکت کرنا۔ جنت کی پاک شراب میں ایسی کوئی خرابی نہ ہوگی۔ پھر ان کے لئے پاک صاف بیویاں یعنی جنت کی حوریں جن کی شرمیلی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی جو اپنے ازواج کے سوا کسی دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی۔ ان کا رنگ صاف شفاف ہوگا جیسا کہ پر کے نیچے چھپے ہوئے انڈے کہ وہ گرد و غبار اور داغ سے بالکل محفوظ ہوتے ہیں۔ پھر جب یہ جنتی آرام سے مسندوں پر بیٹھے ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہوں گے اس وقت اپنے بعض دنیا کے گذشتہ حالات کا مذاکرہ کریں گے۔ ایک جنتی اپنے ہم مجلسوں سے کہے گا کہ مجھے اس وقت ایک شخص یاد آیا جو دنیا میں میرا ساتھی اور ملاقاتی تھا اور جو مجھے آخرت پر یقین

رکھنے کی وجہ سے ملامت کیا کرتا تھا اور مجھے احمق بنایا کرتا تھا اور مجھ سے کہا کرتا تھا کہ تم ایسے نادان ہو گئے کہ آخرت پر یقین رکھتے ہو اور مر کر پھر دوبارہ جی اٹھنے اور جزا و سزا کو سچی بات سمجھتے ہو۔ تمہاری عقل کو کیا ہوا۔ تم اتنا نہیں سوچتے کہ جب آدمی مر گیا اور اس کا بدن مٹ مٹا کر مٹی میں مل گیا۔ کچھ تھوڑی سی ہڈیاں رہ گئیں پھر وہ بھی مٹی میں پڑے پڑے گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو گئیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ پھر اسے زندہ کر کے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے اٹھایا جائے گا۔ ایسی بے تکی باتوں پر کون یقین کر سکتا ہے۔ تو میرا وہ ساتھی جو مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا منکر تھا ضرور دوزخ میں گیا ہوگا۔ اس پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اے اہل جنت کیا تم جھانک کر اس کو دیکھنا چاہتے ہو اگر چاہو تو تم کو اجازت ہے سو وہ شخص جس نے اپنے ملاقاتی کا قصہ بیان کیا تھا اس کو اپنے ملاقاتی کا حال دکھلایا جائے گا کہ وہ ٹھیک بیچ جہنم میں آگ میں پڑا ہوا ہے یہ حال دیکھ کر اس جنتی کو عبرت ہوگی اور اسے اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان یاد آئے گا اور اس ملاقاتی سے جو جہنم میں نظر آئے گا کہے گا کمبخت تو نے تو مجھے بھی اپنے ساتھ برباد کرنا چاہا تھا یہ تو اللہ کے فضل و احسان نے میری دستگیری فرمائی تھی جو مجھے اس مصیبت سے بچا لیا اور میرا قدم راہ ایمان سے ڈگنے نہ دیا اور مجھ کو خدا نے صحیح اعتقاد پر قائم رکھا ورنہ آج میں بھی تیری طرح پکڑا ہوا ہوتا اور اس دردناک عذاب میں گرفتار ہوتا۔ اس وقت وہ جنتی فرط مسرت سے اپنے دوسرے یاران جلسہ اہل جنت سے کہے گا کیا یہ واقعہ نہیں کہ اس پہلی موت کے سوا جو دنیا میں آ چکی اب ہم کو کبھی مرنا نہیں اور نہ کبھی اس عیش و بہار سے نکل کر تکلیف و عذاب کی طرف جانا ہے خدا تعالیٰ کے فضل و رحمت سے انہی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے اس پر حق تعالیٰ کا آگے ارشاد ہے کہ اے سامعین جو کچھ جنت کی جسمانی و روحانی نعمتوں کا ذکر ہوا یہ بے شک بڑی کامیابی ہے۔ ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے یعنی ایمان لانا اور اطاعت کرنا چاہئے۔

یہاں ان آیات میں اہل جنت کے عمومی حالات کے بیان میں جو ایک جنتی کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا کہ وہ جنت میں اپنے دنیا کے ایک کافر ساتھی اور ملاقاتی کو یاد کرے گا جو دنیا میں آخرت اور حشر و نشر جزا و سزا کا منکر تھا اور یہ خیال کر کے کہ وہ آخرت کا منکر ہونے کی وجہ سے ضرور جہنم میں گیا ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے وہ جنتی اس کافر دنیا کے ساتھی کو جہنم کے بیچ میں پڑا ہوا دیکھے گا اور اس کافر سے اس جنتی کی گفتگو ہوگی۔ جو ان آیات میں نقل فرمائی گئی تو مفسرین نے لکھا ہے کہ اس واقعہ اور اس جنتی اور دوزخی کے درمیان گفتگو کو ذکر کرنے سے قرآن حکیم کا اصل منشا لوگوں کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ ہر شخص دنیا میں اپنے دوستوں اور ساتھیوں کا بڑی احتیاط اور فکر کے ساتھ جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ اس کے ساتھیوں اور دوستوں اور ملاقاتیوں میں کوئی ایسا تو نہیں ہے کہ جس کی دوستی دوزخ کے انجام کی طرف لے جانے والی ہو۔ دنیا میں بری صحبت سے جو آخرت کی تباہی و بربادی آ سکتی ہے اس کا صحیح اندازہ تو آخرت ہی میں ہوگا اور اس وقت اس تباہی سے بچنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا اس لئے دنیا ہی میں دوستی اور تعلقات بہت دیکھ بھال کر قائم کرنے چاہئیں۔ بسا اوقات کسی کافر یا نافرمان شخص سے دوستی کے تعلقات قائم کرنے کے بعد انسان غیر محسوس طریقہ پر اس کے افکار و نظریات اور عقائد اور خیالات اور طرز زندگی سے متاثر ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ چیز آخرت کے انجام کے لئے نہایت خطرناک ثابت ہوگی۔ اسی لئے بری صحبت سے بچنے اور اچھی صحبت اختیار کرنے کی تعلیم و تاکید قرآن و حدیث میں نہایت تاکید کے ساتھ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں اپنے محبین اور مخلصین و مقبولین کی صحبت اور ان سے تعلق نصیب فرمائیں اور بری صحبت اور فجار فساق بے دینوں کی دوستی سے بچنا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الغرض ان آیات میں تو جنتیوں کی مہمانی اور اعزاز و اکرام کا ذکر تھا اب آگے دوزخیوں کی مہمانی کا حال سنایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ

بھلا یہ دعوت بہتر ہے یا زقوم کا درخت ہم نے اس درخت کو ظالموں کیلئے موجب امتحان بنایا ہے وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے

فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾ فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ

اُس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپ کے پھن تو وہ لوگ اُس سے کھاویں گے اور اُسی سے پیٹ بھریں گے

مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ﴿٦٨﴾

پھر اُن کو کھولتا ہوا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جاوے گا پھر اخیر ٹھکانہ اُن کا دوزخ ہی کی طرف ہوگا

إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٧١﴾

کیونکہ انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا پھر یہ بھی انہیں کے قدم بقدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے اور اُن سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر گمراہ ہو چکے ہیں

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِم مُّنذِرِينَ ﴿٧٢﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٧٤﴾

اور ہم نے ان میں بھی ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے تھے سو دیکھ لیجئے ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے تھے

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اَذٰلِكَ کیا یہ | خَيْرٌ بہتر | نُزُلًا ضیافت | اَمْ یا | شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ درخت تھوہر | اِنَّا بیشک ہم | جَعَلْنٰهَا ہم نے اس کو بنایا | فِتْنَةً ایک آزمائش | | |
| لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے | اِنَّهَا بیشک وہ | شَجَرَةٌ ایک درخت | تَخْرُجُ وہ نکلتا ہے | فِيْ میں | اَصْلِ جڑ | الْجَحِيْمِ جہنم | طَلْعُهَا اس کا خوشہ | | |
| كَاَنَّهٗ گویا کہ وہ | رُءُوْسُ سر | الشَّيٰطِيْنِ شیطانوں | فَاِنَّهُمْ پس بیشک وہ | لَاٰكِلُوْنَ کھانے والے ہیں | مِنْهَا اس سے | فَمَالِئُوْنَ سو بھرنے والے | | | |
| مِنْهَا اس سے | الْبُطُوْنَ پیٹ | ثُمَّ پھر | اِنَّ بیشک | لَهُمْ ان کیلئے | عَلَيْهَا اس پر | لَشَوْبًا ملا ملا کر | مِنْ سے | حَمِيْمٍ کھولتا ہوا پانی | ثُمَّ پھر |
| اِنَّ بیشک | مَرْجِعَهُمْ ان کی بازگشت | لَاْ البتہ | اِلَى طرف | الْجَحِيْمِ جہنم | اِنَّهُمْ بیشک ان | اَلْفَوْا انہوں نے پایا | اٰبَآءَهُمْ اپنے باپ دادا | ضَآلِّيْنَ گمراہ | |
| فَهُمْ سو وہ | عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ ان کے نقشِ قدم پر | يُهْرَعُوْنَ دوڑتے جاتے تھے | وَلَقَدْ ضَلَّ اور تحقیق گمراہ ہوئے | قَبْلَهُمْ ان سے پہلے | | | | | |
| اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ اگلوں میں سے اکثر | وَ اور | لَقَدْ اَرْسَلْنَا تحقیق ہم نے بھیجے | فِيْهِمْ ان میں | مُنْذِرِيْنَ ڈرانے والے | فَانْظُرْ سو دیکھیں | كَيْفَ کیسا | | | |
| كَانَ ہوا | عَاقِبَةُ انجام | الْمُنْذَرِيْنَ جنہیں ڈرایا گیا | اِلَّا مگر | عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے | الْمُخْلَصِيْنَ خاص کئے ہوئے | | | | |

**تفسیر وتشریح:** گذشتہ آیات میں جنتیوں کی حالت۔ ان کو کھانے پینے کی نعمتیں اور ان کے راحت وآرام کا بیان فرما کر بتلایا گیا تھا کہ جنت میں پہنچ جانا بڑی کامیابی ہے اور ایسی کامیابی حاصل کرنے کے لئے کوشش اور سعی کرنا چاہئے۔ یعنی ایمان اور عمل صالحہ کا اہتمام کرنا چاہئے اب آگے ان اہل جنت کے مقابلہ میں اہل جہنم کا حال ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اور تمام لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم نے جنتیوں کا حال سنا کہ ان کی مہمانی کس طرح کی جائے گی۔ ان کو کیسے خوش رنگ اور خوش ذائقہ میوے کھانے کو اور کیسے دل خوش کرنے والے شربت پینے کو ملیں گے۔ اب بتاؤ یہ مہمانی بہتر ہے جو اہل ایمان کے لئے ہے یا وہ سلوک جو اللہ کے نافرمانوں کفار ومشرکین کے ساتھ کیا جائے گا وہ بہتر ہے جن کو زقوم کا درخت جہنم میں کھانے کو ملے گا۔ زقوم کسی درخت کا نام ہے

جو سخت کڑوا اور بدذائقہ ہوتا ہے اور جسے حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے جہنم کے اندر آگ میں پیدا فرمایا ہے۔ وہ ایک بلا ہے ظالموں کے واسطے آخرت میں کیونکہ جب دوزخی بھوک سے بے قرار ہوں گے تو یہی کھانے کو دیا جائے گا۔ اول تو اس کا نگلنا ہی مشکل ہوگا اور نگل لیا تو پیٹ میں سخت تکلیف کا باعث ہوگا اور یہ ایک مستقل عذاب ہوگا۔ اور یہ زقوم دنیا میں بھی ایک طرح کی بلا اور آزمائش ہے کہ قرآن میں اس کا ذکر سن کر منکر گمراہ ہنستے ہیں کہ سبز درخت آگ میں کیونکر ہوگا؟ آگ کا کام تو جلانے کا ہے اور یہ نبی کہتے ہیں کہ آگ میں درخت ہوگا۔ اس پر آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ہاں یہ درخت آگ ہی سے پیدا ہوگا اور اس کی غذا بھی آگ ہی ہوگی اس درخت کی اصل جڑ جہنم کی تہہ میں ہے اور اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپوں کے پھن ہوں ہمارے ہاں بھی ایک درخت کو اسی تشبیہ سے "ناگ پھن" کہتے ہیں۔ یہ۔ زقوم کس قدر گندی اور زہریلی چیز ہوگی اس کا اندازہ ایک حدیث سے لگایئے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا و انتم مسلمون (اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور فیصلہ کرلو کہ ہرگز نہ مرو گے مگر اس حال میں کہ تم مسلم یعنی اللہ کے فرمانبردار بندے ہو گے) اور اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کے سلسلے میں آپ نے بیان فرمایا کہ زقوم اگر اس کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامان زندگی کو خراب کردے۔ پس کیا گزرے گی اس شخص پر جس کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔ الامان والحفیظ۔ الغرض یہ جہنمی بھوک سے مجبور ہو کر زقوم کو کھائیں گے اور اس سے اپنا پیٹ بھریں گے۔ اس کو کھا کر پیاس بے انتہا لگے گی پھر پانی کی فریاد کریں گے۔ اس پر فرشتے انہیں کھولتے ہوئے پانی کے چشمہ پر لے جائیں گے اور یہ گرم پانی وہ ہوگا جو جہنمیوں کے زخموں سے لہو اور پیپ وغیرہ کی شکل میں نکلا ہوگا جس کو غساق کہتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ غساق اس قدر بدبودار ہوگی کہ اگر اس کا ایک ڈول اس دنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دنیا اس کی سڑاند سے بدبودار ہو جائے۔ الامان والحفیظ۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب یہ پانی ان کے سامنے لایا جائے گا تو انہیں سخت ایذا ہوگی اور بڑی کراہت آئے گی پھر جب وہ ان کے منہ کے پاس لایا جائے گا تو اس کی بھاپ سے ان کے چہروں کی کھالیں جھلس کر رہ جائے گی اور جب اس کا گھونٹ پیٹ میں جائے گا تو ان کی آنتیں کٹ کر پاخانہ کے راستہ سے باہر آجائیں گی۔ غرض کھانا اور پینا سب کچھ ان کے لئے عذاب جان ہوگا لیکن اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا اس لئے مجبوراً یہی کھانا پینا پڑھے گا۔ موت سے بدتر زندگی ہوگی لیکن موت بھی نہ آئے گی۔ ایسی زندگی کو بھگتنا پڑے گا۔ یہاں آیت میں جو فرمایا کہ کھانے اور پینے کے بعد ان کی واپسی اسی آتش دوزخ کی طرف ہوگی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دوزخ جب بھوک پیاس سے بے تاب ہونے لگیں گے تو انہیں اس مقام کی طرف ہانک دیا جائے گا جہاں زقوم کے درخت اور کھولتے ہوئے پانی کے چشمے ہوں گے۔ پھر جب وہاں سے کھا پی کر فارغ ہو جائیں گے تو پھر انہیں دوزخ کی آگ کی طرف واپس لایا جائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ جہنمی وہی ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اپنے گمراہ باپ دادا کے قدم بقدم چلنا پسند کیا تھا۔ یعنی خود اپنی عقل سے کام لے کر کبھی نہ سوچا کہ باپ دادا سے جو طریقہ چلا آ رہا ہے وہ درست بھی ہے یا نہیں۔ بس آنکھیں بند کر کے اسی ڈگر پر ہو لئے جس پر دوسروں کو چلتے دیکھا۔

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اسی آفت میں مبتلا ہو کر ان سے پہلے اکثر لوگ سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔انہوں نے وہی راہ کفر وشرک کی اختیار کی جوان کے باپ دادا اختیار کئے ہوئے تھے اور ذرا نہ سوچا کہ ان کے لئے ٹھیک راستہ کونسا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ان کے پاس بھیجے جوانہی کے کنبہ قبیلہ کے تھے لیکن انہوں نے ان کی ایک نہ سنی آخر جنہوں نے نہ مانا نہ سنا تو دیکھ لو کہ ان کا کیا انجام ہوا۔اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے تباہ وبرباد ہوئے اور فقط وہی لوگ بلا سے محفوظ رہے جو اللہ کے مخلص بندے تھے۔جن کو خدا کا ڈر اور عاقبت کی فکر تھی۔

ان آیات میں کفار ومشرکین کو تو تنبیہ ہی ہے لیکن ان اہل بدعت کے لئے بھی تعلیم اور سبق ہے جنہوں نے ہر بدعت کو اس دلیل کی بناء پر اپنا رکھا ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔یہاں حق تعالیٰ نے ان کفار ومشرکین کو یہی الزام دیا اور ان کے جہنم میں جانے کی یہی وجہ بتلائی کہ وہ گمراہی اور غلط بات میں اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے تھے۔تو معلوم ہوا کہ باپ دادا کی ریت اور رسم یہ کوئی دلیل نہیں ہے حق ہونے کی اس لئے ہم کو حق کی جستجو کرنی چاہئے۔اور شریعت کا حکم معلوم کرنا چاہئے اور اس پر عمل کرنا چاہئے نہ کہ محض باپ دادا کی تقلید۔

الغرض ان آیات کے خاتمہ پر اللہ کے مخلص بندوں کا ذکر آ گیا تھا۔اس لئے آگے بعض مشہور پیغمبروں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جس طرح اللہ نے اپنے عباد مخلصین کو اور ان کے پیروؤں کو دنیا کے عذاب سے بچا لیا اسی طرح وہ ان کو عذاب آخرت سے بھی بچا لے گا۔جس کا بیان ان شاءاللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے مخلص بندوں میں شامل فرماویں۔دنیا میں بھی ان کا ساتھ رکھیں اور آخرت میں بھی ان ہی کا ساتھ نصیب فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ہم کو مجرمین اور ظالمین کے گروہ سے دنیا میں بھی علیحدہ رکھیں اور آخرت میں بھی علیحدہ رکھیں۔یا اللہ آخرت کی ذلت ورسوائیوں سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھئے اور عذاب جہنم سے ہم کو دور رکھئے۔یا اللہ ہمارا حشر اہل جنت کے ساتھ فرمایئے اور ان ہی کے ساتھ جنت کی اعزاز واکرام والی مہمانی ہم سب کو نصیب فرمایئے اور اس دنیا میں آخرت کی تیاری کی فکر نصیب فرمایئے۔یا اللہ! پہلوں سے دیکھا دیکھی اب امت میں بھی بہت سی غلط اور خلاف شرع وسنت رسمیں چل گئی ہیں دین کے رنگ میں بھی اور دنیا کے رنگ میں بھی۔یا اللہ! ہمیں شریعت کے احکام کی پابندی اور سنت کا اتباع نصیب فرمایئے اور پرانی غلط رسموں کو ترک کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔یا اللہ! دین کے رنگ میں جو طرح طرح کی بدعات پیدا ہوگئی ہیں ان سے ہم کو بچئے اور اتباع سنت اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا

اور ہم کو نوحؑ نے پکارا سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں اور ہم نے اُن کو اور اُن کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی۔ اور ہم نے

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

باقی اُنہیں کی اولاد کو رہنے دیا اور ہم نے اُن کیلئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ نوحؑ پر سلام ہو عالم والوں میں ہم

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾

مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو (یعنی کافروں کو) غرق کر دیا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلَقَدْ نَادٰىنَا اور تحقیق ہمیں پکارا | نُوْحٌ نوحؑ | فَلَنِعْمَ سو ہم البتہ خوب | الْمُجِيْبُوْنَ دعا قبول کرنے والے | وَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے نجات دی اسے | | | |
| وَاَهْلَهٗ اور اسکے گھر والے | مِنَ سے | الْكَرْبِ مصیبت | الْعَظِيْمِ بڑی | وَجَعَلْنَا اور ہم نے کیا | ذُرِّيَّتَهٗ اس کی اولاد | هُمُ وہ | الْبٰقِيْنَ باقی رہنے والی |
| وَتَرَكْنَا اور ہم نے چھوڑا | عَلَيْهِ اس پر۔ اس کا | فِي میں | الْاٰخِرِيْنَ بعد میں آنیوالے | سَلٰمٌ سلام ہو | عَلٰى پر | نُوْحٍ نوحؑ | فِي الْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں میں |
| اِنَّا بیشک ہم | كَذٰلِكَ اسی طرح | نَجْزِي ہم جزا دیتے ہیں | الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں | اِنَّهٗ بیشک وہ | مِنْ سے | عِبَادِنَا ہمارے بندے | الْمُؤْمِنِيْنَ مومن |
| ثُمَّ پھر | اَغْرَقْنَا ہم نے غرق کردیا | الْاٰخَرِيْنَ دوسرے | | | | | |

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ کفار مکہ کی طرح گذشتہ امتوں میں بھی اکثر لوگ گم کردہ راہ تھے اور خدا کے ساتھ کفر و شرک کرتے تھے جبکہ سمجھانے اور کفر و شرک سے باز رکھنے کے لئے اللہ کے رسول ان میں آئے تھے مگر انہوں نے انبیاء کا کہنا نہ مانا اور اپنے اعمال بد سے باز نہ آئے۔ تو اس اللہ کی نافرمانی اور تکذیب انبیاء کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دنیا ہی میں تہس نہس کر دیئے گئے اور تباہ و برباد ہوئے۔ ہاں جو اللہ کے مخلص ایماندار بندے تھے وہ تباہی سے بچا لئے گئے اور عزت کے ساتھ رکھے گئے۔ اسی بات کی تائید میں آگے اب چند انبیاء کے قصہ بیان کئے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سنایا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ رسولوں کا کہنا نہ ماننے والوں کو کیسی سزا ملی اور ان کا اتباع کرنے والوں کو کیسی جزا ملی۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نوسو برس تک رہے اور ہر وقت انہیں سمجھاتے بجھاتے رہے لیکن قوم اپنی گمراہی پر جمی رہی۔ سوائے چند پاک باز لوگوں کے اور کوئی ایمان نہ لایا بلکہ الٹا اللہ کے رسول اور ان کے متبعین کو ستاتے اور تکلیفیں دیتے رہے۔ آخر اللہ کے رسول حضرت نوح علیہ السلام نے تنگ آ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی اور کہا کہ اے پروردگار میں ان سے عاجز آ چکا ہوں ہدایت اور فہمائش کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اب آپ اپنے دین اور پیغمبر کا بدلہ لے لیجئے اور زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ پھر دیکھ لو اللہ نے ان کی پکار کیسی سنی اللہ تعالیٰ تو بہترین طور پر دعاؤں کے قبول کرنے والے ہیں۔ فوراً ان کی دعا قبول کر لی اور نوح علیہ السلام کو مع ان کے گھرانے اور متبعین کے رات دن کی ایذاء کفار سے بچا لیا۔ پھر ہولناک طوفان کے وقت ان کی حفاظت کی اور پھر انہی کی اولاد سے دنیا بسی کیونکہ وہی باقی بچے تھے۔

اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ آج تمام دنیا کے آدمی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سام حام اور یافث ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ جامع ترمذی کی بعض احادیث سے بھی اس کا

ثبوت ملتا ہے غرض کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بھلائی اور ان کا ذکر خیر ان کے بعد کے لوگوں میں خدا کی طرف سے زندہ رہا۔ آج دنیا میں حضرت نوحؑ کی برائی کرنے والا کوئی نہیں طوفان نوح کے بعد سے آج تک ہزار ہا برس سے دنیا ان کا ذکر خیر ہی کرتی چلی آ رہی ہے۔ یہودھوں یا نصاریٰ یا اہل اسلام ہر امت ان پر سلام بھیجتی رہتی ہے اور سارے جہان میں نوح علیہ السلام کہہ کر یاد کئے جاتے ہیں۔ یہ تو اللہ کے مخلص اور نیک بندوں کا حال ہوا دوسری طرف ان کے دشمنوں کا حال دیکھو کہ سب کے سب زبردست طوفان کی نذر کر دیئے گئے۔ آج ان کا نام ونشان تک باقی نہیں اپنی حماقت اور شرارتوں کی بدولت دنیا کا بیڑہ غرق کرا کر رہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تو یہ عادت ہے کہ جو خلوص کے ساتھ اللہ کی طاعت وعبادت پر جم جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ذکر جمیل بعد والوں میں ہمیشہ باقی رکھتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام یقین وایمان رکھنے والے اور توحید پر جم جانے والوں میں سے تھے تو ان کا اور ان کی دعوت قبول کرنے والوں کا تو یہ انجام خیر ہوا اور مخالفین نوح علیہ السلام غارت اور غرق کر دیئے گئے کہ دنیا میں ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ ہاں ان کی بدیاں اور برائیوں کے افسانے مخلوق کی زبان پر باقی رہ گئے۔

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا **وجعلنا ذریتہ ھم الباقین** اور ہم نے باقی انہی کی اولاد کو رہنے دیا تو اکثر حضرات مفسرین کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو طوفان آیا تھا۔ اس میں دنیا کی اس وقت کی اکثر آبادی پانی میں غرق ہو کر ہلاک ہوگئی تھی اور اس کے بعد ساری دنیا کی نسل حضرت نوح علیہ السلام ہی کے تین بیٹوں سے چلی ایک بیٹے جن کا نام سام تھا ان کی اولاد سے اہل عرب اور فارس وغیرہ کی نسل چلی دوسرے بیٹے حام تھے ان سے افریقی ممالک کی آبادیاں دنیا میں پھیلیں اور تیسرے بیٹے یافث تھے ان سے ترک منگول وغیرہ کی نسلیں نکلیں طوفان نوح کے متعلق جمہور علماء کا یہی قول ہے اور دوسری آیات اور احادیث سب اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ طوفان عام تھا اور تمام آبادی نوع انسانی کو شامل تھا۔ اہل ایمان کے سوا کافروں میں سے کوئی نہ بچا تھا۔ سب کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔

یہاں اس قصہ میں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ جس طرح نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اس کرب عظیم سے بچا لیا گیا اسی طرح آخر کار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو بھی اس کرب عظیم سے بچا لیں گے جس میں اس وقت اہل مکہ نے ان کو مبتلا کر رکھا ہے۔ چنانچہ الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔ کفار عرب اور مشرکین مکہ اس سرزمین سے ہمیشہ کے لئے مٹا دیئے گئے اور وہاں کا مالک اہل اسلام کو بنا دیا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ تو ان آیات میں ختم ہوا اب آگے دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے جیسے نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کی مدد فرمائی اور ان کے مخالفین کو غرق کر کے ختم کیا اسی طرح اہل ایمان کی اب بھی مدد فرمائیں اور مخالفین اسلام کو تہہ وبالا فرمائیں۔ یا اللہ! روئے زمین پر اعدائے دین نے جہاں جہاں اہل اسلام اور اہل ایمان کو اذیت دے رکھی ہے آپ ان کی نصرت فرمائیں اور اہل اسلام کو غلبہ اور مخالفین کو مغلوب فرمائیں اے اللہ جیسے آپ نے دین حق کی ہمیشہ مدد فرمائی اور حفاظت فرمائی اب بھی اس کی حفاظت فرمائیں اور غیب سے اس کی امداد کی صورتیں ظاہر فرمادیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ

اور نوح کے طریقہ والوں میں سے ابراہیم بھی تھے جب کہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا

مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٨٥﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿٨٦﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾

کہ تم کس (واہیات) چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو تو تمہارا رب العالمین کے ساتھ کیا خیال ہے

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿٩٠﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ

سو ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں غرض وہ لوگ ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو یہ اُن کے بتوں میں جا گھسے

فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ﴿٩٣﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ

اور کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں ہو تم کو کیا ہوا تم تو بولتے بھی نہیں ہو پھر ان پر قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے

يَزِفُّوْنَ ﴿٩٤﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ

ابراہیم نے فرمایا کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کیلئے

بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿٩٧﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾

ایک آتش خانہ تعمیر کرو اور اس کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو غرض ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ بُرائی کرنا چاہا تھا سو ہم نے اُنہی کو نیچا دکھایا

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاِنَّ اور بیشک | مِنْ سے | شِيْعَتِهٖ اسکے طریقہ پر چلنے والے | لَاِبْرٰهِيْمَ البتہ ابراہیم | اِذْ جَآءَ یاد کرو جب وہ آیا | رَبَّهٗ اپنا رب | بِقَلْبٍ دل کے ساتھ |
| سَلِيْمٍ صاف | اِذْ قَالَ جب اس نے کہا | لِاَبِيْهِ اپنے باپ کو | وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم | مَاذَا کس چیز | تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو | |
| اَئِفْكًا کیا جھوٹ موٹ کے | اٰلِهَةً معبود | دُوْنَ اللّٰهِ اللہ کے سوا | تُرِيْدُوْنَ تم چاہتے ہو | فَمَا سو کیا | ظَنُّكُمْ تمہارا گمان | بِرَبِّ پروردگار کے بارے میں |
| الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں | فَنَظَرَ پھر اس نے دیکھا | نَظْرَةً ایک نظر | فِي میں۔کو | النُّجُوْمِ ستارے | فَقَالَ تو اس نے کہا | اِنِّيْ بیشک میں |
| سَقِيْمٌ بیمار ہوں | فَتَوَلَّوْا پس وہ پھر گئے | عَنْهُ اس سے | مُدْبِرِيْنَ پیٹھ پھیر کر | فَرَاغَ پھر پوشیدہ گھس گیا | اِلٰى طرف۔میں | اٰلِهَتِهِمْ ان کے معبودوں |
| فَقَالَ پھر کہنے لگا | اَلَا تَاْكُلُوْنَ کیا تم نہیں کھاتے | مَا لَكُمْ کیا ہوا تمہیں؟ | لَا تَنْطِقُوْنَ تم بولتے نہیں | فَرَاغَ پھر جا پڑا وہ | عَلَيْهِمْ ان پر | ضَرْبًا مارتا ہوا |
| بِالْيَمِيْنِ اپنے دائیں ہاتھ (قدرت سے) | فَاَقْبَلُوْا پھر وہ متوجہ ہوئے | اِلَيْهِ اس کی طرف | يَزِفُّوْنَ دوڑتے ہوئے | قَالَ اس نے فرمایا | | |
| اَتَعْبُدُوْنَ کیا تم پرستش کرتے ہو | مَا تَنْحِتُوْنَ جو تم تراشتے ہو | وَاللّٰهُ حالانکہ اللہ | خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں | وَمَا اور جو | تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو | |
| قَالُوْا انہوں نے کہا | ابْنُوْا بناؤ | لَهٗ اس کیلئے | بُنْيَانًا ایک عمارت | فَاَلْقُوْهُ پھر ڈال دو اسے | فِي الْجَحِيْمِ آگ میں | فَاَرَادُوْا پھر انہوں نے چاہا |
| | بِهٖ اس پر | كَيْدًا داؤ | فَجَعَلْنٰهُمُ تو ہم نے کر دیا انہیں | الْاَسْفَلِيْنَ زیر | | |

**تفسیر وتشریح:** گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے متبعین کو بچالیا اور پانی کا زبردست طوفان بھیج کر سارے نافرمانوں اور سرکشوں کو غرق کر کے ختم کر دیا اب آگے ان

آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس سے قریش اور مشرکین عرب کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ تم جو حضرت ابراہیم کو اپنا جد امجد مانتے ہو تو دیکھو وہ کیسے موحد اور بت شکن تھے۔ تم ان کی اولاد کہلا کر الٹے بت پرست بن گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے تو قوم کو بت پرستی پر ملزم گردانا اور خدا پرستی اختیار کی اور اسی کی تلقین فرمائی۔ قرآن کریم کے رشد و ہدایت کا پیغام چونکہ ملت ابراہیمی کا پیغام ہے اس لئے قرآن کریم میں جگہ جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے کسی جگہ اختصار کیساتھ کسی جگہ تفصیل کے ساتھ۔ کسی جگہ مختلف حالات و اوصاف کے پیش نظر۔ یہاں ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیمؑ کا ذکر اس طرح شروع فرمایا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ بھی حضرت نوح علیہ السلام کے طریقہ ہی کے پیرو تھے کیونکہ وہ بھی انہی کی طرح کے پیغمبر تھے۔ انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب ایک راہ پر ہیں۔ اور سب پیغمبروں کا شروع سے آخر تک ایک ہی اصول دین رہا ہے اس لئے وہ سب ایک ہی گروہ کے افراد ہیں۔ اسی لئے یہاں حضرت ابراہیمؑ کو حضرت نوحؑ کے گروہ سے فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب سلیم کی تعریف فرمائی یعنی ہر قسم کے اعتقادی اور اخلاقی روگ سے دل کو پاک صاف کر کے دنیوی حرکتوں سے آزاد ہو کر انکسار اور تواضع کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھک پڑے اور اپنی قوم کو بت پرستی سے باز رہنے کی نصیحت کی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور ساری قوم کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھا تو ان کو ٹوکا اور کہا کہ تمہارا طرز عمل تو سراسر غلط ہے۔ آخر یہ پتھر کی مورتیاں ہیں کیا چیز؟ جنہیں تم اس قدر چاہتے ہو کہ ایک اللہ کو چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ کیا سچ مچ ان کے ہاتھوں میں جہان کی حکومت ہے؟ یا کسی چھوٹے بڑے نقصان کے مالک ہیں؟ آخر سچے مالک اور معبود کو چھوڑ کر ان جھوٹے معبودوں کی اتنی خوشامد اور بندگی کیوں ہے؟ تم نے جو اللہ کے سوا ان کو معبود بنایا ہے تو رب العالمین کے

متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا اس کے وجود میں شبہ ہے؟ یا اس کی شان اور رتبہ کو نہیں سمجھتے جو پتھر کی مورتیوں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہو یا اس کے غضب اور انتقام کی خبر نہیں جو ایسی گستاخی پر جری ہو گئے ہو؟ آخر بتاؤ تو سہی تم نے پروردگار عالم کو کیا خیال کر رکھا ہے؟ غرض آپ قوم کو اسی طرح بہت دنوں تک سمجھاتے رہے لیکن ان کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئی اور یونہی بحث مباحثہ ہوتا رہتا تھا۔ اسی درمیان میں ان کا کوئی میلہ یا تہوار آ پہنچا جس کا سب کو شہر کے باہر جا کر منانا ضروری تھا۔ قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی زور دیا کہ ہمارے میلہ میں چلو اور شاید حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لے جانے سے ان کا مقصد یہ ہو کہ ہماری شان و شوکت دیکھ کر ہمارے طریقہ کی کچھ وقعت ان کے دل میں پیدا ہو جائے اور آپ کو منظور یہ تھا کہ میں یہاں اکیلا رہ جاؤں تو بتوں کی مرمت کروں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں نجوم کا بہت زور تھا اور وہ کواکب پرست بھی تھے۔ تو آپ نے ان کو دکھانے کو ستاروں کی طرف نظر ڈال کر کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں میں بیمار ہونے کو ہوں اس لئے میلہ میں نہیں جا سکتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کی طرف دیکھ کر انی سقیم فرمانا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں اپنی جگہ بالکل صحیح تھا کیونکہ یہ صیغہ بمعنی مستقبل ہے مطلب یہ میں آئندہ کبھی بیمار ہوں گا اور بیماری نام ہے مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا تو موت سے پہلے ہر شخص کو یہ صورت پیش آنے والی ہے۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں یہ بھی ایک طرح بالکل درست تھا اس وجہ سے کہ ایسا دنیا میں کون ہے جس کی طبیعت ہر وقت ہر طرح ٹھیک رہے۔ کچھ نہ کچھ عوارض اندرونی بیرونی لگے ہی رہتے ہیں اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہی تکلیف اور بدمزگی کیا کم تھی کہ ہر وقت قوم کی ردی حالت دیکھ کر کڑھتے تھے۔ غرض کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد اپنی جگہ صحیح تھی لیکن قوم والے یہ مطلب سمجھے کہ بذریعہ نجوم کے انہوں نے معلوم کر لیا ہے کہ عنقریب بیمار پڑنے

والے ہیں اس لئے یہ عذر سن کر آپ کو چھوڑ کر اپنے میلہ میں چلے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی غرض پہلے ہی سے یہ تھی کہ کوئی موقع فرصت اور تنہائی کا ملے تو ان جھوٹے خداؤں کی خبر لوں۔ چنانچہ قوم والے تو باہر شہر کے میلہ میں گئے اور آپ ان کے بت خانہ میں جا گھسے اور بتوں کو خطاب کر کے کہا کہ یہ کھانے اور چڑھاوے جو تمہارے سامنے رکھے ہوئے ہیں کیوں نہیں کھاتے باوجودیکہ تمہاری صورت کھانے والوں کی سی ہے جب بتوں کی طرف سے کھانے کے متعلق کچھ جواب نہ ملا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کہ تم بولتے کیوں نہیں یعنی اعضاء اور صورت تو تمہاری انسانوں کی سی بنا دی لیکن انسانوں کی سی روح تم میں نہ ڈال سکے تو پھر تعجب ہے کہ کھانے پینے اور بولنے والے انسان بے حس وحرکت مورتیوں کے سامنے سربسجود ہوں پھر تبر وغیرہ سے مار مار کر ان بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں یہ قصہ مفصل گزر چکا ہے۔ اب لوگ جب اپنے میلہ ٹھیلہ سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے بت ٹوٹے پڑے ہیں۔ قرائن سے سمجھ گئے کہ یہ کام ابراہیم کے سوا کسی اور کا نہیں چنانچہ سب ان کی طرف جھپٹ پڑے اور غصہ میں دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم یہ احمقانہ حرکت کرتے کیوں ہو۔ کیا پتھر کی بے جان مورت جو خود تم نے اپنے ہاتھوں سے تراش کر تیار کی پرستش اور عبادت کے لائق ہوگئی اور جو اللہ تمہارا اور ان پتھروں کا پیدا کرنے والا ہے اس سے کوئی سروکار نہ رہا؟ پیدا تو ہر چیز کو وہ کرے اور بندگی دوسروں کی ہونے لگے پھر دوسرے بھی کیسے جو مخلوق در مخلوق ہیں۔ آخر یہ کیا اندھیر ہے عبادت تو اس کی ہونی چاہئے جو سب کا خالق مالک اور رازق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان معقول باتوں کا جواب تو ان سے کچھ بن نہ پڑا غصہ میں باہم جھلا کر یہ تجویز کی کہ ایک بڑا زبردست آتش خانہ بنا کر ابراہیم کو اس میں ڈال دو تا کہ اس دہکتی ہوئی آگ میں یہ جل کر خاک سیاہ ہو جائیں۔ اور انہوں نے یہ سوچا کہ اس تدبیر سے لوگوں کے دلوں میں بتوں کی عقیدت راسخ ہو جائے گی اور ہیبت بیٹھ جائے گی کہ ان کی مخالفت کا انجام یہ ہوتا ہے تا کہ آئندہ کوئی ایسی جرات نہ کرے چنانچہ جیسا کہ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں یہ قصہ مفصل گزر چکا ہے قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہلاک کرنے کے لئے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان ہی کو نیچا دکھلایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار کر دی گئی جس سے سب پر یہ ثابت ہو گیا کہ تم اور تمہارے جھوٹے معبود سب مل کر خدائے واحد ذوالجلال والاکرام کے ایک مخلص بندے کا بال بیکا نہیں کر سکتے آگ کی مجال نہیں کہ رب ابراہیم کی اجازت کے بغیر ایک بال بھی جلا سکے۔ تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف جو کارروائی کرنی چاہی تھی اللہ نے ان مشرکین ہی کو اس میں نیچا دکھایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برتری ہی ثابت ہوئی۔

اس واقعہ کو یہاں بیان کرنے سے مقصود قریش کے لوگوں کو متنبہ کرنا ہے کہ جن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے پر تم فخر کرتے ہو ان کا طریقہ وہ نہ تھا جو تم نے اختیار کر رکھا ہے بلکہ وہ وہ تھا جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں۔ اب اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچا دکھانے کے لئے وہ چالیں چلو گے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کے ساتھ چلی تھی تو آخر کار نیچا تم ہی دیکھو گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نیچا نہیں دکھا سکتے اور ان کی صداقت اور سچائی ایسی ہی ثابت ہوگی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سچائی ثابت ہوئی تھی اور مشرکین نے نیچا دیکھا تھا۔

اب آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ سے بسلامت نکل آئے اور قوم نے آپ کی تبلیغ اور دعوت کا کوئی اثر نہ لیا تو آپ نے اس جگہ سے ہجرت کر جانے کا فیصلہ کیا جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاءاللہ آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ ۝٩٩ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١٠٠ فَبَشَّرْنٰهُ

اور ابراہیم کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دے گا اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے سو ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند

بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝١٠١ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ يٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ

کی بشارت دی سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے فرمایا کہ برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو (بامر الٰہی) ذبح کر رہا ہوں

مَاذَا تَرٰی ۚ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝١٠٢ فَلَمَّآ

سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے وہ بولے کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ (بلا تامل) کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے پائیں گے غرض جب

اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝١٠٣ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝١٠٤ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ

دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کیلئے) کروٹ پر لٹایا اور (چاہتے تھے گلا کاٹ ڈالیں اس وقت) ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیم (شاباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا

نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ۝١٠٥ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝١٠٦ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝١٠٧ وَتَرَكْنَا

(وہ وقت بھی عجیب تھا) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دے دیا اور ہم نے پیچھے

عَلَيْهِ فِی الْاٰخِرِيْنَ ۝١٠٨ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِيْمَ ۝١٠٩ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ۝١١٠ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا

آنے والوں میں یہ بات ان کیلئے رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١١١ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١١٢ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ ۚ

اور ہم نے (ایک انعام ان پر یہ کیا کہ) ان کو اسحاقؑ کی بشارت دی کہ نبی اور نیک بختوں میں سے ہوں گے اور ہم نے ابراہیمؑ پر اور اسحاقؑ پر برکتیں نازل کیں

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝١١٣

(اور پھر آگے) ان دونوں کی نسل میں بعضے اچھے بھی ہیں اور بعضے ایسے بھی جو (بدیاں کر کے) صریح اپنا نقصان کر رہے ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَقَالَ اور اس (ابراہیم) | نے کہا | اِنِّیْ بیشک میں | ذَاهِبٌ جانے والا ہوں | اِلٰی رَبِّیْ اپنے رب کی طرف | سَيَهْدِيْنِ عنقریب وہ مجھے راہ دکھائے گا | | |
| رَبِّ اے میرے رب | هَبْ لِیْ مجھے عطا فرما | مِنَ سے | الصّٰلِحِيْنَ نیک صالح | فَبَشَّرْنٰهُ پس بشارت دی ہم نے اسے | بِغُلٰمٍ ایک لڑکا | | |
| حَلِيْمٍ بردبار | فَلَمَّا پھر جب | بَلَغَ وہ پہنچا | مَعَهٗ اس کے ساتھ | السَّعْیَ دوڑنے | قَالَ اس نے کہا | يٰبُنَیَّ اے میرے بیٹے | اِنِّیْٓ اَرٰی بیشک میں دیکھتا ہوں |
| فِی میں | الْمَنَامِ خواب | اَنِّیْ کہ میں | اَذْبَحُكَ تجھے ذبح کر رہا ہوں | فَانْظُرْ اب تو دیکھ | مَاذَا کیا | تَرٰی تیری رائے | قَالَ اس نے کہا |
| يٰٓاَبَتِ اے میرے ابا جان | افْعَلْ آپ کریں | مَا تُؤْمَرُ جو آپ کو حکم کیا جاتا ہے | سَتَجِدُنِیْٓ آپ جلد ہی مجھے پائیں گے | اِنْ اگر | | | |
| شَآءَ اللّٰهُ اللہ نے چاہا | مِنَ سے | الصّٰبِرِيْنَ صبر کرنے والے | فَلَمَّا پس جب | اَسْلَمَا دونوں نے حکم الٰہی | مان لیا | وَتَلَّهٗ (باپ نے بیٹے کو) لٹایا | |
| لِلْجَبِيْنِ پیشانی کے بل | وَنَادَيْنٰهُ اور ہم نے اسکو پکارا | اَنْ کہ | يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ اے ابراہیم | قَدْ صَدَّقْتَ تحقیق تو نے سچ کر دکھایا | الرُّءْيَا خواب | | |

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| إِنَّا كَذٰلِكَ بیشک ہم اسی طرح | نَجْزِي ہم جزا دیا کرتے ہیں | الْمُحْسِنِينَ نیکوکاروں | إِنَّ هٰذَا بیشک یہ | لَهُوَ البتہ وہ | الْبَلٰٓؤُا آزمائش | | |
| الْمُبِينُ کھلی | وَفَدَيْنٰهُ اور ہم نے اس کا فدیہ دیا | بِذِبْحٍ ایک ذبیحہ | عَظِيمٍ بڑا | وَتَرَكْنَا اور ہم نے باقی رکھا | عَلَيْهِ اس پر اس کا ذکر خیر | | |
| فِي الْاٰخِرِينَ بعد میں آنے والوں میں | سَلٰمٌ سلام | عَلٰى پر | إِبْرٰهِيمَ ابراہیم | كَذٰلِكَ اسی طرح | نَجْزِي ہم جزا دیا کرتے ہیں | | |
| الْمُحْسِنِينَ نیکوکاروں | إِنَّهُ بیشک وہ | مِنْ سے | عِبَادِنَا ہمارے بندے | الْمُؤْمِنِينَ جمع | وَبَشَّرْنٰهُ اور ہم نے اسے بشارت دی | بِإِسْحٰقَ اسحٰق کی | |
| نَبِيًّا ایک نبی | مِنَ سے | الصّٰلِحِينَ جمع صالح | وَبٰرَكْنَا اور ہم نے برکت نازل کی | عَلَيْهِ اس پر۔اس کو | وَ اور | عَلٰى پر | إِسْحٰقَ اسحٰق |
| وَ مِنْ اور سے۔میں | ذُرِّيَّتِهِمَا ان دونوں کی اولاد | مُحْسِنٌ نیکوکار | وَظَالِمٌ اور ظلم کرنے والا | لِنَفْسِهٖ اپنی جان پر | مُبِينٌ صریح | | |

## تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ کس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام عرصہ تک قوم کو"توحید الٰہی" کی دعوت دیتے رہے اور ان کو شرک وبت پرستی سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے مگر بدبخت قوم نے کسی طرح آپ کی رشد وہدایت کو قبول نہیں کیا۔اور جب ایک موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا تو تمام قوم نے عداوت کے جذبہ میں آپ کو آگ میں ڈال کر جلا دینے کا فیصلہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ارادوں کو ناکام فرمایا اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں نار کو گلزار بنا دیا۔ اس کھلی ہوئی نشانی اور معجزہ کو دیکھ کر بھی قوم کو ایمان لانا نصیب نہ ہوا تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے علیحدہ ہو جانا پسند فرمایا اور ارادہ کیا کہ وطن سے ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ پیغام الٰہی سنائیں اور دعوت حق پہنچائیں چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا کہ اب میں تم میں سے ہجرت کر کے کہیں اور جہاں میرا رب میری رہنمائی فرمائے گا چلا جاؤں گا۔بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے جدا ہو کر ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی اور آپ کے ہمراہ آپ کی بی بی حضرت سارہ اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط نے بھی ہجرت فرمائی کیونکہ ساری قوم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والے صرف یہی دو نفر تھے۔اس وقت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں تھی۔اس لئے آپ نے حق تعالیٰ سے دعا کی رب هب لی من الصلحين یعنی اے میرے پروردگار مجھ کو کوئی نیک صالح اولاد عطا فرما جو دینی کام میں میری مدد کرے اور اس سلسلہ کو باقی رکھے۔اس دعائے ابراہیمی پر علماء نے لکھا ہے کہ فرزند صالح کی دعا مانگتے رہنا کسی کمال روحانی کے منافی نہیں بلکہ عین سنت انبیاء ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ایک حلیم المزاج لڑکے کی بشارت دی گئی جس سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جو سب سے پہلے اور سب سے بڑے فرزند ہیں اب جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو گئے اور والد کا ہاتھ بٹانے کے لائق ہو گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے اس پیارے بچہ کو ذبح کر رہے ہیں۔حضرات انبیاء کا خواب بھی وحی کی ایک قسم ہوتا ہے اس لئے آپ اسے امر الٰہی سمجھے اور تعمیل حکم پر آمادہ ہو گئے لکھا ہے کہ تین رات آپ مسلسل یہی خواب دیکھتے رہے۔ تیسرے روز آپ نے اپنا خواب بیٹے یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سنایا تا کہ بیٹے کا خیال معلوم کریں کہ وہ خوشی سے آمادہ ہیں یا نہیں اور اس لئے بھی کہ اچانک ذبح کرنے سے وہ گھبرا نہ جائیں اپنا ارادہ اور رویاء صادقہ حضرت اسماعیل پر ظاہر کیا۔حضرت اسماعیل آخر تو حضرت ابراہیمؑ جیسے مجدد انبیاء کے فرزند ارجمند تھے کہنے لگے ابا جان پھر دیر کیا ہے مالک کا جو حکم ہوا ہے فوراً کر ڈالئے۔ایسے کام میں مشورہ کی کیا ضرورت۔رہا میں سو آپ ان شاء اللہ دیکھ لیں گے

کہ کس صبر وتحمل سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔انشاء اللہ میرا صبر آپ کا جی خوش کر دے گا۔سبحان اللہ ہزار ہزار رحمتیں ہوں ایسے بیٹے اور باپ پر۔آخر باپ بیٹے دونوں حکم خداوندی کی اطاعت کے لئے جاں بکف تیار ہو جاتے ہیں۔باپ بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے اور بیٹا راہ خدا میں اپنے باپ کے ہاتھوں اپنا گلا کٹوانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔اس گفتگو کے بعد باپ بیٹے اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔

بعض روایات میں آتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے ارادہ سے مکہ سے لے کر چلے اور منیٰ کی حدود میں پہنچے تو ایک جگہ شیطان سامنے آیا اور اس نے اس ارادہ سے آپ کو باز رکھنے کی کوشش کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مردود کے سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنس گیا اور آپ آگے روانہ ہو گئے۔کچھ دور چلے تھے کہ اللہ والوں کا وہ دشمن ابلیس پھر سامنے آیا اور اس نے آپ کو حضرت اسماعیلؑ کی قربانی سے روکنا چاہا آپ نے پھر اس کو سات کنکریاں ماریں جس سے وہ دفع ہو گیا۔آپ آگے چل دیئے کچھ دور کے بعد وہ تیسری دفعہ پھر نمودار ہوا اور پھر اس نے ورغلایا آپ نے پھر اس کو کنکریاں ماریں جس سے پھر وہ زمین میں دھنس گیا۔اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عاشقانہ ادا ایسی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے اس کی نقل بھی حج کا جزو بنا دی گئی ہے۔جن تین جگہوں پر شیطان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سنگ باری کی تھی ان جگہوں پر بطور نشان کے تین ستون بنے ہوئے ہیں جن کو جمرات کہتے ہیں اور اب حجاج ان نشانوں پر کنکریاں مارتے ہیں۔الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بچے کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ذبح کرنے کے لئے لٹاتے ہیں۔ یہاں آیت میں یہ الفاظ ارشاد ہیں فلمآ اسلما و تلہ للجبین

پس جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرایا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے چت نہیں لٹایا بلکہ اوندھے منہ لٹایا تاکہ ذبح کرتے وقت بیٹے کا چہرہ دیکھ کر کہیں محبت اور شفقت پدری جوش نہ مارنے لگے۔آگے اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمایا کہ کیا ماجرا گزرا کیونکہ بات اتنی بڑی تھی کہ اسے الفاظ میں بیان کرنے کی بجائے ذہن میں تصور ہی کے لئے چھوڑ دینا زیادہ مناسب تھا۔ایک بوڑھا باپ اپنے ارمانوں سے مانگے ہوئے بیٹے کو محض اللہ کی خوشنودی پر قربان کر رہا ہے اور بیٹا بھی گلے پر چھری چلوانے کے لئے تسلیم و رضا سے راضی ہے تو کیا حال اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر گزر رہا ہوگا۔اور کیا کچھ فرشتوں پر گزر رہی ہوگی۔اور کیسا کچھ اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں جوش آیا ہوگا۔بس اس کا کچھ تصور ہی کیا جا سکتا ہے الفاظ میں ان کیفیات کا بیان مشکل ہے۔یہاں اس موقع پر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بالآخر جب دونوں باپ بیٹے یہ انوکھی عبادت انجام دینے کے لئے قربان گاہ پہنچے تو حضرت اسماعیلؑ نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان مجھے خوب اچھی طرح باندھ دیجئے تاکہ میں زیادہ تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑوں کو بھی مجھ سے بچایئے ایسا نہ ہو کہ ان پر میرے خون کی چھینٹیں پڑیں تو میرا ثواب گھٹ جائے اس کے علاوہ میری والدہ خون دیکھیں گی تو انہیں غم زیادہ ہوگا اور اپنی چھری بھی تیز کر لیجئے اور اسے میرے حلق پر ذرا جلدی جلدی پھیریئے گا تاکہ آسانی سے میرا دم نکل سکے کیونکہ موت بڑی سخت چیز ہے اور جب آپ میری والدہ کے پاس جائیں تو ان کو میرا سلام کہہ دیجئے گا اور اگر آپ میرا قمیص والدہ کے پاس لے جانا چاہیں تو لے جائیں۔ شاید انہیں اس سے کچھ تسلی ہو۔اکلوتے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ایک باپ کے دل پر کیا گزر سکتی ہے؟(اللہ علیم خبیر ہی واقف

ہے) لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام استقامت کے پہاڑ بن کر جواب دیتے ہیں کہ بیٹا! تم اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے میرے کتنے اچھے مددگار ہو۔ یہ کہہ کر انہوں نے بیٹے کو بوسہ دیا اور پرنم آنکھوں سے انہیں باندھا۔ آگے بعض تاریخی روایات کی بناء پر حضرت مفتی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ شروع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ کو سیدھا لٹایا تھا لیکن جب چھری چلانے لگے تو بار بار چلانے کے باوجود گلا کٹتا نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیتل کا ایک ٹکڑا بیچ میں حائل کر دیا تھا تو اس موقع پر بیٹے نے باپ سے خود یہ فرمائش کی تھی ابا جان! مجھے چہرہ کے بل کروٹ سے لٹا دیجئے اس لئے کہ جب آپ کو میرا چہرہ نظر آتا ہے تو شفقت پدری جوش مارنے لگتی ہے اور گلا پوری طرح کٹ نہیں پاتا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح لٹا کر چھری چلانی شروع کی۔" مگر حضرت اسماعیلؑ کی گردن تو قدرت خداوندی سے تانبے کی سی ہوگئی کہ چھری سے بالکل نہ کٹی اور فوراً وحی الٰہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ **وناديناه ان يآابراهيم قدصدقت الرءيا** اور ہم نے ان کو آواز دی کہ ابراہیم (شاباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچا کر دکھایا۔ مقصود بیٹے کا ذبح کرانا نہیں۔ محض تمہارا امتحان منظور تھا سو اس میں تم پوری طرح کامیاب ہوئے بیشک یہ بہت سخت اور کٹھن آزمائش تھی۔ اب لڑکے کو چھوڑ دو اور تمہارے پاس جو مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلہ میں ذبح کر دو اور قربان کرو۔

علامہ حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ میں نے اسماعیل کو ذبح کر دیا بلکہ یہ دیکھا تھا کہ میں ذبح کر رہا ہوں یعنی ذبح کا جو فعل ہے گردن پر چھری چلانا وہ کر رہا ہوں۔ سو اتنا کرنے سے وہ خواب میں سچے ہو گئے جتنا خواب دیکھا تھا اتنا پورا ہو گیا چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیل حکم الٰہی سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے بیٹے کو ذبح سے بچا لیا (معارف القرآن از حضرت کاندھلوی)

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس مینڈھے کو ذبح کیا۔ یہی وہ قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار کے ہمیشہ کے لئے ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی اسی دن یعنی ذوالحجہ کی دس تاریخ کو تمام دنیائے اسلام میں یہ شعار اسی طرح منایا جاتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کو آیت میں **ان هٰذا لهو البلو المبين** فرمایا گیا یعنی حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان۔ مقربین بارگاہ الٰہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ وہ نہیں ہوتا جو عام انسانوں کے ساتھ ہے۔ ان کو امتحان و آزمائش کی سخت سے سخت منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے اور قدم قدم پر جان نثاری اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیاء اپنے اپنے مراتب کے اعتبار سے امتحان کی صعوبتوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی چونکہ جلیل القدر نبی اور پیغمبر تھے اس لئے آپ کو بھی مختلف آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا اور آپ ہر دفعہ امتحان میں کامل اور مکمل ثابت ہوئے۔ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت جس صبر و رضا کا ثبوت دیا اور جس عزم و استقامت کو پیش کیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ اس کے بعد جب حضرت اسماعیل شیر خوار بچہ اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو فاران کے بیابان جہاں دانہ پانی کا نام ونشان نہ تھا چھوڑ آنے کا حکم ملا تو وہ بھی معمولی امتحان نہ تھا۔ شیر خوار بچہ اور ان کی والدہ کو ایک بے آب و گیاہ جنگل بیابان میں چھوڑتے ہیں جہاں اب مکہ آباد ہے اور پیچھے پھر کر بھی نہیں دیکھتے کہ امتثال امر الٰہی میں لغزش نہ ہو جائے اور ان دونوں منزلوں سے کٹھن یہ تیسرا امتحان تھا جب کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام تین شب مسلسل یہ خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابراہیم ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی دو۔جس کی تفصیلات اوپر بیان ہوئیں تو جیسا یہ بڑا امتحان تھا جس کو سوا مخلص کامل کے دوسرا برداشت نہیں کر سکتا تو ایسے امتحان میں پورا اترنے پر اللہ تعالیٰ نے صلہ بھی بڑا بھاری عطا فرمایا۔

یہاں ایک بات یہ اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ شریعت محمدیہ میں اپنے لڑکے کو ذبح کرنے کی نذر یا خود اپنے کو راہ خدا میں ذبح کرنے کی نذر و منت بہر صورت اور بالاتفاق ناجائز ہے۔لیکن اگر کوئی بدعقل ایسی نذر مان لے تو امام مالکؒ کے نزدیک اس کے بدلہ بکری قربان کردے لیکن امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ ایسی نذر سرے سے معصیت ہے جس پر اسے استغفار کرنا چاہئے حنفیہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے ہے کہ بکری کی قربانی دینی چاہئے کہ یہ شریعت ابراہیمی سے ثابت ہے اور اس کا نسخ منقول نہیں۔ لیکن امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ ایسی نذر ہی سرے سے باطل ہے اس لئے اس کا کچھ کفارہ اور بدلہ بھی نہیں۔مفسر ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو راہ خدا میں ذبح کرنے کی منت مانی تھی تو حضرت ابن عباسؓ نے اسے ایک سو اونٹ ذبح کرنے کا فتویٰ دیا تھا لیکن پھر حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ اگر میں اسے ایک بھیڑ ذبح کرنے کو کہتا تب بھی کافی تھا کیونکہ کتاب اللہ میں ہے کہ حضرت ذبیح اللہ کا فدیہ اسی سے دیا گیا تھا۔الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے شریعت محمدیہ میں اپنے ہاتھوں اپنے کی یا اپنے اولاد کی قربانی جائز نہیں فرمائی اور یہ اس لئے ظاہر کیا گیا کہ کافی عرصہ ہوا اخبارات میں اسی کراچی کی خبر یہ پڑھنے میں آئے تھی کسی نے خواب کی بناء پر اپنی بچی کو ذبح کر ڈالا تھا جس پر اس نیم پاگل کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔

الغرض یہاں آیات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر فرمانے کے بعد اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں کامیاب ہوگئے تو آپ کو ایک اور بیٹے یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دیگئی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے بشارت سنائی کہ حضرت سارہ کے بطن سے بھی ایک بیٹا ہوگا اور ان کا نام اسحاق رکھنا اور وہ بھی نبی اور نیک بختوں میں سے ہوں گے چنانچہ حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے جن کی نسل سے سینکڑوں بادشاہ اور ہزاروں نبی بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے توحید' اخلاص اور ایمان کے نتیجہ میں برکت عطا فرمائی۔اب اخیر میں یہ سب بیان کرنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے دونوں صاجزادے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کا ذکر کرنے کے بعد جو مقصد اس قصہ کو ذکر فرمانے سے ہے وہ ظاہر فرمایا جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زمانہ عرب یہود و نصاریٰ جو اپنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور ان کی ذریت کہلانے پر فخر کرتے تھے انہیں سنایا جاتا ہے **ومن ذریتھما محسن و ظالم لنفسہ مبین** اور ان دونوں کی نسل میں سے بعضے اچھے اور نیک بھی ہیں جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکار اور بعضے ایسے بھی ہیں جو اپنی جان پر صریح ظلم کر رہے ہیں اور اس ظلم کا وبال انہی پر پڑے گا۔اس جملہ میں تعریض ہے کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کے طریقہ پر نہیں وہ ان کی نسل سے ہونے کے فخر کو محض بیکار جانے۔نہ وہ اس برکت کے وعدہ کا شریک ہے نہ وہ ان عنایات کا مستحق ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتنی بات بھی نہیں مانتے کہ خدا پرستی اختیار کریں بدکاری اور بت پرستی کفر و شرک کو چھوڑ کر توحید الٰہی اختیار کریں ان کے ایک بیٹے نے تو ان کی راہ حق میں یہاں تک اطاعت کی کہ

جان دینے پر آمادہ ہو گئے تم کیسے فرزند ہو کہ الٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہنے کے خلاف بت پرستی اور کفر و شرک اختیار کرتے ہو اور خدا پرستی کو ترک کرتے ہو۔

یہاں ان آیات کے تحت اور اس واقعہ سے جس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بے مثال جذبۂ جان نثاری کی شہادت ملتی ہے۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کم سنی ہی میں اللہ نے حضرت اسماعیل کو کیسی ذہانت اور علم ادب عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا بلکہ محض اپنے خواب کا تذکرہ فرمایا تھا۔ لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اور یہ خواب بھی در حقیقت حکم الٰہی کی ہی ایک شکل ہے چنانچہ انہوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکم الٰہی کا تذکرہ فرمایا اور کہا یآابت افعل ما تؤمر اے ابا جان جس بات کا آپ کو خدا کی طرف سے حکم کیا گیا ہے آپ اسے کر گزریئے اور والد بزرگوار کو یقین دلایا کہ ستجدنی ان شآء الله من الصّٰبرین یعنی ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس جملے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی غایت تواضع اور ادب ہے۔ ایک تو آپ نے انشاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالہ کر دیا اور اس وعدے میں جو دعوے کی ظاہری صورت پیدا ہو سکتی تھی اسے ختم فرما دیا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو کسی معاملہ میں اپنے اوپر خواہ کتنا ہی اعتماد ہو لیکن اسے ایسے بلند بانگ دعوے نہیں کرنے چاہئیں۔ جن سے غرور و تکبر ٹپکتا ہو اگر کہیں ایسی کوئی بات کہنے کی ضرورت ہو تو الفاظ میں اس کی رعایت ہونی چاہئے کہ ان میں اپنے بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا اظہار ہو اور جس حد تک ممکن ہو تواضع اور انکساری کے دامن کو نہ چھوڑا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے متواضع اور مخلصین بندوں کے طفیل میں ہمیں بھی تواضع اور انکساری کی دولت عطا فرمائیں۔

یہاں تک دو انبیاء یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہوا اب آگے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے حکم بردار اور اطاعت گزار بندوں میں شامل فرماویں۔

یا اللہ ہم کو ہر حال میں ظاہراً اور باطناً شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما اور اپنی مرضیات کی ہر آن میں سعادت حاصل کرنے کی دولت عطا فرما۔ یا اللہ ہم تو عاجز ضعیف الایمان ہیں ہم کسی امتحان کے لائق نہیں۔ اپنے ان مخلص اور کامیاب بندوں کے طفیل میں جو آپ کی ہر آزمائش اور امتحان میں کامیاب رہے۔ اے اللہ ہم کو دین پر استقامت اور کامیابی نصیب فرما اور اپنی برکتوں اور رحمتوں سے ہمیں اور ہماری نسلوں کو دین و دنیا میں سرفراز فرما۔

اے اللہ ہم کو اپنے محسن اور مخلص بندوں میں شامل فرمایئے اور ہم کو ظالموں میں شامل ہونے سے بچا لیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَ لَقَدۡ مَنَنَّا عَلٰی مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ نَجَّیۡنٰہُمَا وَ قَوۡمَہُمَا مِنَ الۡکَرۡبِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۱۱۵﴾

اور ہم نے موسیٰ اور ہارونؑ پر بھی احسان کیا اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات دی

وَ نَصَرۡنٰہُمۡ فَکَانُوۡا ہُمُ الۡغٰلِبِیۡنَ ﴿۱۱۶﴾ وَ اٰتَیۡنٰہُمَا الۡکِتٰبَ الۡمُسۡتَبِیۡنَ ﴿۱۱۷﴾ وَ ہَدَیۡنٰہُمَا الصِّرَاطَ

اور ہم نے ان سب کی (فرعون کے مقابلہ میں مدد کی سو یہی لوگ غالب آئے اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستہ

الۡمُسۡتَقِیۡمَ ﴿۱۱۸﴾ وَ تَرَکۡنَا عَلَیۡہِمَا فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰی مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی

پر قائم رکھا اور ہم نے ان دونوں کیلئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ موسیٰ اور ہارونؑ پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں

الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّہُمَا مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۲۲﴾

بے شک وہ دونوں ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَ لَقَدۡ اور تحقیق البتہ | مَنَنَّا اور ہم نے احسان کیا | عَلٰی مُوۡسٰی موسیٰ پر | وَ ہٰرُوۡنَ اور ہارونؑ | وَ نَجَّیۡنٰہُمَا اور ان دونوں کو نجات دی | |
| وَ قَوۡمَہُمَا اور ان کی قوم | مِنَ سے | الۡکَرۡبِ غم | الۡعَظِیۡمِ بڑا | وَ اور | نَصَرۡنٰہُمۡ ہم نے مدد کی ان کی |
| فَکَانُوۡا تو وہ رہے | ہُمُ وہی | | | | |
| الۡغٰلِبِیۡنَ غالب | وَ اٰتَیۡنٰہُمَا اور ہم نے ان دونوں کو دی | الۡکِتٰبَ کتاب | الۡمُسۡتَبِیۡنَ واضح | وَ اور | ہَدَیۡنٰہُمَا اور ہم نے ان دونوں کو ہدایت دی |
| الصِّرَاطَ راستہ | الۡمُسۡتَقِیۡمَ سیدھا | وَ تَرَکۡنَا اور ہم نے باقی رکھا | عَلَیۡہِمَا ان دونوں پر انکا ذکر خیر | فِی الۡاٰخِرِیۡنَ بعد میں آنیوالوں میں | |
| سَلٰمٌ سلام | عَلٰی مُوۡسٰی موسیٰ پر | وَ ہٰرُوۡنَ اور ہارون | اِنَّا کَذٰلِکَ بیشک ہم اسی طرح | نَجۡزِی ہم جزا دیتے ہیں | الۡمُحۡسِنِیۡنَ نیکوکاروں |
| اِنَّہُمَا بیشک وہ دونوں | مِنۡ سے | عِبَادِنَا ہمارے بندے | الۡمُؤۡمِنِیۡنَ مومن | | |

## تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا ذکر ہوا تھا اب آگے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سورتوں میں متعدد جگہ بیان ہو چکا ہے۔ حضرت موسیٰ اور آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام مصر کے سرکش اور باغی بادشاہ فرعون کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ اسے سمجھائیں کہ وہ اپنی سرکشی سے باز آئے اور بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے رہائی دے مگر اس ظالم اور متکبر فرعون کی سمجھ میں کہاں کوئی بات آنے والی تھی۔ اس نے اور زیادہ بنی اسرائیل کو ستانا شروع کر دیا۔ ان کے بچوں کو قتل کرا دیتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ ان سے ذلیل خدمات لیتا تھا اور تمام قوم بنی اسرائیل کو پست و ذلیل اور بے حیثیت بنا کر رکھا تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی مدد آئی اور بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے ظلم و ستم سے نجات ملی۔ مصر سے نکل کر بنی اسرائیل نے بحر قلزم کو نہایت آسانی سے پار کر لیا اور فرعونیوں کو اسی سمندر میں غرق کر کے بنی اسرائیل کو غالب و منصور کیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک واضح روشن اور بین کتاب یعنی توراۃ عطا فرمائی جو حق و باطل میں فرق و فیصلہ کرنے والی تھی اور نور و ہدایت دکھانے والی تھی۔ ان واقعات کی طرف یہاں اجمالاً اشارہ فرما کر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی تعریف فرمائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں افعال میں اقوال میں استقامت بخشی اور ہر معاملہ میں سیدھی راہ پر چلایا جو عصمت انبیاء علیہم السلام کے لوازم میں سے ہے اور ان کے بعد والوں میں بھی ان کا ذکر خیر اور ثناء و صفت باقی رکھی کہ آج

تک زبانیں ان پر سلام بھیجتی ہیں اس کے بعد بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص اور نیک کار بندوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں کہ ان کو مستحق ثناء وصفت کا بناتے ہیں اور چونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بھی اللہ تعالیٰ کے کامل ایماندار بندوں میں سے تھے اس لئے صلہ بھی کامل عطا ہوا۔

یہاں اس سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد بھی یہی فرمایا گیا **انا کذالک نجزی المحسنین انه من عبادنا المؤمنین** بیشک ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کر کے بھی یہی فرمایا گیا **انا کذالک نجزی المحسنین انه من عبادنا المؤمنین** ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں تھے۔ اب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر کر کے بھی یہی فرمایا گیا **انا کذالک نجزی المحسنین انهما من عبادنا المؤمنین** ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ اور آگے حضرت الیاس علیہ السلام کا بھی ذکر کر کے بھی یہی فرمایا گیا **انا کذالک نجزی المحسنین انه من عبادنا المؤمنین** ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ تو قرآن کریم میں انبیاء کے ذکر میں جو بار بار اس قسم کی تصریحات ہیں ان سے بظاہر دو خاص مقصد معلوم ہوتے ہیں ایک تو انبیاء علیہم السلام کی مدح و تعریف ان کا مستحق ثناء ہونا ان کا قابل تقلید ہونا اہل کتاب کی بدگوئی اور اتہام تراشیوں سے انہیں محفوظ رکھنا اور دوسرا مقصد اس کے بالمقابل یہ بھی ہے کہ انبیاء کو ان کے مرتبہ سے زیادہ نہ بڑھایا جائے۔ انہیں بہر حال اللہ تعالیٰ کا بندہ ہی سمجھا جائے اور الوہیت کا کوئی جزو بھی ان کے شامل نہ ہونا سمجھا جائے۔ اسی لئے انبیاء کے عبد مومن اور عبد کامل ہونے کی بار بار تصریح فرمائی۔ تو جس طرح اوپر حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ اور ذکر ایک خاص مقصد اور غرض سے سنائے گئے جس کی طرف اشارہ گذشتہ درس میں ہو چکا ہے اسی طرح حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے مناسبت رکھتا ہے اور اہل عرب کو حضرت موسیٰ و ہارون کا قصہ سنا کر یہ جتلانا مقصود ہے کہ تمہاری بہتری بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہے۔ نیز اہل ایمان کو یہ بشارت بھی ہے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی برکت سے ملکوں کے مالک ہو جاؤ گے اور جس طرح ان دونوں حضرات کو ایک روشن کتاب یعنی تورات دی تھی اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دیا گیا جس کا اتباع اب لازم ہے اور جس طرح ان دونوں حضرات یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے راہ راست کی ہدایت فرمائی۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صراط مستقیم دکھائی جس پر چلنا اب لازم ہے۔

اسی سلسلہ میں آگے چوتھا قصہ حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو سید الانبیاء والمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ حق تعالیٰ ہم کو اس نعمت عظمیٰ کی صحیح قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔ اور آپ ہی کی لائی ہوئی صراط مستقیم پر ہم کو بھی چلنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! جیسے آپ نے اپنے کرم سے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات بخشی اور فرعون کو بمعہ اس کے لشکر کے تباہ و برباد فرمایا اسی طرح اب بھی جو اہل اسلام اس وقت کے ملعون فرعون کے ظلم و ستم سے دبے ہوئے ہیں یا اللہ مظلوم اہل اسلام کو ظالموں کے تسلط سے نجات عطا فرما۔ اور ظالموں پر اپنے عذاب کا کوڑا برسا کر تباہ و برباد فرما۔ یا اللہ! کمزور اور مظلوم اہل اسلام کی مدد فرما دے اور ظالموں کے ظلم سے بچا لے۔ آمین

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ

اور الیاس بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے تھے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کیا تم بعل کو پوجتے ہو اور اُس کو چھوڑے بیٹھے ہو

اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

جو سب سے بڑھ کر بنانے والا ہے (اور وہ) معبود برحق ہے تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے سو اُن لوگوں نے ان کو جھٹلایا سو وہ لوگ پکڑے جاویں گے

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

مگر جو اللہ کے خاص بندے تھے اور ہم نے الیاس کیلئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ الیاسینؑ پر سلام ہو

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاِنَّ اور بیشک | اِلْيَاسَ الیاسؑ | لَمِنَ البتہ۔ سے | الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں | اِذْ قَالَ جب اس نے کہا | لِقَوْمِهٖ اپنی قوم کو | اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم نہیں ڈرتے |
| اَتَدْعُوْنَ کیا تم پکارتے ہو | بَعْلًا بعل | وَتَذَرُوْنَ اور تم چھوڑ دیتے ہو | اَحْسَنَ سب سے بہتر | الْخَالِقِيْنَ پیدا کرنے والا | اللّٰهَ اللہ | |
| رَبَّكُمْ تمہارا رب | وَرَبَّ اور رب | اٰبَآئِكُمُ تمہارے باپ دادا | الْاَوَّلِيْنَ پہلے | فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلایا | فَاِنَّهُمْ تو بیشک وہ | |
| لَمُحْضَرُوْنَ وہ ضرور حاضر کئے جائیںگے | اِلَّا سوائے | عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے | الْمُخْلَصِيْنَ مخلص | وَتَرَكْنَا اور ہم نے باقی رکھا | عَلَيْهِ اس پر اسکا ذکر خیر | |
| فِى الْاٰخِرِيْنَ بعد میں آنے والوں میں | سَلٰمٌ سلام | عَلٰى پر | اِلْ يَاسِيْنَ الیاسینا لیاسؑ | اِنَّا كَذٰلِكَ بیشک ہم اسی طرح | نَجْزِى جزا دیا کرتے ہیں | |
| الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں | اِنَّهٗ بیشک وہ | مِنْ سے | عِبَادِنَا ہمارے بندے | الْمُؤْمِنِيْنَ مومن | | |

## تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اس کے بعد اب حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام ایک مشہور اسرائیلی نبی گزرے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کچھ عرصہ بعد مبعوث ہوئے تھے۔ بیشتر مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور آپ کا زمانہ قریب ۸۵۰ سال قبل مسیح ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ سے قریب ۵۰۰ سال بعد قرآن کریم میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر دو جگہ آیا ہے ایک سورۂ انعام ساتویں پارہ میں اور ایک موجودہ سورۃ میں ان آیات زیر تفسیر میں۔ سورۂ انعام میں تو آپ کو صرف انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں شمار کیا ہے مگر یہاں آپ کی نبوت ورسالت کا بھی اعلان ہے۔ آپ کی قوم کی گمراہی اور بت پرستی کا بھی ذکر ہے۔ آپ کی تبلیغ اور ارشاد کا بھی تذکرہ ہے اور آپ کی فضیلت اور برگزیدگی کا بھی بیان ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی بعثت کے متعلق مفسرین ومورخین کا اتفاق ہے کہ آپ شام کے باشندوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے اور بعلبک کا مشہور شہر آپ کی رسالت و ہدایت کا مرکز تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم مشہور بت ''بعل'' کی پرستار اور توحید سے بیزار شرک میں مبتلا تھی۔ کتب تفسیر میں منقول ہے کہ

''بعل'' اس قوم کا سب سے زیادہ مقبول دیوتا تھا۔ یہ سونے کا بت تھا اور بیس گز کا قد تھا اور اس کے چار منہ تھے اور اس کی خدمت پر چار سو خادم مقرر تھے۔ ایک پرتکلف درگاہ بنا رکھی تھی اور اس کی تعظیم و ادب کے قاعدے مقرر کر رکھے تھے۔ اس بت کے مجاور نئی نئی اس کی کرامات و حکایات لوگوں کو سناتے کہ فلاں کی یہ مراد ''بعل'' نے دی اور فلاں نے نذرانہ نہ دیا تھا تو اس کو یوں برباد کیا۔ اس کو سجدہ کیا کرتے تھے اور اس کے آگے قربانی ہوتی تھی اور باجے گاجے بجا کرتے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم دوسرے بتوں کے ساتھ خصوصیت سے ''بعل'' کی پرستار تھی خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کو سمجھایا اور راہ ہدایت دکھائی صنم پرستی کے خلاف وعظ و نصیحت کرتے ہوئے توحید خالص کی جانب دعوت دی جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت الیاس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے کہ اس کے سوا دوسروں کی عبادت و بندگی کرتے ہو۔ تم نے خود ایک بت گھڑ کر اس کا نام ''بعل'' رکھ لیا۔ (عبرانی زبان میں بعل کے معنی مالک، سردار، حاکم اور رب کے ہیں) اور اللہ کو بھول گئے۔ تعجب ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جو خالق کل ہے اور بہترین خالق ہے ایک بت کو پوج رہے ہو اور اس کو پکارتے رہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا اور تم سے پہلے تمہارے باپ دادا کا رب اور پروردگار ہے اور وہی مستحق عبادت ہے اس کے سوا کسی قسم کی عبادت کسی کے لئے لائق نہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے رسول کی اس صاف اور خیر خواہانہ نصیحت کو نہ مانا اور اس دعوائے توحید میں ان کو جھٹلایا جس کی شامت اور وبال میں قیامت میں ان سے سخت باز پرس ہوگی اور ان پر سخت عذاب ہوں گے جبکہ وہ گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ اس روز صرف وہی لوگ پکڑ اور عذاب سے بچیں گے جنہوں نے رسولوں کا کہنا مانا اور توحید پر قائم رہے۔ وہی اللہ کے مخلص بندے ہیں وہ اجر و ثواب میں ہوں گے آگے بتلایا جاتا ہے کہ مثل دیگر انبیاء کے اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کی ثنا و صفت اور ذکر خیر پچھلے لوگوں میں باقی رکھا کہ ہر مومن و مسلم کی زبان سے ان پر سلام بھیجا جاتا ہے اور ان کو علیہ السلام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلصین اور نیک کاروں کو ایسا ہی صلہ اور بدلہ عطا فرماتے ہیں کہ دنیا میں نیک نامی اور ذکر خیر اور آخرت میں کامیابی و کامرانی بیشک حضرت الیاس علیہ السلام اللہ کے کامل ایماندار بندوں میں سے ہیں۔

یہاں ان آیات میں حضرت الیاس علیہ السلام نے جو اللہ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے متعلق فرمایا ''اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ'' یعنی سب سے بہتر بنانے والا تو اس کے متعلق مفسرین نے ایک نکتہ اور تنبیہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ معاذ اللہ احسن الخالقین کے یہ معنی نہیں کہ خالق تو بہت ہیں مگر اللہ سب سے بہتر ہے بلکہ لفظ خلق کے دو معنی ہیں۔ ایک ایجاد اور اختراع کے معنی ہیں یعنی کسی چیز کو عدم سے نکال کر وجود میں لانا۔ اس معنی میں تو خالق کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں۔ عدم سے وجود میں لانا اور جان ڈالنا اور جان نکالنا یہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کے اختیار میں نہیں تو یہاں آیت میں خالقین کے یہ معنیٰ مراد نہیں دوسرے معنیٰ خلق کے تقدیر یا اور اندازہ کرنے اور صنعت اور کاریگری کے ہیں اس معنیٰ میں ''اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ'' کے مطلب یہ ہوں گے کہ سب اندازہ کرنے والوں اور تمام صناعوں اور کاریگروں میں اللہ سب سے بہتر اور بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اندازہ ہمیشہ بالکل ٹھیک اور درست ہوتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کا اندازہ کبھی درست ہوتا ہے اور کبھی غلط اور دنیا میں اگرچہ صناع اور کاریگر بہت ہیں مگر خداوند قدوس کی صنعت اور کاریگری کو کسی کی کاریگری

نہیں پہنچتی۔ تو اس آیت میں خالقین کے یہی دوسرے معنیٰ مراد ہیں۔ اس طرح خالق کا اطلاق بمعنی صناع اور کاریگر بندہ پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ بندہ بھی اپنے علم و قدرت کے مطابق صنعت اور کاریگری پر قدرت رکھتا ہے تو "اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ" یعنی اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے اسی دوسرے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

الغرض حضرت الیاس علیہ السلام اور آپ کی قوم کا واقعہ اگرچہ قرآن کریم میں بہت مختصر مذکور ہے تاہم اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل یعنی یہود ذہنیت کس درجہ مسخ تھی کہ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہ تھی کہ جس کے کرنے پر یہ حریص نہ رہے ہوں۔ باوجود انبیاء اور رسل کے ایک طویل اور پیہم سلسلہ کے بت پرستی عناصر پرستی کواکب پرستی غرض غیر اللہ کی پرستش کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جس کے یہ پرستار نہ بنے ہوں۔ قرآن کریم میں بنی اسرائیل سے متعلق ان واقعات میں جہاں ان کی بدبختی اور کجروی پر روشنی پڑتی ہے وہیں ہم کو یہ موعظت اور عبرت بھی حاصل ہوتی ہے کہ اب جبکہ انبیاء و رسل کا سلسلہ منقطع ہو چکا اور خاتم النبیین کی بعثت اور قرآن کریم کے آخری پیغام نے اس سلسلہ کو ختم کر دیا ہے تو ہمارے لئے از بس ضروری و لازمی ہے کہ بنی اسرائیل کی مسخ فطرت اور تباہ ذہنیت کے خلاف خدائی احکام کو مضبوطی سے پکڑیں اور کتاب و سنت میں کجروی سے کام لے کر ان کی خلاف ورزی کی جرات نہ کریں۔ گویا ہمارا شیوہ سپردو تسلیم ہو۔ انکار و انحراف نہ ہو کہ اسلام کے یہی معنیٰ ہیں مگر افسوس ہے کہ کیسا پرفتن وقت آ گیا ہے کہ کسی نے اسلام کا لیبل لگا کر قرآن کی معنوی تحریف کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے تو کسی نے انکار حدیث کا فتنہ کھڑا کر رکھا ہے۔ کوئی مذہب سے بیزار ہے تو کوئی اللہ اور رسول کے خلاف ہے کہیں سوشلزم کی پکار ہے تو کہیں کمیونزم کا پرچار ہے۔ اس امت میں فتنوں کے دروازے نت نئے کھلتے چلے جا رہے ہیں اور وہ تمام گمراہیاں جن کا شکار یہود و نصاریٰ ہوئے تھے اس امت میں بھی راہ پاتی جا رہی ہیں۔ کوئی غلو اور افراط میں نصاریٰ کے قدم بقدم چلا تو کسی نے تفریط میں یہود کی روش اختیار کی۔ اور اس پر کچھ حیرت اور تعجب بھی نہیں۔ صادق مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے متعلق پہلے ہی پیشین گوئی فرما دی تھی کہ ایسا وقت اور ایسے حالات اس امت پر آ کر رہیں گے۔ بخاری و مسلم کی صحیح حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ ضرور بالضرور پیروی کرو گے اگلی امتوں کی یعنی یہود و نصاریٰ کی بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ یعنی بالکل ان کے قدم بقدم چلو گے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر رحم فرمائیں اور ان کو اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی کتاب اور اپنے احکام کا متبع اور شیدائی بننا نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے پانچواں قصہ حضرت لوط علیہ السلام اور چھٹا قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان و اسلام کی حفاظت فرمائیں اور اس پرفتن وقت میں ہم کو صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو اسلام اور ایمان اور کتاب و سنت کی دولت عطا فرمائی ہے اس کی قدر اور سچی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنی کتاب کا سچا مطیع اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا متبع بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنے عباد اللہ المخلصین میں تا زندگی شامل ہونا نصیب فرما اور اپنے مخلصین ہی کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرما اور انہی کے ساتھ ہمیں اپنے رضا کے مقام جنت میں جانا نصیب فرما۔ یا اللہ! ہم کو بھی یہ سعادت نصیب فرما کہ ہمارے اس دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد ہمارا ذکر اس جہان میں نیک نامی سے ہو اور آخرت میں آپ کے اجر و ثواب اور مغفرت و رحمت کے مورد ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

اور بیشک لوط (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے جبکہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی بجز اُس بڑھیا (یعنی ان کی زوجہ) کے کہ وہ رہ جانے والوں میں رہ گئی

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا۔ اور تم تو اُن (کے دیار و مساکن) پر صبح ہوتے اور رات میں گزرا کرتے ہو۔ کیا پھر بھی نہیں سمجھتے ہو

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ

اور بے شک یونس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے جبکہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے سو یونسؑ شریک قرعہ ہوئے تو یہی ملزم ٹھہرے

الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ

پھر ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور یہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے سو اگر وہ (اُس وقت) تسبیح کرنیوالوں میں سے نہ ہوتے

فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَاۗءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً

تو قیامت تک اُسی کے پیٹ میں رہتے۔ سو ہم نے اُن کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضمحل تھے اور ہم نے اُن پر ایک بیل دار درخت بھی اُگا دیا تھا

مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

اور ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاِنَّ اور بیشک | لُوْطًا لوط | لَمِنَ البتہ۔ سے | الْمُرْسَلِيْنَ رسول | اِذْ جب | نَجَّيْنٰهُ ہم نے اسے نجات دی | وَ اور | اَهْلَهٗ اس کے گھر والے | |
| اَجْمَعِيْنَ سب | اِلَّا سوائے | عَجُوْزًا ایک بڑھیا | فِى الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے | ثُمَّ پھر | دَمَّرْنَا ہم نے ہلاک کیا | الْاٰخَرِيْنَ اوروں کو | | |
| وَاِنَّكُمْ اور بیشک تم | لَتَمُرُّوْنَ البتہ گزرتے ہو | عَلَيْهِمْ ان پر | مُّصْبِحِيْنَ صبح کرتے ہوئے (صبح ہوتے) | وَبِالَّيْلِ اور رات میں | | | | |
| اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے | وَ اور | اِنَّ بیشک | يُوْنُسَ یونس | لَمِنَ البتہ۔ سے | الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں | اِذْ جب | اَبَقَ بھاگ گئے وہ | |
| اِلَى طرف | الْفُلْكِ کشتی | الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی | فَسَاهَمَ تو قرعہ ڈالا | فَكَانَ سو وہ ہوا | مِنَ سے | الْمُدْحَضِيْنَ دھکیلے گئے | فَالْتَقَمَهُ پھر اسے نگل لیا | |
| الْحُوْتُ مچھلی | وَهُوَ اور وہ | مُلِيْمٌ ملامت کرنیوالا | فَلَوْلَآ پھر اگر نہ | اَنَّهٗ یہ کہ وہ | كَانَ ہوتا | مِنَ سے | الْمُسَبِّحِيْنَ تسبیح کرنے والے | لَلَبِثَ البتہ رہتا |
| فِيْ بَطْنِهٖ اسکے پیٹ میں | اِلٰى تک | يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ بعثت کے دن (روز حشر) | فَنَبَذْنٰهُ پھر ہم نے اسے پھینک دیا | بِالْعَرَاۗءِ چٹیل میدان میں | وَهُوَ اور وہ | | | |
| سَقِيْمٌ بیمار | وَاَنْۢبَتْنَا اور ہم نے اُگایا | عَلَيْهِ اس پر | شَجَرَةً ایک پودا | مِّنْ سے | يَّقْطِيْنٍ بیلدار (کدو) | وَاَرْسَلْنٰهُ اور ہم نے بھیجا اس کو | اِلٰى طرف | |
| مِائَةِ اَلْفٍ ایک لاکھ | اَوْ یا | يَزِيْدُوْنَ اس سے زیادہ | فَاٰمَنُوْا سو وہ ایمان لائے | فَمَتَّعْنٰهُمْ تو ہم نے انہیں بہرہ مند کیا | اِلٰى حِيْنٍ ایک مدت تک | | | |

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا اس کے بعد پانچواں قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا اور چھٹا قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا ان آیات میں ذکر فرمایا جاتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ کئی جگہ گذشتہ سورتوں میں تفصیلاً بیان ہو

چکا ہے یہاں اجمالاً ذکر فرمایا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے اور آپ کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ ہی گزرا تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وطن سے ہجرت فرمائی تو حضرت لوط علیہ السلام بھی ان کے ہمراہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو بھی پیغمبری سے نوازا اور آج جہاں بحر لوط یا بحر میت جس کو بحیرۂ مردار Dead Sea بھی کہتے ہیں واقع ہے۔ یہاں اس وقت سدوم و عامورہ وغیرہ کی بستیاں تھیں۔ جن کی طرف حضرت لوط علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آ کر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور بدکاری میں بری طرح مبتلا ہیں۔ اور ان کی خباثت اور بے حیائی اس درجہ کو پہنچ چکی تھی کہ اپنی بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور علی الاعلان فخر و مباہات کے ساتھ بدکاری کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت و طہارت کی زندگی کی رغبت دلائی اور ہر ممکن طریقہ جو سمجھانے کے ہو سکتے تھے ان کو سمجھایا مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ پڑا بلکہ الٹے حضرت لوط علیہ السلام کے دشمن بن گئے اور آپ کو بستی سے نکال دینے اور پتھروں سے مار مار کر جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں دیں۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو بالآخر قانون جزا کا فیصلہ ان کے حق میں نازل ہوا اور عذاب الٰہی کا وقت آ پہنچا۔ ملائکہ عذاب انسانی شکل وصورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں پہنچے اور آپ کو بتلایا کہ ہم ملائکہ عذاب ہیں اور اب یہ خدائی فیصلہ اس قوم کے سر سے ٹلنے والا نہیں۔ آپ اور آپ کا خاندان عذاب سے محفوظ رہے گا مگر آپ کی بیوی ان ہی بے حیاؤں کی رفاقت میں رہے گی اور آپ کا ساتھ نہ دے گی اور سب کے ساتھ ہلاک ہوگی۔ ملائکہ کے اشارہ پر ابتدائے شب میں حضرت لوط علیہ السلام مع اپنے گھر والوں کے سدوم سے رخصت ہو گئے مگر آپ کی بیوی نے آپ کی رفاقت سے انکار کر دیا آخر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ و بالا کر دیا اور پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ انہی واقعات کی طرف اجمالی طور پر ان آیات میں ذکر فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

''اور بیشک لوط علیہ السلام بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ ان کا اس وقت کا قصہ قابل ذکر ہے جبکہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو نجات دی بجز اس بڑھیا یعنی ان کی زوجہ کے کہ وہ عذاب کے اندر رہ جانے والوں میں رہ گئی پھر ہم نے اور سب کو یعنی لوط علیہ السلام اور آپ کے اہل کے سوا جو تھے ہلاک کر دیا اس کے بعد اہل مکہ سے خطاب ہوتا ہے کہ اے اہل مکہ تم تو ان کے دیار و مساکن پر شام کی طرف سفر کرتے ہوئے کبھی صبح اور کبھی رات میں گزرا کرتے ہو اور آثار بربادی دیکھتے ہو تو کیا اس کو دیکھ کر پھر بھی نہیں سمجھتے ہو کہ کفر و نافرمانی کا کیا انجام ہوتا ہے یعنی تم کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے باز آ جانا چاہئے''۔

اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا جاتا ہے جس کی تفصیلات سورۂ یونس گیارہویں پارہ اور سورۃ انبیاء سترہویں پارہ میں گزر چکی ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جو انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر سرفراز فرمایا اور اہل نینوا کی رشد و ہدایت کے لئے مامور فرمایا۔ وہاں کے لوگ جو شرک اور بت پرستی میں گرفتار تھے ان کو یونس علیہ السلام لگاتار سات سال تک پند و نصیحت کرتے رہے اور توحید کی دعوت دیتے رہے مگر انہوں نے آپ کی ایک نہ سنی اور اعلان حق پر مطلق

کان نہ دھرا اور یوماً فیوماً ان کا انکار و تکذیب بڑھتا ہی رہا۔ آخر ان کی مخالفت و معاندت سے متاثر ہو کر حضرت یونس علیہ السلام قوم سے خفا ہو گئے اور ان کو آگاہ کیا کہ باز نہ آئے تو تین دن کے اندر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ چنانچہ جب تیسری شب ہوئی تو یونس علیہ السلام بستی سے نکل کھڑے ہوئے۔ دریائے فرات کے کنارہ پر پہنچے تو ایک کشتی کو مسافروں سے بھرا ہوا تیار پایا۔ حضرت یونس علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے اور کشتی نے لنگر اٹھا دیا۔ راستہ میں طوفانی ہواؤں نے کشتی کو آگھیرا جب کشتی ڈگمگانے لگی اور اہل کشتی کو غرق ہونے کا یقین ہونے لگا تو اپنے عقیدہ کے مطابق وہ کہنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ جب تک اس کو کشتی سے جدا نہ کیا جائے گا نجات مشکل ہے"۔ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ سنا تو آپ کو تنبہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نینویٰ سے وحی کا انتظار کئے بغیر اس طرح چلا آنا پسند نہیں آیا اور یہ میری آزمائش کے آثار ہیں۔ یہ سوچ کر آپ نے اہل کشتی سے فرمایا کہ وہ غلام میں ہوں جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے مجھ کو کشتی سے باہر دریا میں پھینک دو مگر ملاحوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور پھر یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ یونس علیہ السلام کے نام پر قرعہ نکلا۔ تب مجبور ہو کر انہوں نے یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا یا خود آپ دریا میں کود گئے۔ اسی وقت خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونسؑ کو اپنے پیٹ میں رکھ اس طرح کہ ان کے جسم کو مطلق گزند نہ پہنچے۔ یہ تیری غذا نہیں ہیں بلکہ تیرا پیٹ ہم نے ان کا قید خانہ بنایا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب مچھلی کے پیٹ میں خود کو زندہ پایا تو درگاہ الٰہی میں اپنی اس ندامت کا اظہار کیا کہ وہ وحی الٰہی کا بغیر انتظار کئے اور اللہ تعالیٰ سے اجازت لئے بغیر امت کی دعوت سے ناراض ہو کر نینویٰ سے نکل آئے اور عفو تقصیر کے لئے اس طرح دعا گو ہوئے۔ **لا اله الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین** الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی یکتا ہے۔ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں بلاشبہ میں اپنے نفس پر خود ہی ظلم کرنے والا ہوں اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی درد بھری آواز کو سنا اور ان کے عذر کو قبول فرمایا اور مچھلی کو حکم ہوا کہ تیرے پاس جو ہماری امانت ہے وہ اگل دے۔ چنانچہ مچھلی نے کنارہ پر جا کر حضرت یونس علیہ السلام کو اگل دیا۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے اس کے جواب میں متعدد قول سلف سے نقل ہوئے ہیں۔ بعض نے صرف ایک دن یا ایک رات لکھا ہے۔ بعض نے تین دن یا سات دن یا چالیس دن تک لکھے ہیں۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ کسی بھی مدت کے تعین پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ الغرض جب مچھلی نے آپ کو بحکم خداوندی ساحل پر اگل دیا تو آپ نے اپنے کو ایک چٹیل میدان میں پایا آپ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے بہت کمزور و ناتواں ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے پاس ایک بیل دار درخت اگا دیا گیا تا کہ اس سے گھنا سایہ مل سکے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ کدو کی بیل تھی اور ایک پہاڑی بکری آپ کو دودھ پلا جایا کرتی تھی۔ ادھر تو یہ ہوا ادھر جب یونس علیہ السلام اہل نینویٰ سے جدا ہوئے تو قوم نے آپ کی بددعا کے آثار محسوس کئے آسمان پر ایک نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھا گیا جس سے سخت دھواں نکلتا تھا اور وہ ان کے مکانوں سے قریب ہوتا جاتا تھا۔ یہ آثار دیکھ کر جب انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو یونس علیہ السلام کو تلاش کرنا شروع کیا۔ آپ نہ ملے تو سب لوگ عورتوں بچوں سمیت بلکہ اپنے مویشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لے کر جنگل میں نکل آئے اور سچے دل سے خدا کی طرف رجوع ہوئے۔

اور گریہ زاری اور آہ بکا کے ساتھ بڑے اخلاص اور تضرع سے خدا کو پکارنے لگے اور سب کہنے لگے کہ اے پروردگار یونس علیہ السلام جو تیرا پیغام ہمارے پاس لے کر آئے تھے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں۔حق تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو دولت ایمان سے نوازا اور ان کو عذاب سے محفوظ کر دیا۔ادھر حضرت یونس علیہ السلام کو دوبارہ حکم خداوندی ہوا کہ وہ نینویٰ جائیں اور قوم میں رہ کر ان کی رہنمائی کریں۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے اس حکم کا امتثال کیا اور نینویٰ واپس تشریف لے آئے قوم نے جب ان کو دیکھا تو بے حد خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور ان کی رہنمائی میں دین و دنیا کی کامرانی حاصل کرتی رہی دنیا میں جتنی بستیاں اور قوم تکذیب انبیاء کی وجہ سے مستوجب عذاب ٹھہریں۔ان میں سے کسی کو اس طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الٰہی سے نجات مل جاتی۔صرف یونس علیہ السلام کی قوم کی ایک مثال ہے کہ جس نے ایمان لا کر اپنے کو آسمانی عذاب سے بال بال بچا لیا جو بالکل ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ایمان کی بدولت ان پر سے آنے والی بلا ٹال دی۔ حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کے انہی واقعات کی طرف ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

مخاطبین قرآن کو جہاں حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ و ہارون حضرت الیاس حضرت لوط علیہم السلام کے واقعات ذکر کر کے یہ بتلایا گیا کہ اللہ نے اہل ایمان کی اور اپنے مخلص بندوں کی ہمیشہ مدد فرمائی۔اہل باطل پر ان کو غلبہ عطا فرمایا کفر و شرک پر اصرار ہمیشہ تباہی کا باعث ہوا۔تکذیب انبیاء کی سزا قوموں نے اس دنیا ہی میں بھی اٹھائی وہیں حضرت یونس علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر کر کے یہ بتلایا کہ زندگی میں توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔اگر کوئی فرد یا قوم کیسا ہی جرم کر چکے لیکن اگر وہ خلوص اور عجز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اپنے کئے پر ندامت ظاہر کر کے معافی کا طالب اور خواستگار ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے گذشتہ سے درگزر فرما کر معافی عطا فرما دیتے ہیں جیسا کہ یونس علیہ السلام کی قوم کی مثال موجود ہے یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا **فلولآ انه کان من المسبحین للبث فی بطنه الیٰ یوم یبعثون** سو اگر وہ اس وقت تسبیح اور استغفار کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتے یعنی مچھلی کے پیٹ سے نکلنا میسر نہ ہوتا بلکہ اس کی غذا بنا دیئے جاتے تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ مصائب اور آفتوں کو دور کرنے میں تسبیح اور استغفار خاص اثر رکھتے ہیں اور جیسا کہ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں بیان ہو چکا ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں **لا الٰه الا انت سبحانک انی کنت من الظّٰلمین** پڑھا تو اس کلمہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش سے حضرت یونس علیہ السلام کو نجات عطا فرمائی۔اور وہ مچھلی کے پیٹ سے صحیح سالم نکل آئے۔

ابوداؤد کی ایک حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جو دعاء مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یعنی **لا الٰه الا انت سبحانک انی کنت من الظّٰلمین** اسے جو مسلمان بھی کسی مقصد کے لئے پڑھے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس آیت کریمہ کے ورد کی سعادت عطا فرمائیں اور اس کے ذریعہ سے توبہ اور استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یہاں جو یہ فرمایا گیا **وارسلنٰه الیٰ مائة الف او یزیدون** (اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف

پیغمبر بنا کر بھیجا تھا) یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو علیم و خبیر ہیں ان کو اس شک کے اظہار کی کیا ضرورت تھی کہ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمی تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ عام لوگوں کی مناسبت سے کہا گیا ہے۔ یعنی ایک عام آدمی انہیں دیکھتا تو یہ کہتا کہ ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے کچھ اوپر ہے۔ (تفسیر مظہری) اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہاں شک کا اظہار مقصود ہی نہیں ہے۔ انہیں ایک لاکھ بھی کہا جاسکتا ہے اور اس سے زیادہ بھی اور وہ اس طرح کہ اگر کسر کا لحاظ نہ کیا جائے تو ان کی تعداد ایک لاکھ تھی اور اگر کسر کو بھی شمار کیا جائے تو ایک لاکھ سے زیادہ۔ اور ترمذی میں مرفوعاً آیا ہے کہ ۲۰ ہزار زیادہ تھے (بیان القرآن بحوالہ معارف القرآن جلد ہفتم)

ان آیات کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن جلد ہفتم میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ بات سورۂ یونس کی تفسیر میں بھی واضح کی جا چکی ہے اور اس آیت سے بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر سے جو عذاب ٹلایا گیا وہ اس لئے کہ آپ کی قوم بروقت ایمان لے آئی تھی اس سے پنجاب کے جھوٹے نبی مرزا غلام قادیانی کی اس تلبیس کا خاتمہ ہو جاتا ہے کہ جب اس نے اپنے مخالفوں کو یہ چیلنج کیا کہ اگر وہ اسی طرح مخالفت کرتے رہے تو خدا کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ فلاں وقت تک عذاب الٰہی آ جائے گا۔ لیکن مخالفین کی جدوجہد اور تیز ہوگئی پھر بھی عذب نہ آیا۔ تب ناکامی کی ذلت سے بچنے کے لئے قادیانی نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ چونکہ مخالفین دل میں ڈر گئے ہیں اس لئے ان پر سے عذاب ٹل گیا جس طرح یونس علیہ السلام کی قوم پر سے ٹل گیا تھا۔ لیکن قرآن کریم کی یہ آیت اس تاویل باطل کو مردود قرار دیتی ہے اس لئے کہ قوم یونس علیہ السلام تو ایمان کی وجہ سے عذاب سے بچی تھی اس کے برعکس مرزا قادیانی کے مخالفین نہ صرف یہ کہ اس پر ایمان نہیں لائے بلکہ ان کی مخالفانہ جدوجہد اور تیز ہوگئی۔ (معارف القرآن جلد ہفتم صفحہ ۴۸۰-۴۸۱)

یہ واقعات انبیاء کرام علیہم السلام کے سنا کر اب اصل مقصد یعنی توحید کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور شرک کی مذمت فرمائی جاتی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے اس کی برکت سے حق تعالیٰ کی مدد و نصرت ہر حال میں ہمارے شامل حال ہو۔

حق تعالیٰ ہم کو اپنے مومن اور مخلص بندوں میں شامل فرماویں اور ہر حال میں ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرماویں ہم سے جو گذشتہ میں تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر توبہ کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

سو ان لوگوں سے پوچھیے کہ کیا خدا کیلئے تو بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہاں کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ (ان کے بننے کے وقت) دیکھ رہے تھے

شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ

خوب سن لو کہ وہ لوگ اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً (بالکل) جھوٹے ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں

عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾

بیٹیاں زیادہ پسند کیں تم کو کیا ہو گیا تم کیسا (بیہودہ) حکم لگاتے ہو پھر کیا تم (عقل اور) سوچ سے کام نہیں لیتے ہو ہاں کیا تمہارے پاس (اس پر) کوئی واضح دلیل موجود ہے

فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ

سو تم اگر (اس میں) سچے ہو تو اپنی وہ کتاب پیش کرو اور اُن لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں رشتہ داری قرار دی ہے اور جنات کا خود یہ عقیدہ ہے کہ

اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا

(اُن میں جو کافر ہیں وہ عذاب میں) گرفتار ہوں گے۔ اللہ اُن باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ مگر جو اللہ کے خاص بندے ہیں (وہ عذاب سے محفوظ رہیں گے) سو تم

تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ

اور تمہارے سارے معبود خدا سے کسی کو نہیں پھیر سکتے مگر اسی کو کہ جو کہ جہنم رسید ہونے والا ہے۔ اور ہم میں سے (یعنی ملائکہ میں سے) ہر ایک کا

مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

ایک معین درجہ ہے۔ اور ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ہم پاکی بیان کرنے میں بھی لگے ہوئے ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَاسْتَفْتِهِمْ پس پوچھیں اُن سے | اَلِرَبِّكَ کیا تیرے رب کیلئے | الْبَنَاتُ بیٹیاں | وَلَهُمُ اور ان کیلئے | الْبَنُوْنَ بیٹے | اَمْ کیا | خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا | |
| الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتے | اِنَاثًا عورت | وَهُمْ اور وہ | شٰهِدُوْنَ دیکھ رہے تھے | اَلَآ یاد رکھو | اِنَّهُمْ بیشک وہ | مِّنْ سے | اِفْكِهِمْ اپنی بہتان طرازی |
| لَيَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہیں | وَلَدَ اللّٰهُ اللہ صاحب اولاد | وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ | لَكٰذِبُوْنَ بالتحقیق جھوٹے | اَصْطَفَى کیا اس نے پسند کیا | الْبَنَاتِ بیٹیاں | | |
| عَلَى الْبَنِيْنَ بیٹوں پر | مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہوگیا | كَيْفَ کیسا | تَحْكُمُوْنَ تم فیصلہ کرتے ہو | اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟ | اَمْ کیا | | |
| لَكُمْ تمہارے پاس | سُلْطٰنٌ کوئی سند | مُّبِيْنٌ کھلی | فَاْتُوْا تو لے آؤ | بِكِتٰبِكُمْ اپنی کتاب | اِنْ اگر | كُنْتُمْ تم ہو | صٰدِقِيْنَ سچے |
| وَجَعَلُوْا اور انہوں نے ٹھہرایا | بَيْنَهٗ اسکے درمیان | وَبَيْنَ اور درمیان | الْجِنَّةِ جنات | نَسَبًا ایک رشتہ | وَ اور | لَقَدْ عَلِمَتِ تحقیق جان لیا | الْجِنَّةُ جنات |
| اِنَّهُمْ بیشک وہ | لَمُحْضَرُوْنَ حاضر کئے جائیں گے | سُبْحٰنَ اللّٰهِ پاک ہے اللہ | عَمَّا اس سے جو | يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں | اِلَّا مگر | | |
| عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے | الْمُخْلَصِيْنَ خاص کئے ہوئے (چنے ہوئے) | فَاِنَّكُمْ تو بیشک تم | وَمَا اور جو | تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو | | | |
| مَآ اَنْتُمْ نہیں ہو تم | عَلَيْهِ اس کے خلاف | بِفٰتِنِيْنَ بہکانے والے | اِلَّا سوائے | مَنْ هُوَ جو۔ وہ | صَالِ جانے والا | الْجَحِيْمِ جہنم | وَمَا اور نہیں |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مِنَّا ہم میں سے | اِلَّا لَہٗ مگر اس کیلئے | مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ایک معین درجہ | وَّاِنَّا اور بیشک ہم | لَنَحْنُ البتہ ہم | الصَّآفُّوْنَ صف بستہ ہونے والے |
| | وَاِنَّا اور بیشک ہم | لَنَحْنُ البتہ ہم | الْمُسَبِّحُوْنَ تسبیح کرنے والے | | |

## تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں بعض انبیاء علیہم السلام کے واقعات سنائے گئے تھے جن میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء کے ساتھ اوران کی قوموں کے ساتھ کیا معاملہ رہا ہے۔ کس کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص اور وفادار بندوں کونوازا اور کس طرح ان کے جھٹلانے والوں کوسزادی۔ ان قصوں کے قبل شروع سورت میں توحید اور آخرت کے متعلق عقلی دلائل مذکور ہوئے تھے اور مشرکین کے عقائد پر تنقید کر کے بتلایا گیا تھا کہ وہ کیسی لغو باتوں پر ایمان لائے بیٹھے ہیں اور ان کی گمراہیوں کے برے نتائج سے انہیں آگاہ کیا گیا تھا۔ اب سورت کے خاتمہ کے قریب پھر ابطال کفر وشرک کا بیان فرمایا جاتا ہے تا کہ توحید کا حق ہونا ظاہر ہوجائے۔

عرب کے بعض قبائل کا عقیدہ تھا کہ فرشتے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ان کے اس جاہلانہ عقیدہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب ان مشرکین سے پوچھا جاتا کہ فرشتے اگر خدا کی بیٹیاں ہیں تو ان کی مائیں کون ہیں۔ تو جواب میں وہ بڑے بڑے جنات کی لڑکیوں کو بتلاتے اس طرح (نعوذ باللہ) مشرکین نے خدا کا رشتہ جنوں اور فرشتوں دونوں سے جوڑ رکھا تھا۔ اس لئے ان آیات میں دونوں یعنی جنات اور فرشتوں کا حال ذکر کیا جاتا ہے اور مشرکین عرب کے ان احمقانہ عقائد کا رد فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان احمقوں سے کوئی پوچھے کہ اتنی بڑی عظمت اور قدرت والا خدا اپنے لئے اولاد بھی تجویز کرتا تو (معاذ اللہ) بیٹیاں لیتا اور تم کو بیٹے دیتا۔ ایک تو یہ گستاخی کہ خداوند قدوس کے لئے اولاد تجویز کی پھر اولاد بھی کمزور اور گھٹیا۔ اس پر طرہ یہ کہ فرشتوں کو مونث یعنی عورت تجویز کیا۔ کوئی ان سے پوچھے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو پیدا کیا تھا یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ انہیں عورت بنایا گیا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اس جہالت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ کچھ تو سوچوا ے مشرکین عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے۔ ایک غلط عقیدہ بنانا تھا تو ایسا بالکل ہی بے تکا تو نہ ہونا چاہئے تھا یہ کونسا انصاف ہے کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرو اور خدا سے بیٹیاں پسند کراؤ۔ آخر یہ مہمل اور بے تکی بات تم نے نکالی کہاں سے۔ عقل وفہم اور علمی اصول سے تو اسے لگاؤ نہیں پھر کیا کوئی نقلی اور کتابی سند اس عقیدہ کی تم رکھتے ہو ایسا ہے تو وہی دکھلاؤ۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان احمقوں نے (معاذ اللہ) جنات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا رشتہ جوڑ دیا۔ سبحان اللہ! کیا باتیں کرتے ہیں۔ ان مشرکین سے ہوسکے تو ذرا ان جنات ہی سے پوچھ آئیں کہ وہ خود اپنی نسبت کیا سمجھتے ہیں۔ جنات کو معلوم ہے اور وہ اس کو خوب جانتے ہیں کہ دوسرے مجرموں کی طرح وہ بھی اللہ تعالیٰ کے روبرو پکڑے ہوئے آئیں گے۔ اور جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے اللہ کے چنے ہوئے بندے ہی اس پکڑ دھکڑ سے محفوظ رہیں گے تو معلوم ہوا کہ وہاں کسی کا رشتہ ناطہ نہیں صرف بندگی اور اخلاص کی پوچھ ہے عرب کے لوگ جنات کو بڑی طاقتور مخلوق مانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ جسے چاہیں ستا سکتے ہیں اور بہکا کر راستہ سے دور ہٹا سکتے ہیں۔ پھر بعض یہ بھی سمجھتے تھے کہ جنات کے ہاتھ میں بدی کی اور فرشتوں کے ہاتھ میں نیکی کی باگ ہے۔ فرشتے جس کو چاہیں بھلائی پہنچائیں اور خدا کا مقرب بنا

دیں اور جنات جسے چاہیں برائی اور تکلیف میں ڈال دیں یا گمراہ کردیں۔ ان تمام باطل عقائد کا رد فرمایا جاتا ہے اور جواب دیا جاتا ہے کہ تمہارے اور ان کے ہاتھ میں کوئی مستقل اختیار نہیں۔ تم اور تمہارے جھوٹے معبود خواہ وہ جنات ہوں یا شیاطین یہ سب مل کر بھی اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ بدوں مشیت ایزدی ایک متنفس کو بھی زبردستی گمراہ کرسکیں۔ گمراہ وہی ہوگا جو اپنی کرتوتوں کی وجہ سے دوزخ میں بہرحال جانے والا ہی ہے یہ تو جنات کا حال ہوا۔ اب رہے فرشتے تو ان کے منہ سے سن لو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم میں سے ہر فرشتہ کی ایک حد اور درجہ مقرر ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اپنی حد سے باہر نکل سکے یا اپنے درجہ سے آگے بڑھ سکے۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ صف باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ ہر ایک اس انتظار میں رہتا ہے کہ اسے جو حکم ملے وہ پورا کرے۔ ہم سب زبان اور عمل سے اللہ کی تسبیح اور تعریف کرتے رہتے ہیں ہمارا ہر وقت کا یہی کام ہے۔ ہم کوئی کام بغیر اللہ کے حکم کے نہیں کرتے۔ تو مطلب یہ نکلا کہ جب جن اور فرشتے سب اللہ کے سامنے عاجز ہیں تو ان کا اس کی خدائی میں کیا دخل ہوسکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ شرک کی قباحت اور مشرکین کی جہالت اور حماقت یہاں ظاہر کی گئی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے بارہ میں کیسے بہتان باندھتے ہیں مثلاً اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے اور بیٹیاں ناپسند کرتے حتیٰ کہ ان کو زندہ درگور کردیتے اور خدا کے لئے معاذ اللہ بیٹیاں پسند کرتے پھر فرشتوں کو مونث یعنی عورتیں قرار دیا اور خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ صاحب اولاد قرار دیا اور جنات کو خدا تعالیٰ کے درمیان رشتہ ٹھہرایا اور ذرا نہ خیال کیا کہ کتنی بیہودہ عقل اور نقل کے خلاف بات بک رہے ہیں۔

اب آگے سورۃ کی آخری آیات میں کفار مکہ کو تنبیہ اور اہل ایمان کے لئے بشارت اور غلبہ کی پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے کفر و شرک سے بچا کر ہم کو ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس انعام و احسان کی قدر شناسی کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے مخلص تابعدار بندوں میں شامل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہر طرح کی گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں کہ باطل اور نفس و شیطان کا کوئی حربہ ہم پر نہ چل سکے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اہل جنت میں سے ہونا مقدر فرمائیں اور اہل نار ہونے سے بچائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۶۹﴾

اور یہ لوگ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت (کی کتاب) پہلے لوگوں کی (کتابوں کے) طور پر آتی تو ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے

فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۷۱﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿۱۷۲﴾

پھر یہ لوگ اس کا انکار کرنے لگے سو (خیر) اب ان کو (اس کا انجام) معلوم ہوا جاتا ہے۔ اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کیلئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے۔ کہ بے شک وہی غالب کیے جاویں گے

وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۱۷۴﴾ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۷۵﴾ أَفَبِعَذَا

اور (ہمارا تو قاعدہ عام ہے کہ) ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے تو آپ (تسلی رکھیے اور) تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجیے اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی کا) خیال نہ کیجیے اور (ذرا)

بِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۱۷۶﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۱۷۸﴾

ان کو دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے کیا ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں۔ سو وہ (عذاب) جب ان کے روبرو آ نازل ہوگا سو وہ دن ان لوگوں کا جن کو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا (ٹل نہ سکے گا)

وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۸۱﴾

اور آپ تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ کیجیے اور دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے۔ آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۸۲﴾

اور تمام تر خوبیاں اللہ ہی کیلئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَإِنْ اور بیشک | كَانُوا لَيَقُولُونَ وہ کہا کرتے تھے | لَوْ أَنَّ اگر ہوتی | عِنْدَنَا ہمارے پاس | ذِكْرًا کوئی نصیحت | مِنَ سے | الْأَوَّلِينَ پہلے لوگ | |
| لَكُنَّا ضرور ہم ہوتے | عِبَادَ اللَّهِ اللہ کے بندے | الْمُخْلَصِينَ خاص کیے (منتخب) | فَكَفَرُوا پھر انہوں نے انکار کیا | بِهِ اس کا | فَسَوْفَ تو عنقریب | | |
| يَعْلَمُونَ وہ جان لیں گے | وَ اور | لَقَدْ سَبَقَتْ پہلے صادر ہو چکا ہے | كَلِمَتُنَا ہمارا وعدہ | لِعِبَادِنَا اپنے بندوں کیلئے | الْمُرْسَلِينَ رسولوں | | |
| إِنَّهُمْ بیشک وہ | لَهُمُ البتہ وہی | الْمَنْصُورُونَ فتح مند | وَإِنَّ اور بیشک | جُنْدَنَا ہمارا لشکر | لَهُمُ البتہ وہی | الْغَالِبُونَ غالب | فَتَوَلَّ پس اعراض کریں |
| عَنْهُمْ ان سے | حَتَّىٰ تک | حِينٍ ایک وقت تک | وَأَبْصِرْهُمْ اور انہیں دیکھتے رہیں | فَسَوْفَ پس عنقریب | يُبْصِرُونَ وہ دیکھ لیں گے | | |
| أَفَبِعَذَابِنَا تو کیا ہمارے عذاب کیلئے | يَسْتَعْجِلُونَ وہ جلدی کر رہے ہیں | فَإِذَا تو جب | نَزَلَ وہ نازل ہوگا | بِسَاحَتِهِمْ انکے میدان میں | فَسَاءَ تو بری | | |
| صَبَاحُ صبح | الْمُنْذَرِينَ جنکو ڈرایا جا چکا ہے | وَتَوَلَّ اور اعراض کریں | عَنْهُمْ ان سے | حَتَّىٰ تک | حِينٍ ایک مدت | وَأَبْصِرْ اور دیکھتے رہیں | |
| فَسَوْفَ پس عنقریب | يُبْصِرُونَ وہ دیکھ لیں گے | سُبْحَانَ پاک ہے | رَبِّكَ تمہارا رب | رَبِّ الْعِزَّةِ عزت والا رب | عَمَّا اس سے جو | | |
| يَصِفُونَ وہ بیان کرتے ہیں | وَسَلَامٌ اور سلام | عَلَى پر | الْمُرْسَلِينَ رسولوں | وَالْحَمْدُ اور تمام تعریفیں | لِلَّهِ اللہ کیلئے | رَبِّ الْعَالَمِينَ تمام جہانوں کا رب | |

**تفسیر وتشریح:** یہ سورۃ والصّٰفّٰت کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ میں کفار ومشرکین کے کفریات اور ان کے باطل عقائد کا رد فرمایا گیا تھا۔ اب خاتمہ پر مشرکین عرب کی مذمت ایک دوسرے طریقہ سے فرمائی جاتی ہے اور انہیں تنبیہ کی جاتی ہے ساتھ ہی

23 ان اہل ایمان کے لئے جواس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائیداور حمایت میں ہرطرح کے مصائب برداشت کررہے تھےاور مخالفین اسلام کے غلبہ کے باعث نہایت سخت حالات کا مقابلہ کررہے تھےانہیں بشارت اور خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ جن مصائب سے انہیں سابقہ پڑ رہا ہے ان پر گھبرائیں نہیں آخر کار غلبہ انہی کونصیب ہوگا اور باطل کے وہ علمبردار جواس وقت غالب نظرآ رہے ہیں انہی کے ہاتھوں مغلوب اور مفتوح ہوکررہیں گے۔اس طرح ان کی تسلی فرمائی گئی اوران کے دل مضبوط کئے گئے خاتمہ سورت پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت اوراس کی ذات پاک کا تمام عیوب ونقائص سے پاک ومبرا ہونا بیان فرما کرسورۃ کوختم فرمایا گیا۔

عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مشرکین عرب جب یہود ونصاریٰ کے منہ سے پہلے انبیاء کا حال سنتے تو کہتے کہ کاش ہمارے پاس بھی کوئی نبی اللہ کی کتاب لے کرآیا ہوتا تو ہم خوب اس پرعمل کرتے اور اللہ کے پسندیدہ بندوں میں ہوتے۔مشرکین کے اس قول و اقرار کا ذکر سورۂ انعام آٹھویں پارہ میں بھی آیا ہے جہاں ان کا قول اس طرح نقل فرمایا گیا ہے کہ اگر ہم پر کتاب نازل ہوئی ہوتی تو ہم ان سے بھی یعنی یہود ونصاریٰ سے بھی بڑھ کرراہ پر ہوتے اور سورۂ فاطر۲۲ویں پارہ میں بھی ان کے اس اقرار کا ذکر فرمایا گیا کہ ان کفار نے اللہ کی بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو ہم ہر امت سے بڑھ کر ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے۔ان خاتمہ کی آیات میں بھی کفار مکہ کوان کا یہ قول وقرار یاد دلایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ کوئی نبی اگر ہم میں پیدا ہوا ہوتا اور اس پر کوئی کتاب نازل ہوئی ہوتی تو یقیناً ہم تصدیق کرنے والوں میں ہوتے اوراس پرخوب عمل کر کے دکھلاتے اور اطاعت الٰہی میں ترقی کر کے اللہ کے مخصوص اور منتخب بندوں میں شامل ہوجاتے تو اب جبکہ ان کی تمنا کے مطابق رسول اور صاحب کتاب وشریعت رسول ان کی قوم میں آ گئے تو یہ اپنے سب پچھلے قول وقرار بھول بیٹھے اور تکذیب وانکار میں پچھلی قوموں سے بھی بازی لے گئے۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید ان کے پاس آئے تو ان کے منکر ہوگئے۔اب اس انکار اور انحراف کا نتیجہ ان کوعنقریب معلوم ہوجاوے گا اور جوان کا انجام ہونے والا ہے یہ عنقریب دیکھ لیں گے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ بات علم الٰہی میں ٹھہر چکی ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مدد پہنچاتا ہے اور آخر کار خدائی لشکر ہی غالب ہوکر رہتا ہے خواہ درمیان میں حالات کتنے ہی پلٹے کھائیں اور آخری فتح وکامیابی مخلص بندوں ہی کے لئے ہے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تسلی رکھئے اور تھوڑے زمانہ تک صبر کیجئے اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی کا خیال نہ کیجئے اور ان کا حال دیکھتے رہئے اور یہ اپنا انجام بھی عنقریب دیکھ لیں گے۔چنانچہ الحمدللہ مشرکین نے دیکھ لیا کہ یہ بات جس طرح فرمائی گئی تھی اسی طرح پوری ہوئی ان آیات کے نزول پر چند ہی سال گزرے تھے کہ کفار مکہ نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کا فاتحانہ داخلہ اپنے شہر میں دیکھ لیا اور پھر اس کے چند سال بعد انہی لوگوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ اسلام نہ صرف عرب پر بلکہ روم اور ایران وغیرہ جیسی عظیم سلطنتوں پر بھی غالب آ گیا۔تو یہاں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھ اہل ایمان کو تسلی فرمائی گئی اور **ابصرھم فسوف یبصرون** فرمایا یعنی آپ ان مشرکین کا حال دیکھتے رہئے اور عنقریب اپنا انجام یہ بھی دیکھ لیں گے تو شاید اس کو سن کر کافروں نے کہا ہو کہ پھر دیر کیا ہے ہم کو ہمارا انجام جلدی دکھلاؤ اس کے

متعلق آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کفار اللہ کے عذاب کا کیا تقاضہ کررہے ہیں اور اس کے آنے کی کیا جلدی مچارہے ہیں۔ جب وہ آئے گا تو وہ بہت براوقت ہوگا اور عذاب الٰہی اس طرح آئے گا جیسے کوئی دشمن گھات میں لگا ہوا ہو اور صبح کے وقت یکا یک میدان میں اتر کر چھاپہ مار جائے۔ پس اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ تھوڑا زمانہ صبر کیجئے اور منتظر رہیے عنقریب یہ کفار بھی اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ اس بشارت کے بعد سورت کے خاتمہ پر بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیوب ونقائص سے پاک اور تمام محاسن وکمالات کی جامع ہے اور حق تعالیٰ پاک اور منزہ ہیں ان تمام لغویات اور خرافات سے جو اہل کفروشرک اس کی جانب منسوب کرتے رہتے ہیں اس کا سلام ورحمتیں وبرکتیں اس کے رسولوں پر نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اور حق تعالیٰ جن بندوں پر سلام بھیجیں ان کی عظمت اور ان کا واجب الاتباع ہونا بالکل ظاہر ہے اخیر میں وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا کہ تمام تر خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں۔ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

اس سورۃ کی خاتمہ کی تین آیات یعنی سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ان تین مختصر آیات میں سورۃ کے جملہ مضامین کو بڑی خوبی سے سمیٹ دیا گیا ہے۔ سورۃ کی ابتدا توحید کے بیان سے ہوئی تھی جس کا حاصل یہ تھا کہ مشرکین جو جو باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ ان سب سے پاک اور منزہ ہے۔ چنانچہ پہلی آیت سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد سورۃ میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کئے گئے تھے۔ چنانچہ دوسری آیت وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ میں ان ہی کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد نہایت وضاحت سے کھول کھول کر کفار ومشرکین کے عقائد اور ان کے شبہات واعتراضات کو عقلی ونقلی دلائل سے باطل ٹھہرایا گیا اور یہ پیشین گوئی فرمائی گئی کہ غلبہ بالآخر اہل حق ہی کو حاصل ہوگا اور جو انسان بھی عقل وفہم سے کام لے گا وہ بالآخر حق تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا پر مجبور ہوگا چنانچہ اسی حمد وثنا یعنی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

ان خاتمہ کی آیت سے یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ ایک مومن کا کام یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے ہر مضمون ہر خطاب اور مجلس کا خاتمہ باری تعالیٰ کی کبریائی اور بزرگی اور اس کی حمد وثنا پر کرے۔ چنانچہ حدیث میں ان خاتمہ کی تین آیات یعنی سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کو بعد نماز اور ختم مجلس پڑھنے کی فضیلت آئی ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار سنا کہ آپ نماز ختم ہونے کے بعد یہ تین آیات تلاوت فرماتے تھے اور حضرت علیؓ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن اسے بھرپور پیمانے سے اجر وثواب ملے اسے چاہئے کہ وہ اپنی ہر مجلس کے اخیر میں یہ پڑھا کرے یعنی سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الحمد للہ کہ اس درس پر سورہ صٰفّٰت مکیہ کا بیان ختم ہوا جس میں ۵ رکوع تھے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے جیسی تائید وحمایت ابتدا میں اسلام کی فرمائی اب بھی اپنی رحمت سے ایسی ہی تائید وحمایت فرمائیں اور اسلام کو غلبہ اور نصرت عطا فرمائیں۔ اور مخالفین اسلام کو ذلت وخواری نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝١ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝٢

صٓ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے بلکہ یہ کفار (ہی) تعصب اور (حق) کی مخالفت میں ہیں۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| صٓ صاد | وَالْقُرْاٰنِ قرآن کی قسم | ذِی الذِّكْرِ نصیحت دینے والا | بَلْ بلکہ | الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا | فِیْ عِزَّةٍ گھمنڈ میں | وَشِقَاقٍ اور مخالفت |

**تفسیر وتشریح:** الحمدللہ اب ۲۳ ویں پارہ کی سورۂ ص کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ زیر تفسیر دو ابتدائی آیات تشریح سے پہلے اس سورۃ کا مقام نزول وجہ تسمیہ خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ حسب معمول بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات میں سے حرف ص سے ہوئی ہے۔ اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا یہی نام قرار دے دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۳۸ ویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار انسٹھ ہے یعنی ۵۸ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ اور پھر ۵۵ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورت میں ۸۸ آیات ۵ رکوعات ۷۳۸ کلمات اور ۳۱۰۷ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے مثل دوسری مکی سورتوں کے اس میں بھی عقائد سے متعلق مضمون بیان فرمایا گیا ہے خصوصاً زیادہ تر مضمون متعلق رسالت کے ہے کیونکہ جس زمانہ میں یہ سورت نازل ہوئی اس وقت کفار مکہ اور سرداران قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایذا دہی اور مخالفت پر کمر باندھ رکھی تھی تاکہ آپ کسی طرح تبلیغ دین کو چھوڑ دیں اس لئے سورۃ کی ابتدا میں قرآن کریم کے نصیحت والی کتاب ہونے کا اعلان کرتے ہوئے کفار کو ان کی ہٹ دھرمی پر اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جو لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں اور کفر وانکار پر اصرار کر رہے ہیں اس کا انجام خود ان کے حق میں برا ہوگا کیونکہ جب فیصلہ کا وقت آجاتا ہے تو پھر نجات کی راہ باقی نہیں رہتی۔ پہلے بھی جن قوموں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور وہ برباد ہوگئیں۔ اس بات کے ثبوت کے طور پر اجمالی طور سے قوم نوح عاد وثمود وغیرہ کا ذکر فرمایا گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تسلی دی گئی کہ یہ نادان لوگ ہیں۔ ان کی جہالت کی باتوں کو صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کریں اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر سنایا گیا کہ اللہ نے ان کی مدد کی اور ان کے مخالفوں پر انہیں فتح دی اور وہ سارے ملک کے بادشاہ ہوئے اس کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام بھی بادشاہ ہوئے اور اللہ کے حکموں کی تعمیل کرتے رہے۔ پھر حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ہے انہوں نے مصیبت میں بڑے صبر سے کام لیا اور اللہ سے آس نہ توڑی آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دی اور دنیا میں بھی خوش حالی عطا فرمائی اور آخرت میں بھی اپنی رحمت سے سرفراز کرے گا۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے ذکر سے منکرین قرآن کو جتلایا گیا کہ وہ اپنی جاہ ودولت اور دنیوی شان وشوکت کے لحاظ سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے اقتدار کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں مگر اتنے زبردست اقتدار اور شان وشوکت کے باوجود حضرت داؤد اور

حضرت سلیمانؑ ہر وقت اور ہر قدم پر اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے خدا کے شکر گزار بندے تھے دنیاوی جاہ وحشمت نے ان کو اللہ سے غافل نہیں بنایا پے در پے نو پیغمبروں کا ذکر کر کے فرمانبردار بندوں اور نافرمانبردار سرکش بندوں کے اس انجام کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو وہ عالم آخرت میں دیکھنے والے ہیں۔ دوزخیوں کا حال اور جنتیوں کی کیفیت بڑے پراثر انداز سے بیان کی گئی ہے۔ اخیر میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ابلیس اور حضرت آدمؑ کے درمیان ازلی عداوت ہے۔ خدا نے جو مرتبہ آدم علیہ السلام کو دیا تھا اس پر ابلیس نے حسد کیا اور حکم خدا کے مقابلہ میں سرکشی اختیار کر کے لعنت کا مستحق ہوا اسی طرح جو لوگ حق سے کفر و انکار کی سرگرمیاں کر رہے ہیں وہ دراصل ابلیس کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور ابلیس جس طرح مردود بارگاہ ہوا اسی طرح منکرین بھی اپنے حق میں مردود بارگاہ ہونے کی راہ ہموار کر رہے ہیں اس کے برخلاف جو لوگ قرآن کو اپنا رہنما بنا رہے ہیں وہ آدمیت اور انسانیت کی راہ ہے گویا قرآن کی مخالفت سے انسان آدمیت سے نکل کر ابلیسیت کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ مقصد یہ کہ شیطان کے ہتھکنڈوں اور چالوں سے بچو رسول کی نصیحت مانو اگر اسے نہ سنا اور نہ مانا تو پھر بری طرح پچھتاؤ گے یہ ہے خلاصہ مضامین اس پوری سورت کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اس سورت کی ابتدائی آیات کے سبب نزول کے متعلق لکھا ہے کہ جب ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے والد بیمار ہوئے اور قریش کے سرداروں نے محسوس کیا کہ اب یہ ان کا آخری وقت ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چل کر ابو طالب سے بات کرنی چاہئے وہ ہمارا اور اپنے بھتیجے کا جھگڑا چکا جائیں تو اچھا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا انتقال ہو جائے اور ان کے بعد ہم ان کے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کوئی سخت معاملہ کریں تو عرب کے لوگ ہمیں طعنہ دیں گے کہ جب تک ابو طالب زندہ تھے یہ لوگ ان کا لحاظ کرتے رہے اب ان کے مرنے کے بعد ان لوگوں نے ان کے بھتیجے پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اس رائے پر متفق ہو کر تقریباً ۲۵ سرداران قریش جن میں ابو جہل، ابوسفیان، امیہ بن خلف، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، عقبہ، عتبہ، شیبہ شامل تھے ابو طالب کے پاس پہنچے ان سرداران قریش نے پہلے تو حسب معمول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی شکایات بیان کیں پھر کہا کہ ہم آپ کے سامنے ایک انصاف کی بات پیش کرنے آئے ہیں۔ آپ کا بھتیجا ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دے اور ہم انہیں ان کے دین پر چھوڑے دیتے ہیں۔ وہ جس معبود کی عبادت کرنا چاہیں کریں مگر وہ ہمارے معبودوں کی برائی اور مذمت نہ کریں اور یہ کوشش نہ کریں کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ اس شرط پر آپ ہم سے ان کی صلح کرا دیں۔ ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور کہا کہ بھتیجے یہ تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے ہیں ان کی خواہش ہے کہ تم ایک منصفانہ بات پر ان سے اتفاق کر لو تا کہ تمہارا اور ان کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ پھر انہوں نے وہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتائی جو سرداران قریش نے ان سے کہی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا چچا جان میں تو ان کے سامنے ایک ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں جسے اگر یہ مان لیں تو تمام عرب ان کا مطیع ہو جائے اور عجم ان کا باج گزار ہو جائے سرداران قریش بولے بتاؤ کہ وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ۔ اس پر

وہ سب یکبارگی ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ باتیں کرتے ہوئے وہاں سے چل دیئے جو اس سورۃ کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائی ہیں۔ اس شان نزول کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔

سورۃ کی ابتداء ص جو حروف مقطعات میں سے ہے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کے متعلق پہلے کئی جگہ کہا جا چکا ہے کہ اس کے حقیقی معنیٰ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا پھر اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا اس کے بعد کلام کی ابتدا قرآن کی قسم سے فرمائی گئی قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے ایمان و عقائد کے بہت سے اصولی مسائل کی تاکید کیلئے مختلف طرح کی قسم کھائی ہے کبھی اپنی ذات پاک کی کبھی اپنی مخلوقات میں سے خاص خاص اشیاء کی تو حق تعالیٰ کو تو کوئی ضرورت قسم کھانے کی نہ تھی مگر جس طرح دنیا میں جھگڑے چکانے اور اختلافات مٹانے کا معروف طریقہ یہ ہے کہ دعوے پر شہادت پیش کی جائے۔ شہادت نہ ہو تو قسم کھائی جائے اسی طرح حق تعالیٰ نے انسانوں کے اس مانوس طریقہ کو اختیار فرمایا ہے اور کہیں تو شہادت کے الفاظ سے کسی مضمون کی تاکید فرمائی اور کہیں قسم کے الفاظ سے باقی یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی قسم عام مخلوق کی قسم کی طرح نہیں ہو سکتی۔

(بہشتی زیور) انسانوں کے لئے تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے کی اجازت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کی قسم کھانا شرک ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے وہ اپنی مخلوقات میں جس چیز کی چاہے قسم کھا لے۔ الغرض تاکید کے لئے کلام کی ابتدا قرآن کریم کی قسم سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ عظیم الشان اور عالی مرتبہ قرآن جو عمدہ نصیحتوں سے پر اور نہایت موثر طرز میں لوگوں کو ہدایت اور معرفت کی باتیں سمجھانے والا ہے بآواز بلند شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ قرآنی صداقت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر ہیں اس کا سبب یہ نہیں کہ قرآن کی تعلیم یا تفہیم میں کچھ قصور ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ میں معاذ اللہ کوئی کمی ہے بلکہ ان منکرین کے انکار اور انحراف کا اصلی سبب یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹی شیخی جاہلانہ غرور و نخوت اور معاندانہ مخالفت کے جذبات میں پھنسے ہوئے ہیں یہ اس دلدل سے نکلیں تو حق و صداقت کی راہ صاف نظر آئے۔

معلوم ہوا کہ جب تک انسان تکبر اور ضد سے کام لے گا حق تعالیٰ کو کبھی نہیں پا سکتا اور کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ ابھی ان کفار منکرین ہی کے متعلق مضمون اگلی آیات میں جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ قرآن پاک کی ہدایت اور نور سے ہمارے دلوں کو معمور فرمائیں اور اس کی تعلیمات و نصائح سے ہم کو پوری طرح فیض یاب فرمائیں۔ تعصب اور ضد جو کافرانہ خصلتیں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔ اور قرآن پاک نے جو راستہ دکھلایا ہے اس پر ہم کو چلنے اور اس پر مستقیم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں دنیا میں قرآن پاک کا متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمایئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ

ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں سوانہوں نے (ہلاکت کے وقت) بڑی ہائے پکار کی اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا اور ان کفار نے اس بات پر تعجب کیا کہ اُن کے پاس اُن (ہی)

مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۚ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾

میں سے ایک ڈرانے والا آگیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ شخص ساحر اور (دعویٰ نبوت میں) جھوٹا ہے (اور) کیا (یہ شخص سچا ہو سکتا ہے کہ) اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ﴿۶﴾ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا

اور ان کفار میں کے رئیس یہ کہتے ہوئے چلے کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت پر) قائم رہو یہ کوئی مطلب کی بات ہے ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں نہیں سنی

فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿۷﴾ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ۚ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ

ہو نہ ہو یہ گھڑت ہے کیا ہم سب میں سے اسی شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا بلکہ یہ لوگ (خود) میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں

مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴿۸﴾

بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| كَمْ کتنی ہی | اَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کردیں | مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل | مِنْ قَرْنٍ اُمتیں | فَنَادَوْا تو وہ فریاد کرنے لگے | وَّلَاتَ اور نہ تھا | حِيْنَ وقت | | | |
| مَنَاصٍ چھٹکارا | وَعَجِبُوْا اور انہوں نے تعجب کیا | اَنْ کہ | جَآءَهُمْ ان کے پاس آیا | مُنْذِرٌ ایک ڈرانے والا | مِنْهُمْ ان میں سے | وَقَالَ اور کہا | | | |
| الْكٰفِرُوْنَ کافر | هٰذَا سٰحِرٌ یہ جادوگر | كَذَّابٌ جھوٹا | اَجَعَلَ کیا اس نے بنا دیا | الْاٰلِهَةَ معبود | اِلٰهًا معبود | وَّاحِدًا ایک | اِنَّ هٰذَا بیشک یہ | | |
| لَشَيْءٌ ایک شے (بات) | عُجَابٌ بڑی عجیب | وَانْطَلَقَ اور چل پڑے | الْمَلَاُ سردار | مِنْهُمْ ان کے | اَنِ کہ | امْشُوْا چلو | وَ اور | اصْبِرُوْا جمے رہو | |
| عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ اپنے معبودوں پر | اِنَّ هٰذَا بیشک یہ | لَشَيْءٌ کوئی شے (بات) | يُّرَادُ ارادہ کی ہوئی (مطلب کی) | مَا سَمِعْنَا ہم نے نہیں سنا | بِهٰذَا ایسی | | | | |
| فِيْ میں | الْمِلَّةِ مذہب | الْاٰخِرَةِ پچھلا | اِنْ نہیں | هٰذَا یہ | اِلَّا مگر محض | اخْتِلَاقٌ من گھڑت | ءَاُنْزِلَ کیا نازل کیا گیا | عَلَيْهِ اس پر | الذِّكْرُ ذکر (کلام) |
| مِنْ بَيْنِنَا ہم میں سے | بَلْ بلکہ | هُمْ وہ | فِيْ شَكٍّ شک میں | مِنْ ذِكْرِيْ میری نصیحت سے | بَلْ بلکہ | لَمَّا نہیں | يَذُوْقُوْا چکھا انہوں نے | عَذَابِ میرا عذاب | |

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن تو اپنی ذات میں نہایت عظیم الشان عالی مرتبہ وعظ و نصیحت سے پر اور عزت وعظمت والا ہے اس کے باوجود جو کافر اس کا انکار اور اس سے انحراف کر رہے ہیں اس کی وجہ محض ان لوگوں کی ضد عناد ہٹ دھرمی اور تکبر ہے اب ان آیات میں ان ہی متکبر منکرین کو سنایا جا رہا ہے کہ ان کو معلوم رہنا چاہئے کہ اسی غرور اور تکبر کی بدولت۔ اللہ کے رسولوں سے مقابلہ اور مخالفت ٹھان کر بہت امتیں اور جماعتیں پہلے تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔ وہ لوگ بھی مدتوں خدا کے پیغمبروں سے لڑتے رہے پھر جب ان کی پکڑ کا وقت آ گیا اور عذاب الٰہی نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو گھبرا کر ہائے واویلا اور شور وغل مچانے لگے۔ مگر اس وقت فریاد کرنے اور ہائے پکار سے کیا بنتا ہے؟ اس وقت کی چیخ وپکار بیکار

تھی۔ عذاب سے بچ کر بھاگنے کا وقت ہی نہ رہا تھا اور رہائی اور خلاصی کا موقع گزر چکا تھا۔ آگے بتلایا گیا کہ ان کفار قریش نے اس بات پر تعجب کیا اور ان کو یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ ایک پیغمبر ان ہی کی جنس ان ہی کی قوم اور ان ہی کی برادری میں سے ان کو خبردار کرنے کے لئے مقرر کیا گیا حالانکہ عجیب بات اگر ہوتی تو یہ ہوتی کہ انسانوں کو خبردار کرنے کے لئے کوئی مخلوق آسمان سے بھیج دی جاتی یا ان کے درمیان اچانک ایک اجنبی کہیں باہر سے آ کھڑا ہوتا اور نبوت کا اعلان کرتا تو اس صورت میں تو بلاشبہ ان کو تعجب ہوسکتا تھا۔ پھر ان کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ کا رسول ہونے ہی پر تعجب نہیں بلکہ یہ کافر تو یہ کہتے ہیں کہ یہ (نعوذ باللہ) کوئی جادوگر ہیں کہ جو اپنے دل سے کچھ باتیں گھڑ لی ہیں اور اللہ کے رسول بن بیٹھے ہیں اور لوگوں کو جادو اور منتر کے زور سے اپنے قابو میں لے آتے ہیں اور یہ کفار یوں کہتے ہیں کہ کیا غضب کی بات ہے کہ ہمارے سارے دیوتاؤں اور معبودوں کے بدلے فقط ایک خدا کو ماننے کو کہتے ہیں یہ تو بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ سارے جہان کا انتظام فقط ایک خدا کے سپرد کر دیا جائے اور جن دیوتاؤں کی بندگی قرنوں اور پشتوں سے ہوتی چلی آئی ہے وہ سب یک قلم موقوف کر دی جائے گویا ہمارے باپ دادا سب نرے جاہل اور بیوقوف ہی تھے جو اتنے دیوتاؤں کے سامنے سر عبودیت خم کرتے رہے۔ ان آیات کے شان نزول میں گذشتہ درس میں یہ بتایا جاچکا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے پاس سرداران قریش جمع ہوئے اور ابو طالب سے شکایت کی کہ یہ آپ کے بھتیجے ہماری اور ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہیں اور ہمیں طرح طرح سے احمق بناتے ہیں آپ ان کو سمجھایئے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے چچا میں تو صرف ان سے ایک کلمہ چاہتا ہوں اور وہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ سرداران قریش یہ سن کر طیش میں آ کر کھڑے ہوگئے تو کہنے لگے کہ ہم اپنے سارے جانے بوجھے پرانے معبودوں کو چھوڑ کر بس ان کے کہنے سے ایک خدا کو مان لیں۔ چلو جی یہاں سے یہ کبھی اپنے منصوبہ سے باز نہ آئیں گے۔ یہ تو ہمارے معبودوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ تم بھی مضبوطی سے اپنے معبودوں کی عبادت وحمایت پر جمے رہو۔ یہ تو ہم سب پر اپنا حکم چلانا چاہتے ہیں اور ہم سب کا بڑا بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ یہی ان کا مطلب ہے جو بات یہ کہتے ہیں ہم نے تو یہ بات اپنے پچھلے مذہب میں کبھی سنی نہیں۔ یہ انہوں نے اپنے دل سے ایک بے اصل بات گھڑی ہے جو بالکل انوکھی ہے (العیاذ باللہ) ہم ان کی من گھڑت بات کیسے مان لیں اور اگر خیر فرض بھی کر لیں کہ یہ جو کچھ سنا رہے ہیں یہ اللہ کا کلام ہے تو یہ کیا غضب ہے کہ ہم سب میں سے انہی کا انتخاب ہوا۔ کیا سارے ملک اور قوم میں بس یہی اس منصب کے لئے رہ گئے تھے۔ ان کو کیا فوقیت اور فضیلت حاصل تھی کہ جو انہی کو نبوت ملی۔ کیا کوئی بڑا رئیس مالدار خدا کو نہ ملتا تھا جس پر اپنا کلام نازل کرتا (معاذ اللہ) کفار کی اس تمام بکواس اور خرافات کے جواب میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی یہ خرافات کچھ نہیں۔ بات حقیقت میں یہ ہے کہ ابھی ان کو ہماری نصیحت کے متعلق دھوکہ لگا ہوا ہے۔ وہ یقین نہیں رکھتے کہ جس خوفناک مستقبل سے آگاہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور پیش آ کر رہے گا کیونکہ ابھی تک انہوں نے خدائی مار کا مزہ نہیں چکھا۔ جس وقت خدائی مار پڑے گی اور عذاب کا کوڑا برسے گا اس وقت سارے شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے۔

اب غور کیجئے کہ نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے ۴۰ سال اپنی عمر مبارک کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اپنی

قوم کے درمیان گزارو ے۔اس وقت تک آپ اپنی قوم میں سب سے زیادہ بامروت سب سے زیادہ خلیق سب سے زیادہ ہمسایوں کے خبر گیران۔سب سے زیادہ حلیم اور بردبار سب سے زیادہ سچے اور امانت دار سب سے زیادہ خصومت اور دشنام اور فحش اور ہر بری بات سے زیادہ دور تھے اسی وجہ سے آپ کی قوم نے آپ کا لقب امین رکھا تھا (سیرۃ مصطفیٰ جلد اول) بعثت نبوی سے پانچ سال قبل جب آپ کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی تو خانہ کعبہ کی دیواریں مرور زمانہ کی وجہ سے بہت بوسیدہ ہو چکی تھیں تو قریش اس بات پر متفق ہوئے کہ بیت اللہ کو منہدم کر کے ازسر نو بنایا جائے چنانچہ جب تعمیر مکمل ہوگئی اور حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کا وقت آیا تو قبائل قریش میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا۔تلواریں کھنچ گئیں اور لوگ جنگ وجدال اور قتل وقتال پر آمادہ ہو گئے جب چار پانچ روز اسی طرح گزر گئے اور کوئی بات طے نہ ہوئی تو ابو امیہ بن مغیرہ جو قریش میں سب سے زیادہ معمر اور سن رسیدہ تھا اس نے یہ رائے دی کہ کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے میں داخل ہو اسی کو اپنا حکم بنا کر فیصلہ کرالو۔سب نے اس رائے کو پسند کیا صبح ہوئی اور تمام لوگ حرم میں پہنچے۔دیکھتے کیا ہیں کہ سب سے پہلے آنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔آپ کو دیکھتے ہی سب کی زبانوں سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے **ھذا محمد الامین . رضینا ھذا محمد** (یہ محمد امین ہیں ہم ان کے حکم بنانے پر راضی ہیں۔یہ تو محمد امین ہیں)۔

آپ نے ایک چادر منگائی اور حجر اسود کو اس میں رکھ کر یہ فرمایا کہ ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کو تھام لے تا کہ اس شرف سے کوئی قبیلہ محروم نہ رہے۔اس فیصلہ کو سب نے پسند کیا اور سب نے مل کر چادر اٹھائی جب سب کے سب اسی چادر کو اٹھائے اس جگہ پہنچے جہاں اس کو رکھنا تھا تو آپ بنفس نفیس آگے بڑھے اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھ دیا اور اس طرح یہ اختلاف اور قضیہ طے ہوا تو اعلان نبوت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عزت وحرمت قبائل قریش اور اہل مکہ میں تھی۔جب آپ چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمائے گئے تو تین سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخفی طور پر اسلام کی دعوت دیتے رہے اور لوگ آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہوتے رہے تین سال کے بعد جب یہ حکم نازل ہوا کہ علی الاعلان اسلام کی طرف بلائیں تو آپ ایک دن کوہ صفا پر چڑھے اور قبائل قریش کو نام بنام پکارا جب سب جمع ہو گئے تو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ پہاڑ کے عقب میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے۔تو اس وقت بھی سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ بے شک ہم نے تو آپ سے سوائے صدق اور سچائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں۔تو بتلانا یہاں یہ مقصود ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو صرف اسلام کی دعوت دیتے رہے اس وقت تک قریش نے آپ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔لیکن جب علی الاعلان بت پرستی کی برائی بیان کرنا شروع کی اور کفر وشرک سے روکنا شروع کیا تب قریش عداوت اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔اور ضد اور عناد اور ہٹ دھرمی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ایسے اتہامات اور الزامات رکھنے لگے کہ کبھی آپ کو معاذ اللہ ساحر کہتے کبھی شاعر کہتے کبھی کاہن کہتے کبھی دیوانہ اور مجنون کہتے اور آپ کی دشمنی عداوت اور ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اور جیسا کہ یہاں ان آیات میں بتلایا گیا معاذ اللہ کفار عداوت میں آپ کو ساحر کذاب کہنے لگے۔کذاب مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت بڑا

جھوٹا (العیاذ باللہ تعالیٰ) اب اس وقت کو ذرا ذہن میں لائیے کہ ایک طرف تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قوم کو دین و دنیا کی صلاح وفلاح کے لئے اور ان کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے ان کی خیر خواہی میں دن رات کوشاں ہیں۔ دوسری طرف قوم کے افراد آپ کو ساحر کذاب کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو کفار کے ان اتہامات اور الزامات سے آپ کو کس قدر قلبی اور ذہنی اذیت پہنچتی ہوگی اور آپ کو کتنا حزن و ملال ہوتا ہوگا جس کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے بار بار تسلی کا مضمون اور صبر کی تلقین فرمائی جاتی۔ چنانچہ اسی سورۃ میں چند آیات آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا اصبر علیٰ مایقولون. اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے۔ اب یہاں ایک فلسفہ قدرت اور حکمت خداوندی کا یہ بھی سمجھ لیجئے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے جس طرح نور کے مقابلہ میں ظلمت اور بلندی کے مقابلہ میں پستی کو پیدا فرمایا اسی طرح خیر کے مقابلہ میں شر اور ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت کو اور ملائکہ کے مقابلہ میں شیاطین کو پیدا فرمایا کہ حق و باطل کا مقابلہ اور معرکہ دنیا میں جاری رہے اور لوگ اپنے ارادہ اور اختیار سے کسی ایک جانب کو قبول کریں۔ یہ نہ ہو کہ کسی ایک جانب کے قبول کرنے میں مجبور ہو جائیں اگر فقط حق اور اہل حق کو پیدا کیا جاتا اور باطل بالکل نیست و نابود ہوتا تو لوگ حق کے قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے جو سراسر حکمت خداوندی کے خلاف ہے۔ شریعت اسلامیہ کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ لوگ جبراً وقہراً اسلام لائیں۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے جب حضرات انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا تو ان کے مقابلہ کے لئے شیاطین الانس والجن کو بھی پیدا فرمایا تاکہ دنیا حق اور باطل کا معرکہ اور ہدایت و گمراہی کی جنگ اور مقابلہ کو خوب دیکھ لے اور پھر اپنے ارادے اور اختیار سے حق اور باطل میں سے جس جانب کو چاہے قبول کرے۔ یہ دنیا دار ابتلا اور امتحان ہے اور بعثت انبیاء سے مقصود یہی ہے کہ لوگ اپنے اختیار سے ایمان لائیں۔ اور جو تصدیق و ایمان اپنے ارادہ سے ہو شریعت میں اسی کا اعتبار ہے اور عنداللہ وہی مطلوب ہے۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پر کفار و مشرکین محض ضد و عناد سے جو الزامات و اتہامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا کر آپ کی دعوت حق کو رد کرنے کی فکر اور کوشش میں رہتے تو کفار کے اقوال کا ایک جواب تو ان آیات میں دیا گیا آگے ایک دوسرے طرز پر جواب دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جب اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو ہم کو اس نعمت کی قدر شناسی کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ اور اس قرآن پاک کی ہدایات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا کامل اتباع نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور ہر طرح کی کج روی اور گمراہی سے اپنی حفاظت میں رکھیں۔ حق کا اتباع اور باطل سے گریز نصیب فرمائیں اور اپنے ہر طرح کے چھوٹے بڑے عذاب سے دین و دنیا میں محفوظ و مامون فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ﴿٩﴾ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا

کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار زبردست فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں یا کیا ان کو آسمان و زمین اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں ان کا اختیار حاصل ہے

فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ﴿١٠﴾ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿١١﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

(اگر اختیار ہے) تو ان کو چاہئے کہ سیڑھیاں لگا کر (آسمان پر) چڑھ جاویں۔ اس مقام پر ان لوگوں کی یونہی ایک بھیڑ ہے منجملہ گروہوں کے جو شکست دیئے جاویں گے ان سے پہلے بھی قوم نوح

وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿١٢﴾ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَیْكَةِ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴿١٣﴾ اِنْ

اور عاد اور فرعون نے جس کے کھونٹے گڑ گئے تھے اور ثمود نے اور قوم لوط نے اور اصحاب اَیکہ نے تکذیب کی تھی۔ وہ گروہ یہی لوگ ہیں

كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿١٤﴾ وَمَا یَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ

ان سب نے صرف رسولوں کو جھٹلایا تھا سو میرا عذاب (ان پر) واقع ہو گیا اور یہ لوگ بس ایک زور کی چیخ کے منتظر ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہوگی

فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہم کو روز حساب سے پہلے دے دے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اَمْ کیا | عِنْدَهُمْ اُن کے پاس | خَزَآئِنُ خزانے | رَحْمَةِ رَبِّكَ تمہارے رب کی رحمت | الْعَزِیْزِ غالب | الْوَهَّابِ بہت عطا کرنیوالا | اَمْ لَهُمْ کیا ان کیلئے | | |
| مُلْكُ السَّمٰوٰتِ بادشاہت آسمانوں | وَالْاَرْضِ اور زمین | وَمَا بَیْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان | فَلْیَرْتَقُوْا تو وہ چڑھ جائیں | | | | | |
| فِی الْاَسْبَابِ رسیوں میں (رسیاں تان کر) | جُنْدٌ ایک لشکر | مَا جو | هُنَالِكَ یہاں | مَهْزُوْمٌ شکست خوردہ | مِنَ الْاَحْزَابِ گروہوں میں سے | كَذَّبَتْ جھٹلایا | | |
| قَبْلَهُمْ ان سے پہلے | قَوْمُ قوم | نُوْحٍ نوح | وَّعَادٌ اور عاد | وَفِرْعَوْنُ اور فرعون | ذُو الْاَوْتَادِ میخوں والا | وَثَمُوْدُ اور ثمود | وَقَوْمُ لُوْطٍ اور قوم لوط | وَ اور |
| اَصْحٰبُ لْئَیْكَةِ ایکہ والے | اُولٰٓئِكَ یہی وہ | الْاَحْزَابُ گروہ | اِنْ نہیں | كُلٌّ سب | اِلَّا مگر | كَذَّبَ جھٹلایا | الرُّسُلَ رسولوں | فَحَقَّ پس آپڑا |
| عِقَابِ عذاب | وَمَا یَنْظُرُ اور وہ انتظار نہیں کرتے | هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ | اِلَّا مگر | صَیْحَةً چنگھاڑ | وَّاحِدَةً ایک | مَا لَهَا جس کیلئے نہیں | مِنْ کوئی | |
| فَوَاقٍ ڈھیل | وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا | رَبَّنَا اے ہمارے رب | عَجِّلْ جلدی دے | لَّنَا ہمیں | قِطَّنَا ہمارا حصہ | قَبْلَ پہلے | یَوْمِ الْحِسَابِ روز حساب | |

**تفسیر و تشریح:** گذشتہ آیات میں کفار مکہ کے بعض کافرانہ اقوال اور ان کے اعتراضات نقل فرمائے گئے تھے جو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے دعوے میں ساحر اور کذاب کہتے۔ کبھی یہ الزامات لگاتے کہ اس تبلیغ دین سے آپ کا مقصد اپنی جاہ و حکومت قائم کرنا ہے۔ کبھی یہ اعتراض کرتے کہ خدا کو سوائے ان کے اور کوئی شخص نبی بنانے کے لئے نہ ملا۔ کفار کی ان خرافات کا ایک جواب تو گذشتہ آیات میں دیا گیا تھا کہ یہ جو بکواس کر رہے ہیں اور الزامات اور اتہامات لگا رہے ہیں یہ اس لئے ہیں کہ ابھی انہوں نے خدائی مار کا مزہ نہیں چکھا۔ جس وقت خدائی مار پڑے گی تو عقل ٹھکانے آ جائے گی اور یہ تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔ دوسرا جواب ان آیات میں دیا جا رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ رحمت کے خزانے اور آسمان و زمین کی حکومت سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہی زبردست اور بڑی بخشش والا ہے جس پر جو انعام چاہے کرے۔

کون روک سکتا ہے یا نکتہ چینی کر سکتا ہے اگر وہ اپنی حکمت و دانائی سے کسی کو منصب نبوت و رسالت پر سرفراز فرماتا ہے تو یہ کفار منکرین دخل دینے والے کون ہیں کہ جو یہ کہیں کہ فلاں پر تو یہ مہربانی فرمائی اور ہم پر نہ فرمائی۔ کیا اللہ کی رحمت کے خزانوں اور زمین و آسمانوں کی حکومت کے یہ مالک و مختار ہیں جو اس قسم کے لغو اعتراضات کرتے ہیں۔ اگر ہیں تو اپنے تمام اسباب و وسائل کو کام میں لے آئیں اور رسیاں تان کر یا سیڑھیاں لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں تا کہ وہاں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی کا آنا بند کر سکیں اور اپنی مرضی اور منشاء کے موافق آسمان اور زمین کے انتظام انجام دے سکیں۔ اگر اتنا نہیں کر سکتے تو آسمان اور زمین کی حکومت اور خزائن رحمت کی مالکیت کا دعویٰ عبث ہے۔ پھر خدائی انتظامات میں دخل دینا بجز بے حیائی اور جنون کے اور کیا ہوگا۔

آگے بتایا جاتا ہے کہ زمین و آسمان کی حکومت اور خزانوں کے مالک تو یہ بیچارے کیا ہوتے چند شکست خوردہ آدمیوں کی ایک بھیڑ ہے جو اگلی تباہ شدہ قوموں کی طرح تباہ و برباد ہوتی نظر آتی ہے (چنانچہ یہ منظر "بدر" سے لے کر "فتح مکہ" تک لوگوں نے دیکھ لیا) ان کفار مکہ اور مشرکین عرب سے پہلے بھی قوم نوح نے اور عاد نے اور فرعون نے جس کی سلطنت کے کھونٹے گڑے ہوئے تھے یعنی بہت زور قوت اور لاؤ لشکر والا تھا اور ثمود نے اور قوم لوط نے اور اصحاب ایکہ نے جن کے قصے متعدد جگہ آچکے ہیں ان سب نے بھی رسولوں کی تکذیب کی تھی پھر ان کی کیسی پکڑ ہوئی بڑی بڑی طاقتور فوجیں بھی رسولوں کو جھٹلا کر سزا سے نہ بچ سکیں تو ان کفار مکہ اور مشرکین عرب کی تو حیثیت اور حقیقت ہی کیا ہے۔ جب وہ تکذیب انبیاء کے جرم کی سزا سے نہ بچ سکے تو پھر یہ کیوں مطمئن ہیں اور یہ لوگ جو تکذیب پر مصر ہیں تو کیا ایک زور کی چیخ کے منتظر ہیں کہ جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین وعید عذاب سن کر استہزا اور تمسخر کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم کو آخرت اور قیامت کے عذاب کی دھمکیاں سنائی جاتی ہیں تو اس وقت کا حصہ ہم کو ابھی دے دو۔ ہاتھ کے ہاتھ ہم سزا و جزا سے فارغ ہو جائیں۔ اس مطالبہ اور استہزا سے منکرین کا مطلب یہ تھا کہ قیامت و آخرت کچھ نہیں ہے اور اگر ہے تو ہم کو ابھی عذاب مطلوب ہے اور جب فوری عذاب نہیں تو معلوم ہوا نہ قیامت ہے نہ آخرت۔ خواہ مخواہ کی دھمکی ہے۔

چونکہ ان امور سے اور ان کفار کے ان اقوال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن و ملال ہوتا تھا اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے صبر کا حکم دیا جاتا ہے اور بعض انبیاء علیہم السلام کے قصص کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جو کمال صبر کے ساتھ موصوف تھے۔ جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرمائیں اور شکوک و شبہات کے فتنوں اور گمراہیوں سے ہم کو محفوظ رکھیں۔ یا اللہ آپ نے جیسے پہلے گمراہ قوموں اور اعدائے دین و اسلام کو ہلاک و تباہ فرمایا اسی طرح اب بھی دشمنان دین و اسلام کو ہلاک فرمایئے اور اسلام کو غلبہ و نصرت عطا فرمایئے۔ اور ہمیں حق کی پیروی اس کا اتباع اور اس کی حمایت کرنا نصیب فرمایئے۔
یا اللہ اگر کفار مشرکین نے ضد و عناد سے دین اسلام کی قدر نہ کی اور اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس کا استہزا اور تکذیب کی تو یہ اتنا تعجب خیز نہیں جتنا اس امر پر تعجب ہوتا ہے کہ جو باوجود دعوائے اسلام کے شریعت اسلامیہ سے نہ صرف منحرف ہیں بلکہ استہزا کا برتاؤ تک برتنے کی جرات کرتے ہیں۔ یا اللہ! رحمت کے خزانے آپ کے دست قدرت میں ہیں۔ امت مسلمہ پر نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اپنی رحمت کے دروازہ کھول دے۔ اور ان کو دین و دنیا کی صلاح و فلاح سے نواز دے اور ہر طرح کی کجروی اور گمراہی سے بچالے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ

آپ ان لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے جو بڑی قوت والے تھے وہ بہت رجوع ہونے والے تھے ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ

يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ

شام اور صبح تسبیح کیا کریں اور پرندوں کو بھی جو کہ جمع ہو جاتے تھے سب انکی (تسبیح کی) وجہ سے مشغول ذکر رہتے اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی تھی

الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى

اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطا فرمائی تھی اور بھلا آپ کو ان اہل مقدمہ کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ وہ لوگ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر

دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ

داؤد کے پاس آئے تو وہ گھبرا گئے وہ کہنے لگے کہ آپ ڈریں نہیں ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے سو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے

وَاهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾

اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو سیدھی راہ بتا دیجئے

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اِصْبِرْ آپ صبر کریں | عَلٰى اس پر | مَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں | وَاذْكُرْ اور یاد کریں | عَبْدَنَا ہمارے بندے | دَاوٗدَ داؤد | ذَا الْاَيْدِ قوت والا |
| اِنَّهٗ بیشک وہ | اَوَّابٌ خوب رجوع کرنیوالا | اِنَّا سَخَّرْنَا بیشک ہم نے مسخر کر دیئے | الْجِبَالَ پہاڑ | مَعَهٗ اس کے ساتھ | يُسَبِّحْنَ وہ تسبیح کرتے تھے | |
| بِالْعَشِيِّ شام کے وقت | وَالْاِشْرَاقِ اور صبح کے وقت | وَالطَّيْرَ اور پرندے | مَحْشُوْرَةً اکٹھے کیے ہوئے | كُلٌّ سب | لَّهٗ اسکی طرف | اَوَّابٌ رجوع کرنیوالے |
| وَشَدَدْنَا اور ہم نے مضبوط کی | مُلْكَهٗ اس کی بادشاہت | وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسکو دی | الْحِكْمَةَ حکمت | وَ اور | فَصْلَ فیصلہ کن | الْخِطَابِ خطاب |
| وَهَلْ اور کیا | اَتٰىكَ آپکے پاس آئی (پہنچی) | نَبَؤُا الْخَصْمِ خبر جھگڑنے والے | اِذْ جب | تَسَوَّرُوا وہ دیوار پھاند کر آئے | الْمِحْرَابَ محراب (مسجد) | |
| اِذْ دَخَلُوْا جب وہ داخل ہوئے | عَلٰى پر۔پاس | دَاوٗدَ داؤد | فَفَزِعَ تو وہ گھبرایا | مِنْهُمْ ان سے | قَالُوْا انہوں نے کہا | لَا تَخَفْ خوف نہ کھاؤ |
| خَصْمٰنِ ہم دو جھگڑنے والے | بَغٰى زیادتی کی | بَعْضُنَا ہم میں سے ایک | عَلٰى بَعْضٍ دوسرے پر | فَاحْكُمْ تو آپ فیصلہ کر دیں | بَيْنَنَا ہمارے درمیان | |
| بِالْحَقِّ حق کے ساتھ | وَلَا تُشْطِطْ اور زیادتی (بے انصافی) | نہ کریں | وَاهْدِنَا اِلٰى اور ہماری رہنمائی کریں طرف | سَوَآءِ سیدھا | الصِّرَاطِ راستہ | |

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کے بعض اقوال ذکر فرمائے گئے تھے جن کی بناء پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی تکذیب کرتے تھے۔ کفار کے ان الزامات اور اعتراضات کے جواب بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد فرمائے گئے تھے۔ چونکہ کفار کی ان بے باکانہ باتوں اور بے جا الزامات اور اعتراضات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی اور طبیعت پر حزن وملال ہوتا تھا اس لئے آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور بعض انبیائے سابقین کے حالات سنائے جاتے ہیں تا کہ ان کے حالات وواقعات کے معلوم ہونے سے آپ کو تقویت حاصل ہو۔ اس سلسلہ میں پہلا قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا جو ان آیات اور اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے ان آیات زیر تفسیر میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار ومشرکین کے اقوال ناز یبا پر کہ جو آپ کو (معاذ اللہ) ساحر اور کذاب تک کہتے ہیں صبر کیجئے اور ہمارے بندہ داؤد

علیہ السلام کو یاد کیجئے۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کی دو صفات بیان کی گئیں ایک صفت ذاالاید کی فرمائی اس کے لفظی معنی ہیں ''ہاتھوں والا'' مگر محاورہ میں اس سے مراد ''قوت والے'' کے لئے جاتے ہیں یعنی داؤد علیہ السلام بڑی قوت کے مالک تھے۔ اب قوتوں سے بہت سی قوتیں مراد ہوسکتی ہیں مثلاً جسمانی طاقت جس کا مظاہرہ آپ نے جالوت سے جنگ کے موقع پر کیا تھا۔ فوجی اور سیاسی طاقت جس سے ارد گرد کی مشرک قوموں کو شکست دے کر ایک مضبوط دینی سلطنت قائم فرمائی۔ اخلاقی طاقت جس کی بدولت آپ نے بادشاہی میں فقیری کی کہ باوجود سلطنت اور مملکت کے اپنا اور اپنے اہل وعیال کی معاش کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے بلکہ اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حلال روزی حاصل کرتے اور اس کو ذریعہ معاش بناتے۔ عبادت کی طاقت جس کا یہ حال تھا کہ حکومت اور فرمانروائی اور جہاد فی سبیل اللہ کی مصروفیتوں کے باوجود صحیح احادیث کی روایات کے مطابق آپ ہمیشہ ایک دن ناغہ کر کے روزہ رکھتے تھے اور روزانہ ایک تہائی رات نماز میں گزارتے تھے جیسا کہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں۔ وہ آدھی رات سوتے ایک تہائی رات عبادت کرتے اور پھر رات کے چھٹے حصہ میں سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب دشمن سے ان کا مقابلہ ہو جاتا تو فرار اختیار نہ کرتے اور بلاشبہ وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔'' اس حدیث پر شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ عبادت کے اس طریقہ کو جو حضرت داؤد علیہ السلام کا تھا سب سے زیادہ پسندیدہ اس لئے قرار دیا گیا کہ ایک تو اس طریقہ میں مشقت ومجاہدہ زیادہ ہے۔ اگر کوئی روزانہ ساری عمر روزہ رکھنے کا طریقہ اختیار کرے تو اس سے وہ روزے کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے اور کچھ عرصہ کے بعد اس میں زیادہ مشقت نہیں رہتی۔ لیکن ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنے میں تکلیف ومجاہدہ مسلسل رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ اس طریقہ عبادت سے انسان عبادت کے ساتھ اپنے نفس اہل وعیال اور متعلقین کے حقوق بھی پوری طرح ادا کرسکتا ہے۔

تو ایک صفت آپ کے قوت والے ہونے کی فرمائی دوسری صفت اواب کی فرمائی یعنی اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے۔ اس کے بعد اُن نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر فرمائی تھیں۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ ایک نعمت ان کو یہ عطا فرمائی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز میں ایسا اثر بخشا تھا کہ صبح وشام جب باہر میدان میں جا کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح بلند آواز سے کرتے اور زبور پڑھتے تو آپ کے ساتھ پہاڑ بھی تسبیح کرنے لگتے تھے۔ پرندے اڑتے اڑتے ٹھہر جاتے اور آپ کے ارد گرد جمع ہو کر حمد خدا کے ترانے گاتے اور آپ کی تسبیح کی نقل کرتے اور ہمنوائی کرتے۔ دوسری نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسیع اور پر شوکت سلطنت عطا فرمائی تھی۔ لکھا ہے کہ آپ کی مملکت میں شام، عراق، فلسطین، شرق اردن اور حجاز کا ایک حصہ شامل تھے۔ تیسری نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت یعنی نبوت عطا کی تھی اور صحیح فیصلہ کی قوت بخشی تھی لکھا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے سامنے کوئی ایسا معاملہ رکھ دیا جائے یا ایسی کوئی مہم پیش کردی جائے جو انتہائی پیچیدہ ہو یا کذب وافترا نے اس پر زیادہ سے زیادہ ملمع کر دیا ہو تب بھی وحی الٰہی کے ذریعہ ان پر حقیقت حال منکشف ہو جاتی اس لئے جن وانس کسی کو یہ حوصلہ نہیں ہوتا تھا کہ آپ کے احکام کی خلاف ورزی کریں۔ ابن جریر نے اپنی تاریخ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ دو آدمی ایک بیل کا جھگڑا لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئے۔ ہر ایک یہ کہتا تھا کہ یہ بیل میرا ہے دوسرا غاصب ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے قضیہ کا فیصلہ دوسرے دن پر مؤخر کر دیا۔ دوسرے دن آپ نے مدعی سے فرمایا کہ رات میں مجھ پر خدا نے وحی کی ہے کہ تجھ کو قتل کر دیا جائے لہٰذا تو صحیح صحیح بات بیان کر۔ مدعی نے کہا کہ خدا کے سچے نبی! اس مقدمہ میں تو میرا بیان قطعاً حق اور سچ ہے لیکن اس واقعہ سے قبل میں نے اس یعنی مدعا علیہ کے باپ کو دھوکہ دے کر مار ڈالا تھا۔ یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو قصاص میں قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ اسی قسم کے واقعات ہوتے تھے جن کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام کے حکم اور ان کی عظمت وشوکت

کے سامنے سب پست اور فرمانبردار تھے تو باوجود اس بڑی سلطنت اور نعمتوں کے جو اکثر احوال میں آدمی کو ازخود رفتہ کر دیتی ہے یہ برکت نورِ نبوت کے آپ نہایت ضابط اور صابر تھے۔ آپ کے اسی ضبط و صبر کو ظاہر کرنے کے لئے آگے ایک واقعہ اہل مقدمہ کا بیان فرمایا جاتا ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا۔ لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے تین دن کی باری رکھی تھی ایک دن دربار اور مقدمات وغیرہ کے فیصلہ۔ ایک دن اپنے اہل وعیال کے پاس رہنے کا ایک دن خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اس دن خلوت میں رہتے تھے دربان کسی کو اندر جانے نہ دیتے۔ ایک دن عبادت میں مشغول تھے کہ ناگاہ دو شخص عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آپ کے پاس آ کھڑے ہوئے کیونکہ دروازہ میں سے پہرہ داروں نے اس وجہ سے آنے نہ دیا تھا کہ وہ وقت خاص آپ کی عبادت کا تھا۔ مقدمات کے فیصلہ کا نہ تھا۔ تو ان کے اس طرح بے قاعدہ آ جانے سے حضرت داؤد علیہ السلام گھبرا گئے کہ یہ آدمی ہیں یا کوئی اور مخلوق۔ آدمی ہیں تو ناوقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ دربانوں نے کیوں نہیں روکا؟ اگر دروازے سے نہیں آئے تو اتنی اونچی دیوار کو پھاندنے کی کیا سبیل کی؟ خدا جانے ایسے غیر معمولی طور پر کس نیت اور کس غرض سے آئے ہیں۔ غرض اچانک یہ عجیب واقعہ دیکھ کر خیال دوسری طرف ہٹ گیا اور عبادت میں جیسی یکسوئی کے ساتھ مشغول تھے قائم نہ رہ سکی۔ آنے والوں نے کہا کہ آپ گھبرایئے نہیں ہم سے خوف نہ کھایئے۔ ہم دو فریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ چونکہ پہرہ داروں نے دروازہ سے آنے نہیں دیا اس لئے اس طرح آنے کے مرتکب ہوئے اب آپ ہم میں منصفانہ فیصلہ کر دیجئے کوئی بے راہی اور ٹالنے کی بات نہ ہو عدل وانصاف کی سیدھی راہ معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں۔

مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ آپ کیسے صابر اور متحمل تھے کہ ایسے بڑے جلیل القدر سلطنت کے خلوت خانہ خاص میں کسی کا بے اجازت پھر اس بے ڈھنگے پن سے آ گھسنا پھر بات چیت اس طرز سے کرنا کہ اول تو یہ کہنا کہ لاتخف یعنی ڈرومت پھر یہ کہنا کہ انصاف سے فیصلہ کرنا۔ اس پر مزید یہ کہنا کہ بے انصافی مت کرنا غرض ان کا مجموعہ اقوال وافعال بظاہر گستاخی در گستاخی تھا اور اس میں داؤد علیہ السلام کے تحمل اور صبر کا امتحان تھا کہ آیا زورِ سلطنت میں ان متواتر گستاخیوں پر دار و گیر کرتے ہیں اور اس مقدمہ کو ملتوی کر کے ان پر دوسرا مقدمہ قائم کرتے ہیں یا غلبۂ نورِ نبوت سے عفو فرماتے ہیں اور اس مقدمہ کو کمال عدل سے بلا شائبہ غیض وغضب فیصل کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نہایت صابر ثابت ہوئے اور مقدمہ کو نہایت ٹھنڈے دل سے سماعت اور فیصل فرمایا۔ جس سے مفسرین کرام نے بطور نتیجہ یہ بیان کیا کہ جس کسی کو اللہ تعالیٰ نے کوئی بڑا رتبہ یا منصب دیا ہو اور عام مخلوق کی ضروریات اس سے متعلق ہوں تو اس کو چاہیے کہ وہ اہل حاجت کی بے قاعدگیوں اور غلطیوں پر حتی الوسع صبر کرے اور صبر سے کام لے کہ اس کے مرتبہ اور منصب کا یہی تقاضا ہے خاص طور سے حکام کو اس کا لحاظ رکھنا چاہئے مگر یہ باتیں تو وہ حکام برت سکتے ہیں جو قرآنی ہدایات اور اسلامی اخلاق کے طالب ہوں اور جو یورپ کے فرنگیوں کی تقلید پر نازاں ہوں اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ہوں انہیں ان قرآنی ہدایات وتعلیمات سے کیا سروکار؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم پاکستانیوں کو بھی وہ دن دیکھنا نصیب فرمائیں کہ جو اسلامی اور قرآنی اخلاق کا حامل اور عامل حکام کو اپنے ملک میں حکمرانی کرتے دیکھ لیں۔

الغرض حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے آنے والوں نے جو صورت مقدمہ بیان کی اور اس پر جو فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اور پھر فیصلہ فرمانے کے بعد خود اپنے فیصلہ سے جو اپنے آپ کو متنبہ ہوا اور اس قصہ کو اپنے لئے ایک فتنہ اور امتحان سمجھا اور اس پر عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک پڑے وہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي

یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے سو یہ کہتا ہے کہ وہ بھی مجھ کو دے ڈال اور بات چیت میں جو مجھ کو دباتا ہے۔

الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ

داؤد نے کہا یہ جو تیری دُنبی اپنی دُنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں

عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ

مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی

رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۩ ﴿٢٤﴾ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٢٥﴾ يَا دَاوُودُ

اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے سو ہم نے ان کو وہ معاف کر دیا اور ہمارے یہاں ان کیلئے قرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی ہے۔ اے داؤد

إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن

ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کہ وہ خدا کے راستہ سے تم کو بھٹکا دے گی

سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾

جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| إِنَّ هَٰذَا بیشک یہ | أَخِي میرا بھائی | لَهُ اسکے پاس | تِسْعٌ وَتِسْعُونَ ننانوے (۹۹) | نَعْجَةً دُنبیاں | وَلِيَ اور میرے پاس | نَعْجَةٌ دُنبی | وَاحِدَةٌ ایک |
| فَقَالَ پس اس نے کہا | أَكْفِلْنِيهَا وہ میرے حوالے کردے | وَعَزَّنِي اور اس نے مجھے دبایا | فِي الْخِطَابِ گفتگو میں | قَالَ داؤد نے (کہا) | | | |
| لَقَدْ ظَلَمَكَ واقعی اس نے ظلم کیا | بِسُؤَالِ مانگنے سے | نَعْجَتِكَ تیری دُنبی | إِلَىٰ طرف ساتھ | نِعَاجِهِ اپنی دُنبیاں | وَإِنَّ اور بیشک | كَثِيرًا اکثر | |
| مِّنَ سے | الْخُلَطَاءِ شرکاء | لَيَبْغِي زیادتی کیا کرتے ہیں | بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض | عَلَىٰ پر | بَعْضٍ بعض | إِلَّا سوائے | الَّذِينَ آمَنُوا جو ایمان لائے |
| وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور انہوں نے عمل کئے درست | وَقَلِيلٌ اور بہت کم | مَّا هُمْ وہ۔ ایسے | وَ اور | ظَنَّ خیال کیا | دَاوُودُ داؤد | أَنَّمَا کہ کچھ | |
| فَتَنَّاهُ ہم نے اسے آزمایا ہے | فَاسْتَغْفَرَ تو اس نے مغفرت طلب کی | رَبَّهُ اپنا رب | وَخَرَّ اور گر گیا | رَاكِعًا جھک کر | وَأَنَابَ اور اس نے رجوع کیا | | |
| فَغَفَرْنَا پس ہم نے بخش دی | لَهُ اس کی | ذَٰلِكَ یہ | وَإِنَّ اور بیشک | لَهُ اس کیلئے | عِندَنَا ہمارے پاس | لَزُلْفَىٰ البتہ قرب | وَحُسْنَ اور اچھا |
| مَآبٍ ٹھکانا | يَا دَاوُودُ اے داؤد | إِنَّا بیشک ہم نے | جَعَلْنَاكَ ہم نے تجھے بنایا | خَلِيفَةً نائب | فِي الْأَرْضِ زمین میں | فَاحْكُم سو تو فیصلہ کر | |
| بَيْنَ النَّاسِ لوگوں کے درمیان | بِالْحَقِّ حق کے ساتھ | وَلَا تَتَّبِعِ اور نہ پیروی کر | الْهَوَىٰ خواہش | فَيُضِلَّكَ کہ وہ تجھے بھٹکا دے | عَن سے | | |
| سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کا راستہ | إِنَّ بیشک | الَّذِينَ جو لوگ | يَضِلُّونَ بھٹکتے ہیں | عَن سے | سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کا راستہ | لَهُمْ ان کیلئے | عَذَابٌ عذاب |
| شَدِيدٌ شدید | بِمَا اس پر کہ | نَسُوا انہوں نے بھلا دیا | يَوْمَ الْحِسَابِ روزِ حساب | | | | |

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ ایک دن جب حضرت داؤد علیہ السلام اپنے عبادت خانہ میں عبادت الٰہی میں مشغول تھے تو دو فریق ایک مقدمہ میں جھگڑنے والے اچانک دیوار پھاند کر آپ کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ان کی اس طرح اچانک ناوقت آمد سے گھبرا گئے اور عبادت میں جیسی یکسوئی کے ساتھ مشغول تھے قائم نہ رہ سکی اور ان آنے والوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا کہ آپ گھبرایئے نہیں ہم دو فریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے آئے ہیں۔ آپ ہم میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے۔ اب مقدمہ اور جھگڑے کی جو صورت حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی وہ ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ ایک فریق نے کہا کہ جھگڑا ہمارے درمیان یہ ہے کہ میرے اس بھائی کے پاس ۹۹ دنبیاں ہیں اور میرے ہاں صرف ایک دنبی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی کسی طرح مجھ سے چھین کر اپنی سو پوری کر لے اور جیسے مال میں یہ مجھ سے زیادہ ہے۔ بات کرنے میں بھی مجھ سے تیز ہے۔ جب بولتا ہے تو مجھ کو دبا لیتا ہے اور لوگ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ غرض میرا حق چھیننے کے لئے زبردستی کی باتیں کرتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی شریعت کے قاعدہ کے مطابق ثبوت وغیرہ طلب کیا ہوگا اور پھر فرمایا کہ یہ اس کی زیادتی اور ناانصافی ہے چاہتا ہے کہ اس طرح اپنے غریب بھائی کا مال ہڑپ کر جائے اور عام لوگوں میں ایسا ہی ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کرنے کی عادت ہے کہ قوی چاہتا ہے کہ ضعیف کو کھا جائے۔ ہاں اللہ کے نیک اور ایمان دار بندے اس سے مستثنیٰ ہیں کہ وہ ایسی ظلم وزیادتی نہیں کرتے مگر وہ دنیا میں تھوڑے ہی ہیں۔ الغرض حضرت داؤد علیہ السلام نے انصاف پر مبنی فیصلہ کر کے قضیہ کو ختم کر دیا۔ اس تمام قصہ کے بعد جب فریقین چلے گئے تو حضرت داؤد علیہ السلام کو احساس اور تنبہ ہوا کہ میرے حق میں یہ قصہ ایک فتنہ اور امتحان تھا۔ اس خیال کے آتے ہی وہ اپنی خطا معاف کرانے کے لئے نہایت عاجزی کے ساتھ درگاہ الٰہی میں سربسجود ہو گئے اور طلب مغفرت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی استغفار کو شرف قبولیت بخشا اور آپ کی خطا معاف فرما دی۔ اور آپ کی عظمت اور قرب کو اور دوبالا کر دیا اور پھر یہ نصیحت فرمائی کہ اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے اس لئے تمہارا فرض ہے کہ خدا کی اس نیابت کا پورا پورا حق ادا کرو اور معاملات کے فیصلہ شریعت الٰہی کے موافق انصاف کے ساتھ کرتے رہو اور جس طرح اب تک کبھی نفسانی خواہش کی پیروی نہیں کی آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کیونکہ یہ چیز انسان کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دینے والی ہے اور جب انسان اللہ کی راہ سے بھٹکا تو پھر ٹھکانہ کہاں۔ اور عموماً خواہش نفسانی کی پیروی اسی لئے ہوتی ہے کہ آدمی کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا۔ اگر یہ بات مستحضر رہے کہ ایک روز اللہ کے سامنے جانا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ کی مرضی پر اپنی نفسانی خواہش کو مقدم نہ رکھے۔

اب یہاں اس آیت کے سلسلہ میں **وظن داود انما فتنه فاستغفر ربه و خر راكعاً و اناب** اور داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور سجدہ میں گر پڑے اور ہماری طرف رجوع ہوئے سو ہم نے ان کو وہ معاف کر دیا۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی وہ کیا خطا تھی جس کی آپ نے مغفرت طلب کی اور جس کی طرف یہاں آیت میں اشارہ فرمایا گیا تو چونکہ نہ قرآن مجید میں کہیں اس کی تفصیل کی طرف اشارہ ہے نہ کسی صحیح حدیث میں اس کی تفسیر ہے اس لئے مفسرین نے اپنی اپنی علیحدہ رائے کا اظہار کیا ہے اس سلسلہ میں مفسرین کا ایک گروہ تو وہ ہے کہ جو اسرائیلی اور اہل کتاب کی روایات سے متاثر ہوئے اور دوسرا گروہ وہ ہے کہ جنہوں نے ان اسرائیلی روایات کے ماخذ کو سراسر بہتان الزام اور قطعاً غلط ٹھہرایا ہے۔ موجودہ بائبل میں تو حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کی عجیب مٹی پلید کی گئی ہے اور اس میں جو کور کسر رہ گئی تھی وہ تالمود وغیرہ یہود کے

24 مذہبی نوشتوں نے پوری کردی۔ بنی اسرائیلی انبیاء میں سے خصوصاً حضرت داؤدؑ اور آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہما السلام کے خلاف تو ایسے سخت الزامات لگائے گئے ہیں کہ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ اسرائیلی روایات کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی ذات قدسی صفات کی جانب ایسی بے ہودہ اور مضحکہ خیز حکایات اور قصص منسوب کرتی ہے جن کو پڑھ کر ان مقدس ہستیوں کے متعلق نبی یا رسول اللہ ہونے کا تو کیا یقین ہو سکتا ہے یہ بھی باور نہیں ہوتا کہ وہ بااخلاق بزرگ ہستیاں ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ یہودی علماء کا ایک گروہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا سخت مخالف رہا ہے اور اسی دشمنی کے زیر اثر یہودیوں کے خبیث ذہن نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے خلاف افسانہ تراشی کی ہے۔ اسی لئے قرآن پاک نے انبیاء خصوصاً انبیاء بنی اسرائیل کی مقبولیت و صالحیت کا پرزور اثبات بار بار اہل کتاب کے اتہامات کی تردید میں فرمایا ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا بنی اسرائیل پر کتنا بڑا احسان ہے کہ ان کے اکابر کا دامن خود ان کی چھینکی ہوئی گندگیوں سے صاف کیا۔ انبیاء کرام کے اوپر الزامات اور اتہامات کی داستانیں موجودہ بائبل اور تورات میں ان کے محرف ہونے کی بڑی دلیل ہیں چنانچہ انہی داستان اور حکایات میں سے ایک خرافی روایت حضرت داؤد علیہ السلام سے تعلق رکھتی ہے جو موجودہ تورات کے صحیفۂ سموئیل دوم باب ۱۱ و ۱۲ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ایک طویل داستان بیان کی گئی ہے۔ اس لغو اور ناگفتہ بہ داستان میں حضرت داؤد علیہ السلام کا جو اخلاقی نقشہ یہودیوں کی موجودہ توراۃ میں پیش کیا گیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد ان کو نبی اور پیغمبر تو کجا کسی ایک صحیح اخلاق کا انسان بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ نبی کا دامن ہر قسم کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے جو قوموں کا ہادی اور رہبر ہوتا ہے اور جس کی ذات انسان کے لئے ایک مثال اور نمونہ بن کر آتی ہے اور پھر ایسے معصوم اور جلیل القدر نبی کے متعلق کسی قسم کی شرمناک اور حیا سوز حرکت کا احتمال کس قدر خلاف عقل ہے جس کی برگزیدگی و فضل کا قرآن پاک میں اس طرح اعلان کیا گیا ہے۔ سورۂ سبا ۲۲ ویں پارہ میں ارشاد ہوا۔ **ولقد اتینا داؤد منا فضلاً** اور بالیقین ہم نے داؤدؑ کو اپنی طرف سے فضیلت اور برگزیدگی بخشی تھی اور یہاں ان آیات میں فرمایا گیا **انه اواب** بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ **و ان له عندنا لزلفیٰ و حسن مآب**۔ اور بے شک ان کے لئے ہمارے یہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کوئی لغو اسرائیلی قصہ کو حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف منسوب کرے گا اس کو ۱۶۰ کوڑے لگائے جائیں گے جو کسی نبی پر بہتان باندھنے کی سزا ہے۔ درمیان میں یہ بیان حضرت داؤد علیہ السلام پر یہود کے بہتان کا ضمناً آ گیا تھا۔ وہ سوال کہ یہاں آیت **وظن داؤد انما فتنه فاستغفر ربه و خر راکعاً و اناب** میں کس خطا سے مغفرت کی طرف اشارہ ہے یہ تحقیق طلب رہ گیا۔ اس کے متعلق بھی تحقیق مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ احقر مولف کو بہترین تحقیق شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی معلوم ہوئی جس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت علامہؒ لکھتے ہیں۔

"ہمارے نزدیک اصل بات وہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ ابتلا ایک طرح کے عجب کی بناء پر پیش آیا۔ صورت یہ ہوئی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے پروردگار رات و دن میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں داؤد کے گھرانے کا کوئی نہ کوئی فرد تیری عبادت میں مشغول نہ رہتا ہو اور یہ اس لئے کہا کہ آپ نے روز و شب کے ۲۴ گھنٹے اپنے گھر والوں پر نوبت بہ نوبت تقسیم کر رکھے تھے تا کہ آپ کی عبادت خانہ کسی وقت عبادت سے خالی نہ رہنے پائے اور بھی کچھ اس قسم کی چیزیں عرض کیں شاید اپنے حسن انتظام وغیرہ کے متعلق ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ ارشاد ہوا کہ داؤد یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے۔ اگر میری مدد نہ ہو تو اس چیز پر قدرت نہیں پا سکتے۔ قسم ہے اپنے جلال کی کہ میں ایک روز تم کو تمہارے

نفس کے سپرد کر دوں گا یعنی اپنی مدد ہٹا لوں گا۔ دیکھیں اس وقت تم کہاں تک اپنی عبادت میں مشغول رہ سکتے ہو۔ حضرت علامہ عثمانیؒ آگے لکھتے ہیں کہ یہ روایت بتلاتی ہے کہ فتنہ کی نوعیت صرف اسی قدر ہونی چاہئے کہ جس وقت داؤد علیہ السلام عبادت میں مشغول ہوں تو بوجوہ پوری کوشش کے مشغول نہ رہ سکیں اور اپنا انتظام قائم نہ رکھ سکیں چنانچہ آپ سن چکے کہ کس بے قاعدہ اور غیر معمولی طریقہ سے فریقین مقدمہ نے اچانک عبادت خانہ میں داخل ہو کر حضرت داؤد علیہ السلام کو گھبرا دیا اور آپ کو شغل خاص سے ہٹا کر اپنے جھگڑے کی طرف متوجہ کر لیا۔ بڑے بڑے پہرے اور انتظامات ان کو داؤد کے پاس پہنچنے سے نہ روک سکے۔ تو جب اہل معاملہ آپ کے پاس سے رخصت ہو گئے تو آپ کو تنبہ ہوا کہ یہ میری آزمائش تھی اللہ نے مجھے اس دعوے کی وجہ سے اس فتنہ میں مبتلا کیا۔ لفظ فتنہ کا اطلاق اس جگہ تقریباً ایسا سمجھو جیسے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ بچپن میں قمیص پہن کر لڑکھڑاتے ہوئے آ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر سے دیکھا اور خطبہ قطع کر کے ان کو اوپر اٹھا لیا اور فرمایا **صدق اللّٰہ انمآ اموالکم واولادکم فتنۃ** بعض آثار میں ہے کہ بندہ اگر کوئی نیکی کر کے کہتا ہے کہ اے پروردگار میں نے یہ کام کیا میں نے صدقہ کیا میں نے نماز پڑھی میں نے کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور میں نے تیری مدد کی اور تجھ کو توفیق دی اور جب بندہ کہتا ہے کہ اے پروردگار تو نے مدد کی تو نے مجھ کو توفیق بخشی اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور تو نے عمل کیا۔ تو نے ارادہ کیا تو نے یہ نیکی کمائی اسی سے سمجھ لو کہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا اپنے حسن انتظام کو جتلاتے ہوئے یہ فرمانا کہ اے پروردگار رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں میں یا میرے متعلقین تیری عبادت میں مشغول نہ رہتے ہوں کیسے پسند آ سکتا تھا۔ بڑوں کی چھوٹی چھوٹی بات پر گرفت ہوتی ہے اسی لئے ایک آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے تاکہ متنبہ ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف و تدارک کریں۔ چنانچہ تدارک کیا اور خوب کیا۔ میرے نزدیک یعنی حضرت علامہ عثمانیؒ کہتے ہیں آیت کی بے تکلف تقریر یہی ہے''۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اس آزمائش اور لغزش کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ مقدمہ کے یہ دو فریق دیوار پھاند کر اندر عبادت خانہ میں داخل ہوئے اور طرز مخاطبت بھی انتہائی گستاخانہ اختیار کیا کہ شروع ہی میں حضرت داؤد علیہ السلام کو انصاف کرنے اور ظلم و زیادتی نہ کرنے کی نصیحتیں شروع کر دی۔ اس انداز کی گستاخی کی بناء پر کوئی عام آدمی ہوتا تو انہیں جواب دینے کی بجائے الٹی سزا دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ امتحان فرمایا کہ وہ بھی غصہ میں آ کر انہیں سزا دیتے ہیں یا پیغمبرانہ عفو و تحمل اور ضبط و صبر سے کام لے کر ان کی بات سنتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس امتحان میں پورے اترے لیکن اتنی سی فروگذاشت ہوگئی کہ فیصلہ سناتے وقت ظالم کو خطاب کرنے کی بجائے مظلوم کو خطاب فرمایا جس سے ایک صورت جانبداری کی متوہم ہوتی ہے اور گو مظلوم ہونے کی حیثیت سے یہ طرفداری بھی عبادت ہے مگر حضرت داؤدؑ غایت تقویٰ سے اتنی بات کو بھی کمال صبر کے خلاف اور ثبات فی الامتحان کے منافی سمجھے جس پر فوراً انہیں تنبہ ہوا اور سجدے میں گر گئے (بیان القرآن)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس کے متعلق بطور نتیجہ کے لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے متعلق ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش خواہ کچھ رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ براہ راست وحی کے ذریعہ بھی آپ کو اس پر متنبہ فرما سکتے تھے۔ لیکن اس کے بجائے ایک مقدمہ بھیج کر تنبیہ کے لئے یہ خاص طریقہ کیوں اختیار کیا گیا؟ تو درحقیقت اس طریقہ پر غور کرنے سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ کسی شخص کو اس کی غلطی پر تنبیہ کے لئے حکمت سے کام لینے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا زیادہ

اچھا ہے جس سے متعلقہ شخص خود بخود اپنی غلطی کو محسوس کر لے اور اسے زبانی تنبیہ کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور اس کے لئے ایسی تمثیلات سے کام لینا زیادہ موثر ہوتا ہے جس سے کسی کی دلآزاری بھی نہ ہو اور ضروری بات بھی واضح ہو جائے۔ (معارف القرآن جلد ۷)

الغرض ان آیات کی تشریح کے سلسلہ میں بعض محقق اور محتاط مفسرین نے یہی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص حکمت و مصلحت سے اپنے جلیل القدر پیغمبر کی اس لغزش اور امتحان کی تفصیل کو کھول کر بیان نہیں فرمایا اس لئے ہمیں بھی اس کی کاوش میں پیچھے نہیں پڑنا چاہئے اور جتنی بات قرآن کریم میں مذکور ہے صرف اسی پر ایمان رکھنا چاہئے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اسی پر عمل کرتے ہوئے واقعہ کی تفصیلات سے خاموشی اختیار کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہی محتاط اور سلامتی کا راستہ ہے۔ اسی لئے بعض علمائے سلف سے منقول ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہے تم بھی اس کو مبہم رہنے دو۔ اسی میں حکمت و مصلحت ہے۔

ان آیات کے سلسلہ میں ایک دوسری بحث یہ ہے کہ جو فریقین مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے تھے وہ فرشتے تھے یا آدمی اور جو واقعہ بیان کیا گیا ہے کیا وہ واقعی تھا یا محض فرضی۔ تو اس کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ قرآن کریم میں کوئی صاف تصریح نہیں اس لئے امکان دونوں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے اور کفار مکہ کے اقوال و حرکات سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو رنج پہنچتا تھا اس کو صبر و تحمل سے برداشت کر لینے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا گیا تا کہ آپ کو تقویت حاصل ہو کہ حضرت داؤد علیہ السلام باوجود اتنے بڑے جلیل القدر بادشاہ ہونے کے کس قدر صابر اور متحمل تھے کہ اہل مقدمہ کا اول تو آپ کے عبادت خانہ میں بے اجازت اور نہایت بے ڈھنگے پن سے دیوار پھاند کر گھس آنا۔ پھر بات چیت کا طرز بھی گستاخانہ تھا کہ پہلے تو یہ کہا کہ ڈرو مت۔ پھر یہ کہا کہ انصاف سے فیصلہ کرنا پھر مزید یہ کہا کہ ناانصافی مت کرنا۔ ان تمام گستاخیوں پر حضرت داؤد علیہ السلام نے صبر و تحمل فرمایا اور ان اہل مقدمہ پر کوئی غیظ و غضب ظاہر نہیں فرمایا اور ان کا مقدمہ نہایت ٹھنڈے دل سے سماعت فرما کر فیصل فرمایا۔ اب آگے حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا گیا ہے مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کو ذکر کرنے سے پہلے تین آیات میں بطور تاکید اور اہتمام کے یوم حساب اور آخرت کی جزا و سزا کے متعلق ذکر فرمایا گیا جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

یہاں چونکہ سجدہ کی آیت آ گئی ہے اس لئے اس کے پڑھنے اور سننے سے سب پر سجدہ تلاوت لازم ہو گیا۔ اس لئے جملہ قارئین و سامعین دعاء کے بعد ایک سجدہ تلاوت کر لیں گو یہ سجدہ کی آیت کئی مرتبہ پڑھی گئی مگر ایک ہی مجلس میں آیت سجدہ اگر بار بار بھی پڑھی جائے تو ایک ہی سجدہ لازم آتا ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہماری شب و روز کی غلطیوں پر گرفت نہ فرمائیں اور ہمہ وقت ہم کو اپنی کوتاہیوں پر ندامت و مغفرت طلب کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو کسی پر ظلم و زیادتی کرنے اور نفسانی خواہشات کے اتباع سے کامل طور پر بچائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ یا اللہ! روز حساب کو دنیا کی زندگی میں بھولے رہنے پر آپ نے عذاب شدید کی وعید ارشاد فرمائی ہے۔ یا اللہ! ہمیں اس وعید کا مورد بننے سے بچا لیجئے اور ہمیں روز حساب کو ہمہ وقت یاد رکھنے اور اس روز کی تیاری میں لگے رہنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو چیزیں ان کے درمیان موجود ہیں ان کو خالی از حکمت پیدا نہیں کیا یہ اُن لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں سو کافروں کیلئے (آخرت) میں

مِنَ النَّارِ ۝۲۷ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ

بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ ہاں تو کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے برابر کردیں گے جو دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو

كَالْفُجَّارِ ۝۲۸ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۲۹

بدکاروں کے برابر کردیں گے یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | مَا خَلَقْنَا نہیں پیدا کیا ہم نے | السَّمَآءَ آسمان | وَالْاَرْضَ اور زمین | وَمَا اور جو | بَيْنَهُمَا ان کے درمیان | بَاطِلًا باطل | ذٰلِكَ یہ | ظَنُّ گمان |
| الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا | فَوَيْلٌ پس خرابی ہے | لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان کیلئے جنہوں نے کفر کیا (کافر) | مِنَ سے | النَّارِ آگ | اَمْ کیا | نَجْعَلُ ہم کردیںگے | | |
| الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے | وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے | الصّٰلِحٰتِ اچھے | كَالْمُفْسِدِيْنَ انکی طرح جو فساد پھیلاتے ہیں | فِي الْاَرْضِ زمین میں | اَمْ کیا | | | |
| نَجْعَلُ ہم کردیںگے | الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں | كَالْفُجَّارِ فاجروں (بدکرداروں) کی طرح | كِتٰبٌ ایک کتاب | اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے نازل کیا | اِلَيْكَ آپکی طرف | | | |
| | مُبٰرَكٌ مبارک | لِّيَدَّبَّرُوْٓا تاکہ وہ غور کریں | اٰيٰتِهٖ اسکی آیات | وَلِيَتَذَكَّرَ اور تاکہ نصیحت پکڑیں | اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے | | | |

## تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں داؤد علیہ السلام کے تذکرہ میں خاتمہ پر یوم الحساب کا ذکر آ گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً ان کے لئے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے یعنی جنہوں نے دنیا میں اللہ کے احکام سے منہ موڑا وہ یقیناً آخرت کو بھول گئے۔ انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ آخرت میں رائی رائی کا حساب دینا ہوگا اس آخرت فراموشی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اب آگے ان آیات میں یوم حساب کے ذکر کی مناسبت سے یوم حساب کا ثبوت اور اس کے وقوع پر دلائل دیئے جاتے ہیں کہ یوم حساب ضرور ہونے والا ہے کیونکہ اگر روز حساب نہ ہو تو آسمان زمین وغیرہ کی پیدائش بے نتیجہ ہوئی جاتی ہے۔ اور اللہ نے یہ آسمان زمین اور ان کے درمیانی چیزوں کو بے نتیجہ پیدا نہیں کیا کہ اس میں کوئی حکمت نہ ہو۔ کوئی غرض اور مقصد نہ ہو اور کسی اچھے یا برے فعل کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو۔ اس ارشاد سے مقصود یہ ذہن نشین کرانا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں پیدا کر کے شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑ دیا گیا ہے کہ یہاں جس کا جو جی چاہے کرتا رہے اور اس پر کوئی باز پرس نہ ہو۔ یقیناً اس دنیا کا کچھ نتیجہ نکلنا ہے اور وہ نتیجہ ہے آخرت لہٰذا یہاں اس دنیا میں رہ کر وہاں یعنی آخرت کے لئے کام کرنا چاہئے اور وہ کام یہی ہے کہ انسان اپنی بے جا خواہشات کی پیروی چھوڑ کر حق وعدل کے اصول پر کاربند ہو اور خالق ومخلوق دونوں سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھے۔ یہ نہ سمجھے کہ بس دنیا کی زندگی ہے کھا پی کر اور مزہ اڑا کر ختم کر دیں گے۔ آگے حساب کتاب کچھ نہیں یہ خیالات تو ان کے ہیں جنہیں موت کے بعد دوسری زندگی سے انکار ہے جو جزا سزا کے قائل نہیں اور جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ نیک وبد سب آخر کار مٹی ہو جائیں گے اور کسی سے کوئی باز پرس اور محاسبہ نہیں۔ نہ کسی کو بھلائی یا برائی کا بدلہ ملے گا۔ ایسے لوگوں نے دراصل دنیا کو ایک کھلونا سمجھا ہے اور ان کا خیال ہے کہ خالق کائنات نے دنیا ومافیہا کو یونہی کھیل کے طور پر فضول اور عبث پیدا کر دیا ہے تو ایسے منکروں کے لئے جہنم کی آگ کا عذاب آخرت میں تیار ہے۔ آگے آخرت کے وقوع ہونے کی ایک دوسری دلیل دی جاتی ہے اور وہ یہ کہ کسی کے نزدیک یہ معقول

بات نہیں کہ نیک اور بد دونوں آخر کار یکساں ہو جائیں اور کسی نیک انسان کو اس کی نیکی کا کوئی صلہ اور کسی بد آدمی کو اس کی بدی کا کوئی بدلہ نہ ملے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے عدل وحکمت کا یہ اقتضا نہیں کہ نیک ایماندار بندوں کو شریروں اور مفسدوں کے برابر کر دیں یا متقی پرہیز گاروں کو اور بدکاروں کو ایک جیسا کر دیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ کوئی وقت حساب کتاب جزا سزا کا رکھا جائے لیکن اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے نیک اور ایماندار بندے قسم قسم کی آفات اور مصائب میں مبتلا رہتے ہیں اور کتنے ہی بدکردار بے حیا بدمعاش مزے چین اڑاتے ہیں۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ موت کے بعد دوسری زندگی کی جو خبر دی گئی ہے وہ عین اقتضائے حکمت ہے وہاں ہی ہر نیک وبد کو اس کے برے بھلے کاموں کا بدلہ ملے گا اور یہی یوم الحساب ہے اور یہی دار آخرت میں ہونا ہے تو جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں وہ گویا زبان حال سے یہ کہتے ہیں کہ کائنات بے مقصد اور خالی از حکمت پیدا کر دی گئی ہے کہ اچھے اور برے سب زندگی گزار کر مرجائیں اور ان سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت پر ایمان رکھنے والا اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ آگے ارشاد ہے کہ جب نیک وبد کا انجام ایک نہیں تو ضروری تھا کہ کوئی کتاب ہدایت مآب حق تعالیٰ کی طرف سے آئے جو لوگوں کو خوب معقول طریقہ سے ان کے انجام پر آگاہ کر دے چنانچہ یہ کتاب قرآن کریم نازل کی گئی جس کے الفاظ' حروف' نقوش' معانی اور مضامین ہر چیز میں برکت ہے اور جو اسی غرض سے اتاری گئی ہے کہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور عقل وفکر رکھنے والے اس کی نصیحتوں سے منتفع ہوں اور اس پر عمل کر کے اس کی ہدایتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

یہاں اس آخری آیت کتاب انزلنٰہ الیک مبٰرک لیدبروا اٰیٰتہ ولیتذکر اولوا الالباب میں صاف تصریح ہے کہ یہ بابرکت کتاب یعنی قرآن کریم اس واسطے نازل کی گئی ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔ اس کے علاوہ اور بھی قرآن پاک کی متعدد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں غور وفکر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہر انسان اس کی آیات اور ان کے مطالب میں غور کرے مگر یہاں بالفاظ حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سمجھ لیا جائے کہ تدبر اور تفکر کے درجات علم وفہم کے درجات کی طرح مختلف ہوں گے۔ ائمہ مجتہدین کا تفکر ایک ایک آیت سے ہزاروں مسائل نکالے گا عام علماء کا تفکر ان مسائل کے سمجھنے تک پہنچے گا۔ عوام جو عربی زبان کے سمجھنے میں مہارت نہ رکھتے ہوں وہ اگر قرآن کریم کا معتبر ترجمہ اور تفسیر اپنی زبان میں پڑھ کر تدبر کریں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت اور آخرت کی فکر پیدا ہوگی جو کلید کامیابی ہے۔ البتہ عوام کے لئے غلط فہمی اور مغالطوں سے بچنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ کسی عالم سے قرآن کو سبقاً سبقاً پڑھیں اور اس کا مطلب سمجھیں۔ یہ نہ ہو سکے تو کوئی مستند اور معتبر تفسیر کا از خود مطالعہ کریں اور جہاں کوئی شبہ پیش آئے تو اپنی رائے سے فیصلہ نہ کریں بلکہ ماہر علماء سے رجوع کریں۔'' (معارف القرآن جلد دوم) الغرض اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو قرآن کی آیتوں میں غور وفکر نہیں کرتے وہ اس کے نزول کا مقصد پورا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے نزول کے مقصد کو پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

آیت کا آخری جملہ ولیتذکر اولوا الالباب اور تاکہ عقل مند اہل فہم واہل دانش نصیحت حاصل کریں یہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سمجھ دار عقلمند اہل فہم واہل دانش وہی ہیں جو قرآن کریم سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں جو ایسا نہیں کرتے تو وہ اولو الالباب کے مقابل یعنی احمق بیوقوف کم عقل نادان ٹھہرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اولو الالباب میں شامل ہونا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الغرض اوپر حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر تھا بیچ میں یہ مضمون آخرت کے متعلق آ گیا۔ اب آگے حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ؕ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ۙ

اور ہم نے داؤد کو سلیمانؑ عطا کیا بہت اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہونے والے تھے جبکہ شام کے وقت اُن کے روبرو اصیل عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے

فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ٝ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ

تو کہنے لگے کہ میں اس مال کی محبت میں (لگ کر) اپنے رب کی یاد سے غافل ہوگیا یہاں تک کہ آفتاب پردہ (مغرب) میں چھپ گیا ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے سامنے لاؤ

مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

سوانہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار) سے ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور ہم نے سلیمانؑ کو امتحان میں ڈالا اور ہم نے اُن کے تخت پر ایک دھڑ لا ڈالا پھر انہوں نے (خدا کیطرف) رجوع کیا دعا مانگی

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

کہ اے میرے رب میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانے میں) کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ۙ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ۙ

سو ہم نے ہوا کو اُن کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ (جانا) چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کا تابع کر دیا یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی

وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ

اور غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ (کسی کو) دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں۔ اور اُن کیلئے

عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ع

ہمارے یہاں قرب اور نیک انجامی ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا | لِدَاوٗدَ داؤد کو | سُلَيْمٰنَ سلیمان | نِعْمَ الْعَبْدُ بہت اچھا بندہ | اِنَّهٗ بیشک وہ | اَوَّابٌ رجوع کرنیوالا | اِذْ جب | عُرِضَ پیش کئے گئے |
| عَلَيْهِ اس پر۔سامنے | بِالْعَشِيِّ شام کے وقت | الصّٰفِنٰتُ اصیل گھوڑے | الْجِيَادُ عمدہ | فَقَالَ تو اس نے کہا | اِنِّيْ بیشک میں | اَحْبَبْتُ میں دوست رکھا | |
| حُبَّ الْخَيْرِ مال کی محبت | عَنْ سے | ذِكْرِ رَبِّيْ اپنے رب کی یاد | حَتّٰى یہاں تک کہ | تَوَارَتْ چھپ گیا | بِالْحِجَابِ پردہ میں | رُدُّوْهَا پھیر لاؤ انہیں | |
| عَلَيَّ میرے سامنے | فَطَفِقَ پھر شروع کیا | مَسْحًا ہاتھ پھیرنا صاف کرنا | بِالسُّوْقِ پنڈلیوں پر | وَالْاَعْنَاقِ اور گردنوں | وَلَقَدْ اور البتہ | | |
| فَتَنَّا ہم نے آزمائش کی | سُلَيْمٰنَ سلیمان | وَاَلْقَيْنَا اور ہم نے ڈالا | عَلٰى كُرْسِيِّهٖ اس کے تخت پر | جَسَدًا ایک دھڑ | ثُمَّ اَنَابَ پھر اس نے رجوع کیا | | |
| قَالَ اس نے کہا | رَبِّ اے میرے رب | اغْفِرْ لِيْ مجھے بخش دے تو | وَهَبْ لِيْ اور عطا فرمادے مجھے | مُلْكًا ایسی سلطنت | لَا يَنْبَغِيْ نہ سزاوار ہو | | |
| لِاَحَدٍ کسی کو | مِّنْ بَعْدِيْ میرے بعد | اِنَّكَ بیشک تو | اَنْتَ تو | الْوَهَّابُ عطا فرمانے والا | فَسَخَّرْنَا پھر ہم نے مسخر کردیا | لَهٗ اس کیلئے | الرِّيْحَ ہوا |
| تَجْرِيْ وہ چلتی تھی | بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے | رُخَآءً نرمی سے | حَيْثُ جہاں | اَصَابَ وہ پہنچنا چاہتا | وَالشَّيٰطِيْنَ اور دیو (جنات) | كُلَّ تمام | |
| بَنَّآءٍ عمارت بنانے والا | وَ اور | غَوَّاصٍ غوطہ مارنے والا | وَاٰخَرِيْنَ اور دوسرے | مُقَرَّنِيْنَ جکڑے ہوئے | فِي الْاَصْفَادِ زنجیروں میں | هٰذَا یہ | |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| عَطَآؤُنَا ہمارا عطیہ | فَامْنُنْ اب تو احسان کر | اَوْ یا | اَمْسِكْ روک رکھ | بِغَيْرِ حِسَابٍ حساب کے بغیر | وَاِنَّ لَهٗ اور بیشک اس کیلئے | عِنْدَنَا ہمارے پاس |
| لَزُلْفٰى البتہ قرب | وَحُسْنَ اور اچھا | مَاٰبٍ ٹھکانا | | | | |

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا۔ اب حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر اور آپ کے بعض واقعات ان آیات میں بیان فرمائے جاتے ہیں۔ ان آیات میں جو قرآن کریم کے مشکل ترین مقامات میں سے ایک ہے اس لئے اس کے ترجمہ اور تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے چونکہ یہاں اس مختصر درس میں علمی بحث اور مختلف تفاسیر اور ہر ایک کے دلائل بیان کرنا نہ مقصود ہے نہ اس کی گنجائش اس لئے ان آیات کا جو ترجمہ اور تشریح حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بیان کی ہے وہی اس درس میں اختیار کی گئی ہے۔

یہاں ان آیات میں پہلے بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام فرزند عنایت فرمایا جو انہی کی طرح نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کی دو صفات بیان فرمائی گئیں۔ ایک نعم العبد فرمایا بہت اچھے بندے تھے۔ دوسری صفت فرمائی انه اواب یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے۔ اللہ کے سچے پرستار اور موحد تھے نہ کہ معاذ اللہ جیسا کہ بائبل اور اسرائیلی نوشتوں میں آپ کو ظاہر کیا گیا ہے۔ یہود میں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے مخالف رہے انہوں نے تو آپ پر گھناؤنے الزامات و اتہامات لگائے ہیں جو آج بھی یہود کی کتابوں میں موجود ہیں۔ یہود کے اسی ناپاک پروپیگنڈے کا اثر ہے کہ بائبل حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبی کے بجائے محض ایک بادشاہ کی حیثیت سے پیش کرتی ہے یہود و نصاریٰ نے آپ کو دل کھول کر بدنام کیا ہے اور ہر طرح کی بدعقیدگی و برگشتگی وغیرہ کے الزامات آپ پر تھوپ دیئے ہیں۔ معاذ اللہ قرآن کریم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مقبولیت و برگزیدگی کی بار بار تصریح کی ہے۔ چنانچہ علاوہ دوسرے مقامات کے ان آیات میں شروع میں فرمایا نعم العبد انه اواب وہ بہت اچھے بندے تھے اور بہت اللہ کی طرف رجوع ہونے والے تھے۔ اور آخر میں فرمایا وان له عندنا لزلفیٰ و حسن مآب اور یقیناً ان کے لئے ہمارے ہاں خاص قرب اور نیک انجامی ہے۔ آگے ایک واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ قصہ بھی قابل ذکر ہے کہ نہایت اصیل، شائستہ اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جو جہاد کے لئے پرورش کئے گئے تھے وہ آپ کے سامنے پیش ہوئے ان کا معائنہ کرتے ہوئے دیر لگ گئی۔ حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا اور اس وقت کا کچھ معمول از قسم نماز یا وظیفہ وغیرہ فوت ہو گیا اور بوجہ ہیبت و جلالت کے کسی خادم وغیرہ کی جرات نہ ہوئی کہ مطلع و متنبہ کرے۔ پھر جب خود ہی متنبہ ہوا تو فرمانے لگے کہ افسوس میں اس مال کی محبت میں لگ کر اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا حتیٰ کہ غروب آفتاب تک میں اپنا وظیفہ نہ ادا کر سکا۔ تو اگرچہ اس مال کی محبت میں بھی ایک پہلو عبادت اور خدا کی یاد کا تھا مگر خواص اور مقربین کو یہ فکر بھی رہتی ہے کہ جس عبادت کا جو وقت مقرر ہے اس میں تخلف نہ ہو اور ہوتا ہے تو صدمہ اور قلق سے بے چین ہو جاتے ہیں گو عذر ہی سے ہو۔ غزوۂ خندق یعنی جنگ احزاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی نمازیں قضا ہو گئیں۔ باوجودیکہ آپ عین جہاد میں مشغول تھے اور کسی قسم کا گناہ آپ پر نہ تھا۔ لیکن جن کفار کے سبب سے ایسا پیش آیا آپ ان کے حق میں ملأ الله بيوتهم و قبورهم ناراً وغیرہ الفاظ سے بددعا فرما رہے تھے تو حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ایک موقوت عبادت کے فوت ہو جانے سے بیتاب ہو گئے۔

حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لاؤ جو یادالٰہی کے فوت ہونے کا سبب بنے ہیں۔ جب لائے گئے تو شدت غیرت اور غلبہ حب الٰہی میں تلوار لے کر ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنی شروع کر دیں تا کہ سبب غفلت کو اپنے سے اس طرح علیحدہ کریں کہ وہ فی الجملہ کفارہ اس غفلت کا ہو جائے۔ شاید اس وقت کی شریعت میں قربانی گھوڑے کی جائز ہوگی اور آپ کے پاس گھوڑے وغیرہ اس کثرت سے ہوں گے کہ چند گھوڑوں کے قربان کر لینے سے مقصد جہاد میں کوئی خلل نہ پڑتا ہوگا تو ایک واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان آیات میں یہ بیان ہوا جس سے ظاہر ہوا کہ اتنے مالِ کثیر کی کچھ پروانہ کی بوجہ غایت ثبات فی الدین کے۔

اس واقعہ سے ایک تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کسی وقت اللہ کی یاد سے غفلت ہو جائے تو نفس کو سزا دینے کے لئے اسے کسی فعل مباح سے محروم کر دینا جائز ہے (معارف القرآن) اور حضرات صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اسے "غیرت" کہا جاتا ہے (بیان القرآن) اور اس کا جواز بلکہ استحباب معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوجہمؓ نے ایک شامی چادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جس پر کچھ نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ آپ نے اس چادر میں نماز پڑھی اور واپس آ کر حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ یہ چادر ابوجہمؓ کو واپس کر دو کیونکہ نماز میں میری نگاہ اس کے نقش و نگار پر پڑ گئی تو قریب تھا کہ یہ نقش و نگار مجھے فتنہ میں ڈال دیں (معارف القرآن) اسی طرح حضرت ابوطلحہؓ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھتے ہوئے ایک پرندہ کو دیکھنے میں مشغول ہو گئے جس سے نماز کی طرف سے دھیان کچھ ہٹ گیا تو آپ نے وہ پورا باغ صدقہ کر دیا۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ موقوت عبادت کے وقت میں کسی دوسری عبادت میں بھی وقت صرف نہ کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ جہاد کے گھوڑوں کا معائنہ خود ایک عبادت تھی لیکن چونکہ وہ وقت اس عبادت کے بجائے نماز یا کسی وظیفہ کا وقت تھا اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو ذبح کر ڈالا جن کی وجہ سے یادالٰہی میں خلل واقع ہوا تھا۔ اور آپ نے اپنے بلند منصب کے پیش نظر اس کا تدارک فرمایا۔ شریعت اسلامیہ میں بھی فقہا نے لکھا ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد جس طرح خرید و فروخت میں مشغولیت جائز نہیں اسی طرح نماز جمعہ کی تیاری کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہونا بھی جائز نہیں خواہ وہ تلاوت قرآن یا نفل پڑھنے کی عبادت ہی کیوں نہ ہو۔ (معارف القرآن جلد ۷)

دوسرا واقعہ یہاں ان آیات میں یہ بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالٰی نے سلیمان علیہ السلام کو ایک اور طرح سے بھی امتحان میں ڈالا کہ آپ کے تخت پر ایک دھڑ لا ڈالا۔ یہاں آیت میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو یہ آزمائش پیش آئی تو وہ کیا تھی؟ صرف اس قدر اشارہ ہے کہ ان کی کرسی یا تخت پر ایک جسد یعنی جسم یا دھڑ لا ڈالا گیا۔ حدیث میں روایت ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے امرائے لشکر پر ان کی کسی کوتاہی جہاد پر خفا ہوئے اور جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ایک صحیح حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا کہ آج کی رات میں اپنی ستر بیبیوں کے پاس جاؤں گا تا کہ ان میں سے ہر ایک بیوی ایک شہ زور لڑکا جنے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے لیکن یہ خیال ظاہر کرتے وقت آپ انشاء اللہ کہنا بھول گئے اور اس جملہ کو ادا نہ کیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی بیوی بھی حاملہ نہ ہوئی۔ البتہ ایک بیوی کے ناقص مردہ بچہ پیدا ہوا جس کا ایک پہلو ندارد تھا۔ اس کے بعد نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو ہر ایک حرم کے بطن سے مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہوتا۔ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی ناقص الخلقت بچہ کو دایہ نے آپ کے سامنے تخت پر لا رکھا کہ یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ اسی کی نسبت آیت میں کہا گیا کہ ہم نے ان کے تخت پر ایک دھڑ لا ڈالا۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو تنبہ ہوا اور خدا کی طرف رجوع کیا اور ترک انشاء اللہ سے توبہ کی اور اس وقت آپ کے دل میں خیال آیا کہ یہ دو لغزشیں مجھ سے جو جہاد کے متعلق ہوئیں۔ ایک سواریوں کے سامان جمع کرنے میں دوسری سواروں کو مہیا کرنے میں تو گذشتہ لغزشوں سے توبہ کر کے ایسی دعا کرنی چاہئے کہ اس معتاد سامان کی ضرورت ہی نہ پڑے اس لئے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی کہ اے میرے رب میرا پچھلا قصور معاف فرما دیجئے اور آئندہ کے لئے مجھ کو ایسی سلطنت دیجئے کہ میرے سوا میرے زمانہ میں کسی کو میسر نہ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خطا بھی معاف کر دی اور آپ کی دعا بھی لاثانی سلطنت ملنے کی قبول فرمائی۔ چنانچہ ہوا کو آپ کے تابع حکم کر دیا گیا کہ وہ آپ کے حکم سے جہاں جانا چاہتے چلتی اس سے گھوڑوں سے استغناء ہو گیا اور جنات کو بھی آپ کا تابع کر دیا کہ جو آپ کے حکم سے بڑی بڑی عمارتیں بناتے اور موتی وغیرہ نکالنے کے لئے سمندروں میں غوطہ لگاتے اور بہت سے جنات جو خدمت میں کوتاہی یا گریز کرتے تو ان کو سرکشی اور شرارت کی وجہ سے زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا جاتا تھا پس ان جنات کے تابع کر دینے سے آدمیوں اور سواروں سے استغناء ہو گیا اور پھر یہ تمام سامان عطا کر کے حق تعالیٰ نے ایک عظیم الشان احسان یہ فرمایا کہ اس نے انتہا دولت و ثروت کے صرف و خرچ اور داد و دہش پر کوئی حساب کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔ مگر لکھا ہے کہ ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام اس دولت اور حکومت کو مخلوق خدا کی خدمت کے لئے امانت الٰہی سمجھ کر ایک حبہ بھی اپنی ذات پر صرف نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔ آخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ علاوہ اس سامان کے جو دنیا میں ان کو عطا ہوا اُن کیلئے ہمارے یہاں خاص قرب اور اعلیٰ درجہ کی نیک انجامی ہے جس کا ثمرہ آخرت میں ظاہر ہوگا۔

الغرض حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ قصہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کے سلسلہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ کے بعد سنایا گیا۔ اب آگے حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنے نیک اور تابعدار بندوں میں شامل فرمائیں اور ہر معاملہ میں ہم کو اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ جو کچھ اس دنیا میں ہمیں مال و دولت آپ نے عطا فرمایا ہے اس کو اپنے راستہ میں لگانے اور اپنی مرضیات کے حاصل ہونے میں معین و مددگار بنا دیجئے۔ یا اللہ ہمارے دلوں کو دنیوی مال و دولت کے پیچھے اپنی یاد سے غافل نہ ہونے دیجئے اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرمائیے اور ہم سب کو انجام کی خیر و خوبی اور کامیابی اور کامرانی نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ

اور آپ ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے۔ اپنا پاؤں مارو

هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى

یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی (دیئے) اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کیلئے

الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۗ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

یادگار رہنے کے سبب سے اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو اور اس سے مارلو اور قسم نہ توڑو بے شک ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہوتے تھے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاذْكُرْ اور آپ یاد کریں | عَبْدَنَا ہمارا بندہ | اَيُّوْبَ ایوب | اِذْ نَادٰى جب اس نے پکارا | رَبَّهٗ اپنا رب | اَنِّىْ بیشک میں | مَسَّنِىَ مجھے پہنچایا | الشَّيْطٰنُ شیطان | |
| بِنُصْبٍ ایذا | وَّعَذَابٍ اور دکھ | اُرْكُضْ (زمین پر) | مار | بِرِجْلِكَ اپنا پاؤں | هٰذَا یہ | مُغْتَسَلٌ غسل کیلئے | بَارِدٌ ٹھنڈا | وَّشَرَابٌ اور پینے کیلئے |
| وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا | لَهٗ اس کو | اَهْلَهٗ اسکے اہل خانہ | وَمِثْلَهُمْ اور ان جیسے | مَّعَهُمْ ان کیساتھ | رَحْمَةً ایک رحمت | مِّنَّا ہماری (طرف) سے | | |
| وَذِكْرٰى اور نصیحت | لِاُولِى الْاَلْبَابِ عقل والوں کیلئے | وَخُذْ اور تو لے | بِيَدِكَ اپنے ہاتھ میں | ضِغْثًا جھاڑو | فَاضْرِبْ بِّهٖ اس سے مار اس کو | | | |
| وَلَا تَحْنَثْ اور قسم نہ توڑ | اِنَّا بیشک ہم | وَجَدْنٰهُ ہم نے اسے پایا | صَابِرًا صابر | نِعْمَ الْعَبْدُ اچھا بندہ | اِنَّهٗ بیشک وہ | اَوَّابٌ (اللہ کی طرف) رجوع کرنیوالا | | |

تفسیر و تشریح: حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد اب حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا جاتا ہے۔ اس سے پہلے حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں تین جگہ آچکا ہے۔ ایک سورۂ نسآء میں دوسرے سورۂ انعام میں۔ اور ان دونوں جگہ فقط انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں نام مذکور ہے۔ تیسرے سورۂ انبیآء میں اور چوتھے یہاں ان آیات میں جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر آزمائش اور امتحان کا ایک سخت وقت آیا اور بلایا و مصائب نے آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا مگر آپ نہایت صابر و شاکر رہے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا اور مصائب کے بادل سب دور ہو گئے اور حق تعالیٰ کے فضل و عطا نے دوبارہ ہر طرح مالا مال کر دیا۔ یہ تو ہے آپ کے واقعہ کا اجمال جس کی کچھ تفصیل سترہویں پارہ سورۂ انبیاء میں بیان ہو چکی ہے۔ باقی آپ کی شخصیت اور زمانہ کے متعلق تو اس میں مورخین کے مختلف اقوال ہیں اور علماء یہود و نصاریٰ کے درمیان تو سخت اختلاف ہے حتیٰ کہ ان میں سے تو بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ فرضی نام ہے اور ایوب کسی شخصیت کا نام نہیں ہے ہمارے علمائے محققین کا کہنا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام عرب ہیں اور آپ کا زمانہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درمیانی عہد ہے۔ یعنی تقریباً ۱۵۰۰ ق م اور ۱۳۰۰ ق م کے درمیان۔

موقع کے مناسبت سے جو تفصیل حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعات کی سترہویں پارہ سورۂ انبیاء کی آیات کی تفسیر و تشریح کے سلسلہ میں ذکر کی گئی ہے اس کا کچھ حصہ یہاں دہرایا جاتا ہے جو پہلے ملاحظہ کر لیا جائے۔

''بندگان خدا میں سے جس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ جس قدر تقرب حاصل ہوتا ہے اسی نسبت سے وہ بلایا اور مصائب کی بھٹی میں تپایا جاتا ہے اور جب وہ ان کے پیش آنے پر صبر و استقامت سے کام لیتا ہے تو وہی مصائب اس کے درجات تقرب کی رفعت اور بلندی کے سبب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ

ایک حدیث میں یہ مضمون اس طرح آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مصائب میں سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد صلحا کا اور پھر حسب مراتب و درجات ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ انسان اپنے دین کے درجات کے مناسب آزمایا جاتا ہے پس اگر اس کے دین میں پختگی اور مضبوطی ہے تو وہ مصیبت کی آزمائش میں بھی دوسروں سے زیادہ ہوگا۔ وجاہت و عزت دولت و ثروت خوشحالی اور رفاہیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور احسان شناسی اتنی مشکل نہیں جتنا مصیبت و بلا رنج و غم عسرت و تنگ حالی میں رضا بقضاء رہ کر صبر و استقامت پر قائم رہنا کٹھن ہے اس لئے جب کوئی خدا کا نیک بندہ شدت و سختی میں صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور صبر و شکر کا مسلسل مظاہرہ کرتا رہتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی جوش میں آجاتی ہے اور اس پر فضل و کرم کی بارش ہونے لگتی ہے اور وہ غیر متوقع طور پر افضال و اکرام سے نوازا جاتا ہے اور دین و دنیا دونوں کی کامرانی کا حق دار بن جاتا ہے چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام کی مثال اس کے لئے ایک روشن شہادت ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا سلسلہ نسب اکثر مورخین کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل جاتا ہے اور آپکا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسحٰق و یعقوب علیہما السلام کے زمانہ کے درمیان ہونا بتلایا گیا ہے مختصراً صحیح روایات کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے دنیا میں ہر طرح آسودہ اور خوشحال رکھا تھا۔ مویشی باغات' کھیتیاں' کوٹھیاں' زمینیں' لونڈی غلام' اور اولاد صالح وغیرہ سب کچھ مرضی کے موافق عطا کئے تھے حضرت ایوب علیہ السلام بڑے شکر گزار اللہ کے نبی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا۔ بحکم الٰہی چند ہی روز میں تمام اولاد مرگئی۔ کوئی ڈوبا' کوئی مکان کے نیچے دب گیا کوئی کسی مرض سے ختم ہوگیا۔ تمام جانور گھوڑے اونٹ گائے بھینس بکریاں وغیرہ سب مر گئے کھیتیاں اور باغات جل گئے اور اجڑ گئے مکانات گر پڑے تمام سونا چاندی تلف ہوگیا لیکن حضرت ایوب علیہ السلام برابر صبر کے ساتھ شکر کرتے رہے۔ مصائب کا اس پر بھی خاتمہ نہ ہوا خود بیمار پڑ گئے اور سخت جسمانی اذیت اور تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔ شہر کے باہر ایک جھونپڑی میں جا کر پڑ گئے۔ لیکن صبر و شکر سے کسی وقت اور کسی حال میں غافل نہ رہے۔ آپ کے ساتھ آپ کی غمگسار صرف ایک بیوی رہ گئیں جو آپ کی ہر طرح کی خدمت کرتیں اور محنت و کام کاج کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتیں۔ مدتوں تک آپ ان بلایا اور مصائب میں گرفتار رہے۔ ایک قول میں ہے کہ آپ ۱۸ برس مصائب میں مبتلا رہے۔ ایک روایت میں تیرہ سال اور ایک میں سات سال آپ کے مصائب کا زمانہ رہا۔ لکھا ہے کہ جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی۔ اہل و عیال مر گئے۔ مال فنا ہوگیا۔ کوئی چیز ہاتھ میں باقی نہ رہی تو آپ ذکر خدا میں اور بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے۔ مال دیا' اولاد دی۔ اس وقت میرا دل بہت مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو فارغ کر دیا اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا۔ آپ کی دعاؤں میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ خدایا تو نے جب مجھے تونگر اور اولاد اور اہل و عیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور و تکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم و ستم کیا۔ میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم و گرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادت اور بندگی میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو آرام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ تیری رضامندی کی طلب میں اپنے راحت و آرام کو ترک کر دیا کرتا تھا۔ غرض کہ مدتوں آپ بلاؤں کی آزمائش میں مبتلا رہے۔ جب تکلیف و اذیت اور دشمنوں کے

طعن و تشنیع حد سے گزر گئے بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ یقیناً ایوبؑ نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے جس کی سزا ایسی ہی سخت ہو سکتی تھی تو آپ بہت بے چین اور مضطرب ہوئے اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں سربسجود ہو کر دعا گو ہوئے اور مصائب کے دور ہونے کی دعا کی رب کو اس طرح پکارنا تھا کہ دریائے رحمت امڈ پڑا۔ خدائے ذوالجلال والاکرام نے پھر پہلا سا مال ومنال دے دیا۔ نئی اولاد بھی پہلے سے زائد ہوگئی۔ زمین سے چشمہ نکلا اسی سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہو گئے۔ آن کی آن میں سارا مرض جاتا رہا اور سب طرح درست ہو گئے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت ایوبؑ ایک مرتبہ غسل کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں۔ ایوب علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو مٹھی بھر کر کپڑے میں رکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو پکارا ایوب! کیا ہم نے تم کو دھن دولت دے کر غنی نہیں بنا دیا؟ پھر یہ کیا؟ ایوب علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار یہ صحیح اور درست ہے مگر تیری نعمتوں اور برکتوں سے کب کوئی بے پروا ہو سکتا ہے۔''

الغرض یہاں اس سورت میں ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے بندہ ایوب کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ شیطان نے مجھ کو رنج و آزار پہنچایا ہے اور یہ رنج و آزار حسب قول بعض مفسرین وہ ہے جو امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک بار شیطان بہ شکل طبیب کے ایوب علیہ السلام کی بی بی کو راستہ میں ملا۔ انہوں نے اس کو طبیب سمجھ کر حضرت ایوب علیہ السلام کے علاج کی جن کے جسم کو کوئی سخت بیماری لگ گئی تھی درخواست کی۔ اس نے کہا کہ اس شرط سے علاج کرنے کو تیار ہوں کہ اگر ان کو شفا ہو جائے تو یوں کہہ دینا کہ تو نے ان کو شفا دی۔ میں اور کچھ نذرانہ نہیں چاہتا۔ آپ کی بی بی نے آ کر آپ سے ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ تو شیطان تھا اور آپ کو اس سے سخت رنج پہنچا کہ میری بیماری کی بدولت شیطان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ خاص میری بیوی سے ایسے کلمات کہلوانا چاہتا ہے جو ظاہراً موجب شرک ہیں۔ اس پر آپ نے کہا کہ میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو شفا دے دے تو میں تم کو ۱۰۰ قمچیاں ماروں گا تو ازالۂ مرض کے لئے آپ پہلے بھی دعا کیا کرتے تھے جیسا کہ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں آیا ہے انی مسنی الضروانت ارحم الراحمین. یعنی میں دکھ میں پڑ گیا ہوں اور خدایا تجھ سے بڑھ کر رحم کرنے والا کوئی نہیں۔ مگر اس واقعہ کے بعد اور زیادہ ابتہال اور تضرع سے دعا کی کہ کمبخت شیطان نے مجھے اس واقعہ سے رنج و آزار پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور حکم دیا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی تو وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا حکم ہوا کہ اسی چشمہ کے پانی سے غسل کرو اور اسی کو پیو۔ چنانچہ آپ نہائے اور پانی پیا اور بالکل اچھے تندرست ہو گئے اور آپ کے گھرانے کے لوگ جو چھت کے نیچے دب کر مر گئے تھے یا آپ سے غائب ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ان سے دگنے عطا کر دیئے اس طرح کہ یا تو وہ آپ کے پاس آ گئے اور یا اتنے ہی اور پیدا ہو گئے۔ یہاں ان آیات میں اور سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں دونوں جگہ حضرت ایوب علیہ السلام کو انتہائی آزمائش و امتحان کے بعد تندرستی اولاد و اموال دوبارہ عطا کرنے میں حق تعالیٰ نے دو وجوہات بیان فرمائیں ایک وجہ تو یہ کہ اپنی رحمت خاصہ فرمائی یعنی حضرت ایوب علیہ السلام نے رحم کی درخواست کی اور ان کی حالت قابل رحم ہوگئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی طرف سے رحمت نازل فرمائی۔ اور دوسری وجہ یہ فرمائی کہ اہل عقل کے لئے یہ ایک یادگار رہے گی یعنی اہل عقل یاد

رکھیں کہ اللہ تعالیٰ صابروں کو کیسی جزا دیتے ہیں اور جو بندہ مصائب میں مبتلا ہو کر صبر کرتا ہے اور خدائے واحد کی طرف رجوع کرتا ہے تو حق تعالیٰ کس طرح اس کی وکالت و کفالت فرماتے ہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ صحت وعافیت کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام نے جو بیماری کی حالت میں قسم کھائی تھی کہ تندرست ہو گئے تو بیوی کے ۱۰۰ قمچیاں ماریں گے کیونکہ شیطان نے بیوی سے شرک کے کلمات کہلوانے چاہے تھے تو اب حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی قسم پورا کرنے کا ارادہ کیا مگر چونکہ ان بی بی نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور مصائب کے زمانہ میں بڑی وفاداری اور غمخواری کے ساتھ خدمت کی تھی اور وہ چنداں قصوروار بھی نہ تھیں اس لئے حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان نیک بی بی کی نیکی اور شوہر کے ساتھ وفاداری کے صلہ میں قسم سچا کرنے کا ایک حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کو تلقین فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ایوب تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو جس میں ۱۰۰ سینکیں ہوں۔ اس سے اپنی بی بی کو ایک مرتبہ مارلو قسم پوری ہو جائے گی چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس موقع پر حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اس طرح قسم پورا ہو جانا یہ مخصوص تھا ایوب علیہ السلام کے ساتھ اور اس قصہ سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ احکام میں ہر جگہ حیلہ جائز ہے۔ اس میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس حیلہ سے کسی حکمت شرعیہ وغرض شرعی کا ابطال مقصود ہو وہ حرام ہے۔ جیسے اسقاط زکوٰۃ کے حیلے لوگوں نے نکالے ہیں کہ جب مال پر سال گزرنے کا وقت آیا تو اس کو کسی اور کی ملک میں دے دیا اور پھر بعد میں اپنی ملک میں لے لیا گویا اس طرح نہ پورا سال مال کا مالک رہا نہ زکوٰۃ فرض ہوئی تو ایسا حیلہ جس سے حکم شرعی اور مقصد دینی کا ابطال ہو جائز نہیں اور جس میں یہ نہ ہو بلکہ کسی امر مطلوب شرعی کی تحصیل مقصود ہو وہ جائز ہے یعنی جو حیلہ حکم شرعی کو باطل نہ کرے بلکہ کسی نیکی کا ذریعہ بنتا ہو اس کی اجازت ہے۔ آیات کے اخیر میں پھر حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا صابر اور اچھا بندہ پایا کہ جو خدا کی طرف رجوع ہوتے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے اس قرآنی واقعہ سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ کسی حالت میں بھی خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اس لئے کہ مایوسی اور ناامیدی کفر کا شیوہ ہے۔ عیش وراحت میں تواضع اور شکر اور رنج ومصیبت میں ضبط وصبر دو ایسی بیش بہا نعمتیں ہیں کہ جس کو یہ نصیب ہو جائیں وہ دین ودنیا میں کبھی ناکام نہیں رہ سکتا اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہر حال میں اس کی رفیق رہتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مصیبت اور بلا محض گناہوں کی پاداش ہی میں وجود پذیر نہیں ہوتی بلکہ کبھی آزمائش اور امتحان بھی بن کر آتی ہے اور انبیاء وصالحین ومتقین و صابرین وشاکرین کے لئے تو اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت ہوا کرتی ہے۔ اس لئے ہر کسی کو ابتلا میں دیکھ کر یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اللہ کے یہاں مبغوض ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا رب انی مسنی الضروانت ارحم الراحمین. جو سورۂ انبیاء میں آئی ہے اس کے متعلق حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب ''اعمال قرآنی'' میں لکھا ہے کہ یہ دعا بلا اور مصیبت کے وقت پڑھے تو انشاء اللہ نجات ہوگی۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کی طرف سے جو دکھ اور رنج پہنچتا تھا اس پر صبر کی تلقین فرمائی گئی تھی اور اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت اور تسلی کے لئے تیسرا قصہ حضرت ایوب علیہ السلام کا سنایا گیا اس کے بعد آگے حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاقؑ حضرت یعقوبؑ حضرت اسماعیلؑ حضرت یسع اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کا اجمالاً ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۝۴۵ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ

اور ہمارے بندوں ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا کہ وہ

ذِكْرَى الدَّارِ ۝۴۶ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝۴۷ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ

یاد آخرت کی ہے اور وہ ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے تھے اور اسمٰعیلؑ اور یسعؑ اور ذاالکفلؑ کو بھی یاد کیجئے

وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝۴۸ هٰذَا ذِكْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝۴۹ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ

اور یہ سب بھی سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں ایک نصیحت کا مضمون تو یہ ہو چکا اور پرہیزگاروں کیلئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانہ ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات

الْاَبْوَابُ ۝۵۰ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝۵۱ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

جن کے دروازے اُن کے واسطے کھلے ہوں گے وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور وہاں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہوں گی

اَتْرَابٌ ۝۵۲ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۵۳ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝۵۴

(اے مسلمانو) یہ وہ (نعمت) ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے بے شک یہ ہماری عطا ہے اس کا کہیں ختم ہی نہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاذْكُرْ اور یاد کریں | عِبٰدَنَا ہمارا بندوں | اِبْرٰهِيْمَ ابراہیمؑ | وَ اور | اِسْحٰقَ اسحٰقؑ | وَيَعْقُوْبَ اور یعقوبؑ | اُولِي الْاَيْدِيْ ہاتھوں والے | |
| وَالْاَبْصَارِ اور آنکھوں والے | اِنَّا بیشک ہم | اَخْلَصْنٰهُمْ ہم نے انہیں ممتاز کیا | بِخَالِصَةٍ خاص صفت | ذِكْرَى یاد | الدَّارِ گھر (آخرت کا) | وَ اور | |
| اِنَّهُمْ بیشک وہ | عِنْدَنَا ہمارے نزدیک | لَمِنَ البتہ ـ سے | الْمُصْطَفَيْنَ چنے ہوئے | الْاَخْيَارِ سب سے اچھا | وَاذْكُرْ اور یاد کریں | اِسْمٰعِيْلَ اسمٰعیلؑ | |
| وَ اور | الْيَسَعَ یسعؑ | وَذَا الْكِفْلِ اور ذوالکفلؑ | وَكُلٌّ اور یہ تمام | مِنَ سے | الْاَخْيَارِ سب سے اچھے لوگ | هٰذَا ذِكْرٌ یہ ایک نصیحت | وَاِنَّ اور بیشک |
| لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے | لَحُسْنَ البتہ اچھا | مَاٰبٍ ٹھکانا | جَنّٰتِ باغات | عَدْنٍ ہمیشہ رہنے کے | مُفَتَّحَةً کھلے ہوئے | لَهُمُ ان کیلئے | |
| الْاَبْوَابُ دروازے | مُتَّكِـِٕيْنَ تکیہ لگائے ہوئے وہ | فِيْهَا ان میں | يَدْعُوْنَ منگوائیں گے | فِيْهَا ان میں | بِفَاكِهَةٍ میوے | كَثِيْرَةٍ بہت سے | |
| وَشَرَابٍ اور شراب (مشروبات) | وَعِنْدَهُمْ اور ان کے پاس | قٰصِرٰتُ نیچے رکھنے والیاں | الطَّرْفِ نگاہ | اَتْرَابٌ ہم عمر | هٰذَا یہ | مَا جو۔جس | |
| تُوْعَدُوْنَ وعدہ کیا جاتا ہے تم سے | لِيَوْمِ الْحِسَابِ روزِ حساب کیلئے | اِنَّ بیشک | هٰذَا یہ | لَرِزْقُنَا یقیناً ہمارا رزق | مَا لَهٗ اس کیلئے۔ اسکو نہیں | مِنْ نَّفَادٍ ختم ہونا | |

**تفسیر وتشریح:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کی طرف سے جو قولی اور فعلی ایذائیں اور دکھ و رنج پہنچتا تھا اس پر گذشتہ میں صبر کرنے کی تلقین فرمائی گئی تھی اور اسی سلسلہ میں آپ کی تقویت وتسلی کے لئے پہلے انبیاء میں سے حضرت داؤد۔ حضرت سلیمان اور حضرت ایوب علیہ السلام کے بعض واقعات وحالات سنائے گئے تھے۔ گذشتہ درس میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا کہ آپ نے بھی طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں اور مصائب جھیلے لیکن ہر حال میں صبر وشکر سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے رہے اور سوائے اللہ کے کسی سے مدد طلب نہ کی۔

اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ گذشتہ پیغمبروں میں سے حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو یاد کیجئے۔ ان کے حالات و واقعات سے دل کو تسلی اور تقویت حاصل ہو گی کہ کس طرح ان سب نے مشکلات کے اندر پھنس کر صحیح علم وعمل سے کام لیا کہ ان کے اعمال بھی بہت بہتر تھے اور صحیح علم بھی رکھتے تھے ساتھ ہی عبادت خدا میں قوی تھے اور قدرت کی طرف سے ان کو بصیرت عطا فرمائی گئی تھی کہ دین میں سمجھ دار تھے۔ اطاعت خدا میں نہایت بلند درجہ استقامت رکھتے تھے۔ حق کو دیکھنے والے تھے اور ان کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت نہ تھی صرف آخرت ہی کا خیال ہر وقت بندھا رہتا تھا ہر عمل آخرت ہی کیلئے ہوتا تھا۔ دنیا کی محبت سے وہ الگ تھے اور آخرت کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے تھے وہ اعمال اختیار کرتے تھے جو جنت کا مستحق بنا دیں اور دوسروں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دیتے تھے انہیں اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بہترین بدلہ اور افضل مقامات عطا فرمائے گا۔ یہ سب اللہ کے مخلص اور خاص الخاص بندے تھے۔ یہاں ان آیات میں تینوں انبیائے کرام علیہم السلام کی خاص صفت ذکری الدار بیان کی گئی یعنی دار آخرت کی یاد۔ ظاہر ہے کہ انبیائے کرام میں یہ صفت سب سے زیادہ تام اور کامل ہوتی ہے اور یہ شاید اس لئے جتلایا گیا کہ اہل غفلت کے بھی کان کھلیں کہ جب حضرات انبیاء اس فکر سے خالی نہ تھے اور ان کی ساری سعی اور فکر آخرت کے لئے تھی تو ہم کس شمار میں ہیں۔ یہاں آخرت کے لئے صرف الدار یعنی گھر کا لفظ استعمال فرمایا گیا جس سے یہ حقیقت ذہن نشین کرانی مقصود ہے کہ دنیا سرے سے انسان کا گھر ہے ہی نہیں بلکہ یہ صرف ایک گزرگاہ یا مسافر خانہ ہے کہ جس سے آدمی کو بہر حال بعد چندے رخصت ہو جانا ہے۔ اصل اور دائمی گھر وہی آخرت کا گھر ہے جو شخص اس کو سنوارنے کی فکر کرتا ہے وہی صاحب بصیرت اور صاحب عقل وفہم ہے۔ رہا وہ شخص جو اس مسافر خانے میں اپنے عارضی اور چندروزہ قیام گاہ کی فکر میں اس طرح رہتا ہے کہ جس سے آخرت کا اصل گھر اس کے لئے ویران اور اجاڑ ہو جائے تو وہ عقل کا پورا اندھا ہے۔ اس کے بعد فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسماعیل علیہ السلام اور یسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے کہ یہ سب بھی ہمارے پسندیدہ اور خاص بندوں میں سے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تو مشہور و معروف نبی ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور جو ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں اور آپ کا ذکر متعدد بار گذشتہ سورتوں میں آ چکا ہے۔ حضرت یسع اور ذوالکفل علیہما السلام کے حالات پر قرآن کریم نے زیادہ روشنی نہیں ڈالی صرف انبیاء کی فہرست میں ان کے نام مذکور ہیں۔ حضرت یسع کا ذکر ایک تو سورۂ انعام ساتویں پارہ میں دوسرے انبیاء کرام کے ناموں کے ساتھ آیا ہے اور دوسری جگہ اسی سورۂ ص میں یہاں ان آیات میں ذکر فرمایا گیا۔ علماء نے کتب تواریخ سے یہ لکھا ہے کہ حضرت یسع حضرت الیاس علیہ السلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور ابتداء عمر میں آپ حضرت الیاس کی رفاقت میں رہتے تھے۔ حضرت الیاسؑ کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لئے حضرت یسع کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ نے حضرت الیاسؑ کے طریقہ پر بنی اسرائیل کی رہنمائی فرمائی۔ حضرت ذوالکفل کا ذکر بھی قرآن پاک میں دو سورتوں میں آیا ہے ایک سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں اور دوسرے اسی سورۂ ص میں اور دونوں جگہ سوائے نام کے ذکر کے اور کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی۔ اسی طرح احادیث میں بھی کوئی تفصیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں لہذا قرآن حدیث کی روشنی میں اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا کہ ذوالکفل علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی اور پیغمبر تھے اور کسی قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ امام طبری نے اپنی تاریخ طبری میں آپ کو حضرت ایوب علیہ السلام کا بیٹا بتایا ہے بہر حال حضرت ذوالکفل بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ الغرض حضرت اسماعیل حضرت یسع اور حضرت

ذوالکفل تینوں حضرات کے متعلق فرمایا کہ یہ اخیار یعنی نیکو کاروں اور اچھے لوگوں میں سے تھے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تو انبیاء کا ذکر تھا کہ جن کے واقعات و حالات ذکر کرنے سے نیک باتوں اور اچھی صفتوں کو اختیار کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ آگے ان کا حال سنو کہ جو نبیوں کی پیروی کر کے اللہ کے آگے جھکے اور اس کے عذاب سے ڈر کر دنیا میں بری باتوں سے بچتے رہے جن کو متقی اور پرہیز گار کہا جاتا ہے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کتنا پاک بدلہ اور اچھا ٹھکانا اور کیسی پیاری جگہ یعنی ہمیشگی کی جنت تیار کر رکھی ہے اور آگے کچھ جنت کے حالات بیان فرمائے جاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جس کے اندر اچھے اچھے مکانات اور محلات بنے ہوئے ہیں جن کے دروازے ان متقین کے لئے کھلے ہوئے ہوں گے اور وہ اپنے اپنے مکان پہچان کر بلا روک ٹوک اندر چلے جائیں گے۔

مسندوں پر تکیے لگے لگائے تیار ہوں گے ان پر آرام سے بیٹھ جائیں گے اور میوؤں اور کھانے پینے کی چیزوں کی جنت کے خادموں سے فرمائش کریں گے جو فوراً خدام باسلیقہ حاضر کر دیں گے اور ان کے پاس عفیفہ، پاک دامن، نیچی نگاہوں والی اور ان سے محبت رکھنے والی حوریں ہوں گی جن کی نگاہیں کبھی دوسرے کی طرف نہ اٹھیں اور ان کی ہم عمر یا سب ایک ہی عمر کی ہوں گی تو ان صفات والی جنت کا وعدہ اللہ سے ڈرتے رہنے والے ایمان دار بندوں سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن یہ اس کے وارث اور مالک ہوں گے اور اللہ کا یہ عطیہ کبھی ختم نہ ہونے والی لازوال نعمتیں ہوں گی۔ نہ ان میں کبھی کمی آئے گی نہ گھاٹا آئے گا اور نہ کبھی وہ ختم اور فنا ہوں گی۔ مولائے کریم اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی یہ لازوال نعمتیں آخرت میں عطا فرمائیں۔ آمین۔

اب یہ تو ذکر اہل ایمان اور اہل سعادت متقی پرہیز گاروں کا ہوا آگے ان کے مقابل اہل شقاوت کفار و مشرکین و منکرین کا حال بیان کیا گیا ہے کہ ان کا ٹھکانا کہاں ہوگا اور انہیں کن حالات سے سابقہ پڑے گا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آخرت کے ذکر و فکر کی توفیق عطا فرمائیں کہ ہم ہر حال میں دنیا سے آخرت کو مقدم رکھیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اپنے متقین بندوں میں شامل فرما دیں اور جس ٹھکانے کا متقین سے ان آیات میں وعدہ فرمایا گیا ہے وہ ٹھکانا ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے ہم سب کو سرفراز فرمائیں اور دنیا میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو آخرت میں ہم کو اللہ کے فضل سے جنت کی راحتیں نصیب ہوں۔

یا اللہ! آخرت سے غفلت کا مرض جو اب امت مسلمہ میں بھی گھس آیا ہے اس کو ہمارے دلوں سے دور فرما دیجئے اور آخرت کو سنوارنے کی فکر نصیب فرما دیجئے۔ یا اللہ ہم اس دنیا کو مسافر خانہ سمجھ کر یہاں اپنی زندگانی گزاریں اور جو آخرت ہمارا اصلی اور دائمی گھر ہے اس کو سنوارنے اور بنانے کی فکر میں لگے رہیں۔

یا اللہ! آخرت کو بگاڑ کر دنیا کے سنوارنے کی جو مذموم خصلت اب امت میں پھیل گئی ہے اس سے ہم کو محفوظ فرمایئے اور جو اس میں گرفتار ہیں ان کی بھی آنکھیں کھول دیجئے اور ہدایت نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ 25

یہ بات تو ہو چکی اور سرکشوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے یعنی دوزخ اس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت ہی بری جگہ ہے یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے سو یہ لوگ اس کو چکھیں

وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا

اور بھی اسی قسم کی طرح طرح کی چیزیں ہیں یہ ایک جماعت اور آئی جو تمہارے ساتھ گھس رہے ہیں ان پر خدا کی مار یہ بھی دوزخ ہی میں آ رہے ہیں

النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ

وہ کہیں گے بلکہ تمہارے ہی اوپر خدا کی مار (کیونکہ) تم ہی تو یہ (مصیبت) ہمارے آگے لائے سو (جہنم) بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے دعا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار جو شخص اس (مصیبت) کو

لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ ؕ

ہمارے آگے لایا ہو اس کو دوزخ میں دُونا عذاب دیجئے اور وہ لوگ کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو (دوزخ میں) نہیں دیکھتے جن کو ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع

کیا ہم نے اُن لوگوں کی ہنسی کر رکھی تھی یا ان (کے دیکھنے) سے نگاہیں چکرا رہی ہیں یہ بات یعنی دوزخیوں کا لڑنا جھگڑنا بالکل سچی بات ہے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| هٰذَا یہ | وَاِنَّ اور بیشک | لِلطّٰغِیْنَ سرکشوں کیلئے | لَشَرَّ البتہ بُرا | مَاٰبٍ ٹھکانا | جَهَنَّمَ جہنم | یَصْلَوْنَهَا وہ اس میں داخل ہونگے | فَبِئْسَ سو بُرا | |
| الْمِهَادُ بچھونا | هٰذَا یہ | فَلْیَذُوْقُوْهُ پس اس کو چکھو تم | حَمِیْمٌ کھولتا ہوا پانی | وَّغَسَّاقٌ اور پیپ | وَّاٰخَرُ اور اس کے علاوہ | مِنْ شَكْلِهٖ اس کی شکل کی | | |
| اَزْوَاجٌ کئی قسمیں | هٰذَا یہ | فَوْجٌ ایک جماعت | مُّقْتَحِمٌ گھس رہے ہیں | مَّعَكُمْ تمہارے ساتھ | لَا مَرْحَبًا نہ ہو کوئی فراخی | بِهِمْ انہیں | اِنَّهُمْ بیشک وہ | |
| صَالُوا النَّارِ داخل ہونے والے جہنم میں | قَالُوْا وہ کہیں گے | بَلْ اَنْتُمْ بلکہ تم | لَا مَرْحَبًا کوئی فراخی نہ ہو | بِكُمْ تمہیں | اَنْتُمْ بیشک تم | | | |
| قَدَّمْتُمُوْهُ تم ہی یہ آگے لائے | لَنَا ہمارے لئے | فَبِئْسَ سو بُرا | الْقَرَارُ ٹھکانا | قَالُوْا وہ کہیں گے | رَبَّنَا اے ہمارے رب | مَنْ قَدَّمَ جو آگے لایا | | |
| لَنَا ہمارے لئے | هٰذَا یہ | فَزِدْهُ تو زیادہ کردے | عَذَابًا عذاب | ضِعْفًا دو چند | فِی النَّارِ جہنم میں | وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے | مَا لَنَا کیا ہوا ہمیں | |
| لَا نَرٰی ہم نہیں دیکھتے | رِجَالًا وہ لوگ | كُنَّا نَعُدُّهُمْ ہم شمار کرتے تھے انہیں | مِنَ سے | الْاَشْرَارِ شریر بہت بُرے | اَتَّخَذْنٰهُمْ کیا ہم نے انہیں پکڑا تھا | | | |
| سِخْرِیًّا ٹھٹھے میں | اَمْ یا | زَاغَتْ کج ہوگئی ہیں | عَنْهُمُ ان سے | الْاَبْصَارُ آنکھیں | اِنَّ ذٰلِكَ بیشک یہ | لَحَقٌّ بالکل سچ | تَخَاصُمُ باہم جھگڑنا | اَهْلِ النَّارِ اہل دوزخ |

**تفسیر و تشریح:** گذشتہ آیات میں اہل ایمان متقی پرہیزگار اہل سعادت کا ذکر ہوا تھا کہ آخرت میں ان کا ٹھکانا جنت ہوگا جہاں ہر طرح کا عیش راحت آرام اور اللہ کی دی ہوئی لازوال اور ابدی نعمتیں میسر ہوں گی جو نہ کبھی کم ہوں گی نہ ختم ہوں گی۔ نہ فنا ہوں گی۔ اب ان اہل سعادت کے مقابلہ میں اہل شقاوت یعنی کفار و مشرکین وغیرہ کا حال بیان فرمایا جاتا ہے تا کہ ترغیب کے بعد ترہیب اور وعدہ کے بعد وعید مذکور ہو کر دارالجزاء کا بیان پورا ہو جائے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو خدا کا حکم نہیں مانتے سرکش اور نافرمان ہیں ان کا ٹھکانہ آخرت میں جہنم ہوگا جو بہت بری جگہ ہے آگے جہنم کا کچھ حال سنایا جاتا ہے کہ جب جہنمی اس میں داخل ہوں گے اور چاروں طرف سے آتش دوزخ انہیں گھیر لے گی تو گرمی کے مارے ان کا برا حال ہوگا۔ اوپر سے بھوک پیاس ستائے گی تو جیسا کہ دوسری آیات میں بتلایا گیا جہنمیوں کو کھانے کو زقوم ملے گا جسے کھا کر نہ نگلتے بنے گا نہ اگلتے بنے گا۔ پھر زقوم کھا کر پیاس

سے بے تاب ہوں گے تو حمیم اور غساق پینے کو دیا جائے گا۔حمیم کہتے ہیں گرم کھولتے ہوئے پانی کو جس کی حرارت اور گرمی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔غساق سے بعض نے کہا ہے کہ دوزخیوں کے زخموں کی پیپ اور ان کی آلائشیں مراد ہیں جس میں کہ سانپوں اور بچھوؤں کا زہر ملا ہوا ہوگا اور بعض کے نزدیک غساق حد سے زیادہ ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں جس کے پینے سے سخت اذیت ہو گویا ایک طرف آگ کا گرم عذاب دوسری جانب ٹھنڈ کا سرد عذاب غساق کے تیسرے معنیٰ انتہائی بدبودار متعفن چیز کے ہیں۔ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غساق کا ایک ڈول اس دنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دنیا اس کی سڑاند سے بدبودار ہو جائے۔الغرض جہنمیوں کو پیاس کی بے تابی میں حمیم پینے کو دیا جائے گا جو اتنا گرم ہوگا کہ لبوں تک پہنچنے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جائے گا کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جائیں گی اور نیچے کا ہونٹ سوج کر سینے اور ناف تک پہنچ گا اور حلق سے نیچے اترتے ہی پھیپھڑے معدہ اور انتڑیوں کو پھاڑ دے گا اور غساق دیا جائے گا جس کی بدبوگندگی اور سڑاہند کا حال حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایک ڈول غساق اگر اس دنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دنیا کو سڑا دے اور بدبودار کر دے تو جن کو یہ پینا پڑے گا ان پر کیا گزرے گی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے ہم سب کو عذاب جہنم سے بچاویں۔ آمین۔ اسکے بعد بتلایا گیا کہ جہنمیوں کا آپس میں جھگڑا اور تنازع ہوگا ایک دوسرے کو برا کہیں گے اور لعنت ملامت کرینگے اور آپس میں ایک دوسرے پر الزام رکھیں گے جس وقت فرشتے ان کو یکے بعد دیگرے لا لا کر دوزخ کے کنارے پر جمع کریں گے تو پہلا گروہ سرداروں اور بڑوں کا ہوگا۔مقلدین اور متبعین کی جماعت آئیگی۔

ایک جماعت جو جہنم میں جا چکے گی وہ دوسری جماعت کو جہنم کی طرف آتے ہوئے دیکھ کر کہے گی کہ لو دیکھو ایک اور فوج جہنم میں دھنسنے اور گرنے کے لئے چلی آ رہی ہے۔خدا کی مار ان پر۔یہ بھی کہیں آ کر مرنے کو تھے۔خدا کرے انہیں کہیں کشادہ جگہ نہ ملے۔ اس پر وہ جواب دیں گے کہ کم بختو! تم ہی پر خدا کی مار ہو۔خدا تم کو ہی کہیں آرام کی جگہ نہ دے۔تم ہی تھے جن کے بہکانے اور گمراہ کرنے کی بدولت آج ہم کو یہ مصیبت پیش آئی۔اب بتاؤ کہاں جائیں یہی جگہ ہم سب کے ٹھہرنے کی ہے۔جس طرح ہو یہاں ہی مرو کھپو۔اس طرح آپس میں لعن طعن کر کے پھر حق تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے پروردگار جو اپنی شقاوت سے یہ بلا اور مصیبت ہمارے سر پر لایا اس کو جہنم میں دوگنا عذاب دیجئے۔شاید سمجھیں گے کہ اس کا دگنا عذاب دیکھ کر اپنا دل ذرا ٹھنڈا ہو جائے گا مگر وہاں تسلی کا سامان کہاں۔ایک دوسرے کو کوسنا۔پھٹکارنا لعنت ملامت کرنا یہ بھی ایک مستقل عذاب ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے اس حالت سے ہم سب کو بچاویں۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان جہنمیوں کے لئے ایک اور بڑی یاس اور حسرت کی بات یہ ہوگی کہ وہ حیران ہو کر ہر طرف دیکھیں گے کہ اس جہنم میں ہم اور ہمارے پیشوا اور جان پہچان والے ادنیٰ اور اعلیٰ تو سب موجود ہیں لیکن کیا بات ہے کہ ہمیں وہ لوگ اس دوزخ میں نظر نہیں آتے جنہیں ہم دنیا میں بُرا سمجھتے تھے اور ان کی تحقیر اور استہزا کرتے تھے اور خدا۔رسول۔آخرت کی باتیں کرنے پر جن کا ہم مذاق اُڑاتے تھے اور آجکل کے متکبرین کی اصطلاح میں یوں سمجھئے کہ جنہیں مُلا ٹے اور مسجد کے مینڈھے کہتے تھے۔لکیر کے فقیر۔دقیانوسی خیال والے سمجھتے تھے وہ اس جگہ نظر نہیں آتے تو حیران ہو کر کہیں گے کہ کیا ہم نے غلطی سے ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا تھا وہ اس لائق نہ تھے کہ آج دوزخ کے قریب رہیں۔یا اسی جگہ کہیں ہیں پر ہماری آنکھیں چوک گئیں کہ ہمارے دیکھنے میں نہیں آتے۔علامہ ابن کثیرؒ نے اس جگہ لکھا ہے کہ اسی وقت اہلِ بہشت کی جانب سے آواز آئے گی کہ اے اہل جہنم ادھر دیکھو ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا تم اپنی کہو کیا خدا کے وعدے تمہارے حق میں بھی سچے نکلے؟ یہ اہل جہنم جواب دیں گے کہ ہاں بالکل سچے نکلے۔ اسی وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو اخیر میں فرمایا گیا کہ یہ جو کچھ بتلایا گیا کہ جہنمی آپس میں لڑے جھگڑیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے۔یہ سب سر تا سر حقائق ہیں اور بالکل سچی۔واقعی اور ٹھیک خبریں۔بالکل یقینی ایسا ہی ہونا اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو (تم کو عذاب خداوندی سے) ڈرانیوالا ہوں اور بجز اللہ واحد غالب کے کوئی لائق عبادت کے نہیں ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا

بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ

جو ان کے درمیان میں ہیں (اور وہ) زبردست بڑا بخشنے والا ہے آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک عظیم الشان مضمون ہے جس سے تم بے پرواہ ہو رہے ہو مجھ کو عالم بالا کی کچھ بھی خبر نہ تھی

الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ

جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے میرے پاس وحی محض اس سبب سے آتی ہے کہ میں (منجانب اللہ) صاف صاف ڈرانیوالا ہوں جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں

خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿٧١﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٧٢﴾

گارے سے ایک انسان کو بنانے والا ہوں سو میں جب اُس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی (طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾

سو سارے کے سارے فرشتوں نے (آدم کو) سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آگیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قُلْ فرمادیں | اِنَّمَآ اسکے سوانہیں | اَنَا کہ میں | مُنْذِرٌ ڈرانے والا | وَمَا اور نہیں | مِنْ اِلٰهٍ کوئی معبود | اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا | الْوَاحِدُ واحد (یکتا) |
| الْقَهَّارُ زبردست | رَبُّ پروردگار | السَّمٰوٰتِ آسمانوں | وَالْاَرْضِ اور زمین | وَمَا اور جو | بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان | الْعَزِيْزُ غالب | |
| الْغَفَّارُ بڑا بخشنے والا | قُلْ فرمادیں | هُوَ وہ۔یہ | نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ایک خبر بڑی | اَنْتُمْ تم | عَنْهُ اس سے | مُعْرِضُوْنَ منہ پھیرنے والے (بے پرواہ ہو) | |
| مَا كَانَ نہ تھا | لِيَ میرے پاس (مجھے) | مِنْ عِلْمٍ کچھ خبر | بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى عالم بالا کی | اِذْ جب | يَخْتَصِمُوْنَ وہ باہم جھگڑتے تھے | اِنْ يُّوْحٰٓى نہیں وحی کی جاتی | |
| اِلَيَّ میری طرف | اِلَّا سوائے | اَنَّمَآ یہ کہ | اَنَا نَذِيْرٌ میں ڈرانے والا | مُّبِيْنٌ صاف صاف | اِذْ قَالَ جب کہا | رَبُّكَ تمہارا رب | لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو |
| اِنِّيْ کہ میں | خَالِقٌ پیدا کرنیوالا | بَشَرًا ایک بشر | مِّنْ طِيْنٍ مٹی سے | فَاِذَا پھر جب | سَوَّيْتُهٗ میں درست کروں اسے | وَنَفَخْتُ اور میں پھونکوں | |
| فِيْهِ اس میں | مِنْ سے | رُّوْحِيْ اپنی روح | فَقَعُوْا تو تم گر پڑو | لَهٗ اس کیلئے آگے | سٰجِدِيْنَ سجدہ کرتے ہوئے | فَسَجَدَ پس سجدہ کیا | الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے |
| كُلُّهُمْ سب | اَجْمَعُوْنَ اکٹھے | اِلَّا سوائے | اِبْلِيْسَ ابلیس | اِسْتَكْبَرَ اس نے تکبر کیا | وَكَانَ اور وہ ہوگیا | مِنَ سے | الْكٰفِرِيْنَ کافروں |

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس سورۃ کا بنیادی اور اصل مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اثبات اور کفار ومشرکین کی تردید ہے اسی ضمن میں کئی انبیاء علیہم السلام کے واقعات ذکر فرمائے گئے دو خاص مقاصد کے لئے۔ اول یہ کہ کفار مکہ کے افعال و اقوال سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا آپ کو تسلی اور تقویت ہو اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح آپ بھی کفار ومنکرین کی بے ہودہ باتوں پر صبر کریں۔ دوسرے یہ کہ انبیائے سابقین کے واقعات سے خود کفار ومنکرین عبرت حاصل کریں کہ نبی برحق کے انکار وتکذیب کا کیا انجام ونتیجہ ہوتا ہے۔ پھر ایک اور طریقہ سے کفار ومنکرین کو دعوت ایمان و اسلام دی گئی اور وہ اس طرح کہ اہل ایمان کی نیک انجامی اور

کافروں کی بدانجامی کا نقشہ کھینچا گیا اور بتایا گیا کہ اہل ایمان فرمانبردار متقی و پرہیزگار بندوں کا ٹھکانا آخرت میں جنت ہوگا جو آرام و سکون راحت اور آسائش کا خزانہ ہے اور بے ایمان سرکش اور نافرمانوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو بے انتہا دکھ درد اور مصیبت کا گھر ہے۔ جس سے یہی سمجھانا مقصود تھا کہ انسان کو لازم ہے کہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ زندگی دنیا میں بسر کرے تاکہ آخرت میں جنت اس کا ٹھکانہ ہو اور کفر وشرک نافرمانی و سرکشی سے باز آئے ورنہ آخرت میں پچھتائے گا اور سر پکڑ کر روئے گا اور جہنم جیسی بری جگہ ٹھکانا نصیب ہوگا۔ ان تمام مضامین کے بعد اب اخیر میں یہاں سے پھر اصلی مدعا یعنی توحید و رسالت پر کلام فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ سنانے کے بعد آپ ان منکرین سے جو توحید و رسالت کے مسئلہ میں تکذیب و انکار کرتے ہیں کہہ دیجئے کہ تم جو میری رسالت اور توحید الٰہی کا انکار کر رہے ہو اس میں تمہارا ہی نقصان ہے میرا کچھ ضرر نہیں کیونکہ میرا کام تو اتنا ہی ہے کہ میں تم کو اُس آنے والی خوفناک گھڑی سے ہوشیار کردوں اور جو بھیانک مستقبل آنے والا ہے اس سے بے خبر نہ رہنے دوں۔ اور برے انجام سے تم کو ڈرادوں باقی واسطہ اور سابقہ جس حاکم سے پڑنے والا ہے وہ تو وہی اکیلا خدا ہی جس کے سامنے کوئی چھوٹا بڑا دم نہیں مار سکتا وہی ہر چیز پر غالب ہے اور ہر چیز اس کے ماتحت ہے۔ آسمان زمین اور ان کے درمیان کی کوئی چیز نہیں جو اس کے زیر تصرف نہ ہو۔ جب تک چاہے ان کو قائم رکھے جب چاہے ان کو توڑ پھوڑ کر برابر کردے۔ اس عزیز و غالب کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے اور اس کے زبردست قبضہ سے کون نکل کر بھاگ سکتا ہے۔ ساتھ ہی وہ وحدہٗ لاشریک بڑا رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے بندہ سے کوئی گناہ ہوجائے اور اس کے آگے سچے دل سے توبہ کر کے معافی مانگ لے تو وہ غفار اس کا گناہ بخش دیتا ہے اور میں جو تمہیں توحید و رسالت قیامت و آخرت اور جزا و سزا اور جنت و جہنم سے متعلق جو خبریں سنا رہا ہوں تو یہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ بڑی بھاری اور یقینی خبر ہے جو میں تم کو دے رہا ہوں مگر افسوس ہے کہ تم ان باتوں کی طرف سے بالکل بے فکر ہو۔ جو کچھ تمہاری خیرخواہی میں کہا جاتا ہے دھیان میں نہیں لاتے بلکہ الٹا مذاق اڑاتے ہو۔ میں جو یہ کہتا ہوں کہ مر کر دوبارہ جینا ہوگا۔ قیامت قائم ہوگی عملوں کا حساب ہوگا نافرمانوں کو جہنم میں فرمانبرداروں کو جنت میں داخل کیا جائے گا تو مجھے اس کی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا۔ مجھے ملاء اعلیٰ یعنی ملائکہ مقربین وغیرہم کی مجلس کہ جہاں نظام عالم کے فنا و بقاء و تدابیر الٰہیہ کے متعلق گفتگو یا قیل و قال ہوتی ہے مجھے اس کی کیا خبر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ سے جن باتوں پر مطلع فرمادیا وہ بیان کر دیئے جو کچھ کہتا ہوں اسی کی وحی اور بتلانے سے کہتا ہوں مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آنے والے خوفناک مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کردوں۔ رہا یہ کہ وہ وقت کب آئے گا اور قیامت کب قائم ہوگی؟ یہ انذار یعنی ڈرانے کے لئے نہ ضروری ہے نہ اس کی اطلاع کسی کو دی گئی ہے۔ میرے پاس جو وحی آتی ہے جس سے احوال ملاء اعلیٰ بھی معلوم ہوتے ہیں تو محض اس سبب سے آتی ہے کہ منجانب اللہ صاف صاف ڈرانے والا کر کے بھیجا گیا ہوں یعنی چونکہ مجھ کو پیغمبری عنایت کی گئی ہے اس لئے وحی نازل ہوتی ہے پس واجب ہے کہ تم میری رسالت کی تصدیق کرو اور میرے کہنے اور بتلانے کے موافق اپنا عقیدہ اور ایمان رکھو۔ آگے سورۃ کے اخیر میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا قصہ سنایا جاتا ہے جس سے عام انسانوں کو تو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ ابلیس لعین حضرت آدم علیہ السلام کا اور آپ کی اولاد کا قیامت تک کا دشمن ہے لہٰذا اس

کے ہتھکنڈوں سے بچو۔ رسول کی نصیحت بے غرض ہے اسے مانو اگر نہ مانا تو پچھتاؤ گے اور کفار مکہ کو یہاں قصہ آدم و ابلیس سنا کر یہ جتلانا مقصود ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے اور آپ کے سامنے جھکنے سے جو تکبر تمہیں مانع ہو رہا ہے وہی تکبر ابلیس کو حضرت آدم کے آگے جھکنے سے مانع ہوا تھا جس پر ابلیس خدا کے حکم کے مقابلہ میں سرکشی کر کے لعنت کا مستحق ہوا اسی طرح تم جو اللہ و رسول کے معاملہ میں تکبر برت رہے ہو اگر اس سے باز نہ آئے تو پھر آخر کار تمہارا بھی وہی انجام ہونا ہے جو ابلیس لعین کا ہوا۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں بے شمار نصائح، عبرتیں اور مسائل کا ذخیرہ موجود ہے اس لئے قرآن پاک نے اس واقعہ کو مختلف سورتوں میں ان سورتوں کے مضامین کے مناسب بار بار بیان فرمایا ہے۔ کہیں واقعہ کی تفصیل ہے کہیں اجمال ہے۔ کسی مقام پر ایک پہلو نظر انداز کر دیا گیا تو دوسرے مقام پر اسی کو نمایاں فرمایا گیا۔ اس سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ سورۂ بقرہ۔ سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔ یہاں اس سورۃ میں مضمون کی مناسبت سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں کو یہ اطلاع دی کہ میں عنقریب مٹی سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں جو بشر کہلائے گی تو جب میں اس کو بنا سنوار لوں اور اس میں روح پھونک دی جائے اور جان پڑ جائے تو تم سب اس بشر کے آگے تعظیم کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔ ابلیس جو خلقت میں جنات میں سے تھا اور کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شامل ہو گیا تھا اس کو بھی فرشتوں میں شامل ہونے کی وجہ سے اس حکم خداوندی کی تعمیل کرنا تھی۔ چنانچہ جب آدم علیہ السلام کا خمیر مٹی سے گوندھا گیا اور جب یہ مٹی پختہ ٹھیکری کی طرح آواز دینے اور کھنکھنانے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اس جسد خاکی میں روح پھونکی اور حضرت آدم علیہ السلام ایک گوشت پوست ہڈی پٹھے وغیرہ کے زندہ انسان ارادہ شعور حس و عقل کیفیات اور جذبات کے حامل نظر آنے لگے۔ ارشاد خداوندی کے موافق تمام فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ تعظیمی کیا مگر ابلیس نے غرور اور تمکنت کے ساتھ صاف انکار کر دیا۔

اب جب ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو اس کی باز پرس ہوئی اور حق تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ ابلیس نے کیا جواب دیا اور پھر اس کا کیا انجام ہوا یہ اگلی خاتمہ کی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو دولت اسلام اور ایمان کی عطا فرمائی ہے اس پر حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنا تابعدار اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایات اور تعلیمات اور جو احکام خداوندی ہم کو پہنچائے ہیں ان پر ہم کو ایمان صادق کے ساتھ اتباع کامل بھی نصیب ہو۔ تکبر اور غرور جو شیطانی خصلت ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ کاملہ عطا فرمائیں۔ یا اللہ ابلیس آپ کے حکم کے مقابلہ میں سرکشی کرنے سے جو کافر ہو گیا تو اس کے انجام بد سے نہ صرف کفار مشرکین بلکہ اہل اسلام کو بھی عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کی توفیق نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون چیز مانع ہوئی کیا تو غرور میں آ گیا یا یہ کہ تو بڑے درجہ والوں میں ہے

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ

کہنے لگا کہ میں آدم سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو خاک سے پیدا کیا ہے ارشاد ہوا کہ تو آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو مردود ہو گیا۔ اور بیشک

عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾

تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک کہنے لگا تو پھر مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک ارشاد ہوا تجھ کو وقت معین کی تاریخ تک

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾

مہلت دی گئی کہنے لگا سو تیری عزت کی قسم کہ میں ان سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کیے گئے ہیں

قَالَ فَالْحَقُّ ؗ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ

ارشاد ہوا کہ میں سچ کہتا ہوں اور میں تو (ہمیشہ) سچ ہی کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں تیرا ساتھ دے ان سب سے دوزخ کو بھردوں گا آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں یہ قرآن تو (اللہ کا کلام اور) دنیا جہان والوں کیلئے بس ایک نصیحت ہے اور تھوڑے دنوں پیچھے تم کو اس کا حال معلوم ہو جاوے گا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اس نے فرمایا | يٰٓاِبْلِيْسُ اے ابلیس | مَا مَنَعَكَ کس نے منع کیا تجھے | اَنْ تَسْجُدَ کہ تو سجدہ کرے | لِمَا اس کو جسے | خَلَقْتُ میں نے پیدا کیا | | |
| بِيَدَيَّ اپنے ہاتھوں سے | اَسْتَكْبَرْتَ کیا تو نے تکبر کیا | اَمْ كُنْتَ یا تو ہے | مِنَ سے | الْعَالِيْنَ بلند درجہ والے | قَالَ اس نے کہا | اَنَا میں | خَيْرٌ بہتر |
| مِنْهُ اس سے | خَلَقْتَنِيْ تو نے پیدا کیا مجھے | مِنْ نَّارٍ آگ سے | وَ اور | خَلَقْتَهٗ تو نے پیدا کیا اسے | مِنْ سے | طِيْنٍ مٹی | قَالَ اس نے فرمایا |
| فَاخْرُجْ پس نکل جا | مِنْهَا یہاں سے | فَاِنَّكَ کیونکہ تو | رَجِيْمٌ راندۂ درگاہ | وَّاِنَّ اور بیشک | عَلَيْكَ تجھ پر | لَعْنَتِيْ میری لعنت | اِلٰى تک |
| يَوْمِ الدِّيْنِ روزِ قیامت | قَالَ اس نے کہا | رَبِّ اے میرے رب | فَاَنْظِرْنِيْ پس تو مجھے مہلت دے | اِلٰى تک | يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ جس دن اٹھائیں جائیں گے | | |
| قَالَ اسے فرمایا | فَاِنَّكَ پس بیشک تو | مِنَ سے | الْمُنْظَرِيْنَ مہلت دیے جانیوالے | اِلٰى تک | يَوْمِ دن | الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ وقت معین | قَالَ اس نے کہا |
| فَبِعِزَّتِكَ سو تیری عزت کی قسم | لَاُغْوِيَنَّهُمْ میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا | اَجْمَعِيْنَ سب | اِلَّا سوائے | عِبَادَكَ تیرے بندے | مِنْهُمُ ان میں سے | | |
| الْمُخْلَصِيْنَ مخلص | قَالَ اس نے فرمایا | فَالْحَقُّ یہ حق (ہے) | وَالْحَقَّ اور سچ | اَقُوْلُ میں کہتا ہوں | لَاَمْلَئَنَّ میں ضرور بھردوں گا | جَهَنَّمَ جہنم | |
| مِنْكَ تجھ سے | وَمِمَّنْ اور ان سے جو | تَبِعَكَ تیرے پیچھے چلیں | مِنْهُمْ ان سے | اَجْمَعِيْنَ سب | قُلْ فرمادیں | مَا نہیں | اَسْئَلُكُمْ میں مانگتا تم سے |
| عَلَيْهِ اس پر | مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر | وَمَآ اَنَا اور نہیں میں | مِنَ سے | الْمُتَكَلِّفِيْنَ بناوٹ کرنے والے | اِنْ نہیں | هُوَ اِلَّا یہ مگر | ذِكْرٌ نصیحت |
| لِلْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کیلئے | وَلَتَعْلَمُنَّ اور تم ضرور جان لوگے | نَبَاَهٗ اس کا حال | بَعْدَ بعد | حِيْنٍ ایک وقت | | | |

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر اپنا ارادہ ظاہر فرمایا کہ میں مٹی سے آدم کو پیدا کرنے والا ہوں اور جب میں اس کو پیدا کردوں تو تم سب اسے سجدہ کرنا تا کہ میری فرمانبرداری کے ساتھ ہی آدم کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے چنانچہ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی تو تمام فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی۔ ابلیس جس کا نام عزازیل تھا اور مردود ہونے کے بعد لقب ابلیس پڑا جو اصل میں جنات میں سے تھا اور اپنی گذشتہ کثرت عبادت کی وجہ سے آسمان پر فرشتوں کے ساتھ شامل کرلیا گیا تھا وہ اپنی جگہ پر تنا کھڑا رہا اور آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔

اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب ابلیس نے تکبر برتا اور فرشتوں کے ساتھ حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا تو حق تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا یعنی جس کے ایجاد کی طرف خاص عنایت ربانیہ متوجہ ہوئی اور اپنی قدرت کاملہ سے بنایا اور پھر اس کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی دیا گیا تو تجھ کو کونسی چیز آدم کو سجدہ کرنے سے مانع ہوئی؟ کیا تو غرور میں آ گیا اور جان بوجھ کر اپنے کو بڑا بنانا چاہا یا واقع میں تو اپنا مرتبہ ہی اونچا سمجھتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ اگرچہ عالم الغیب اور دلوں کے بھید تک سے واقف ہیں مگر ابلیس کے امتحان اور آزمائش کے لئے یہ سوال کیا گیا کہ کس بات نے تجھے آدم کے سامنے جھکنے سے روکا جبکہ میں نے حکم دیا تھا۔ اس پر ابلیس لعین کیا منطقی جواب دیتا ہے کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے آپ نے آگ سے بنایا اور آدم کو مٹی کے گارے سے پیدا کیا مطلب یہ کہ میں آدم سے افضل ہوں پس مجھ کو حکم دینا کہ اس کے سامنے سجدہ کروں خلاف حکمت ہے۔ دیکھئے یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے صاف اور صریح حکم کے سامنے اپنی عقل دوڑانا کم بختی کی نشانی ہے۔ جب آقا نے حکم صادر فرما دیا کہ یہ کرو پھر بندہ کے لئے حجت کی گنجائش کہاں باقی رہی اب اگر بندہ اپنے آقا و مالک کے حکم کی فوراً تعمیل نہ کرے تو وہ یقیناً نافرمان ہے۔ اس کا یہ بہانا قابل سماعت نہ ہوگا کہ آپ کا حکم میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میری عقل میں تو یہی آتا ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ بندہ کی یہ ٹال مٹول یا تو جہالت کی وجہ سے ہوگی یا پھر بے جا اکڑفوں ہے اس کے کیا معنیٰ کہ بندہ اپنے آقا و مالک سے حجت کرے۔ ابلیس کا جواب چونکہ غرور اور تکبر کی جہالت پر مبنی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر واضح کر دیا کہ جہالت سے پیدا شدہ کبر و غرور نے تجھ کو اس قدر اندھا کر دیا کہ تو اپنے خالق کے حقوق اور احترام خالقیت سے بھی منکر ہو گیا اور میرے حکم کو خلاف حکمت قرار دیا پس تو اب اس سرکشی کی وجہ سے ابدی ہلاکت کا مستحق ہے اس لئے حکم ہوا کہ میرے دربار میں تجھ جیسے نافرمانوں کی رسائی نہیں۔ یہاں سے نکل۔ دور ہو تو میری رحمت سے دور ہو گیا۔ اب تجھ پر ابدی لعنت نازل ہوئی۔ ابلیس نے جب دیکھا کہ خالق کائنات کے حکم کی خلاف ورزی اور تکبر و غرور برتنے پر مجھ کو رب العالمین کی آغوش رحمت سے مردود اور جنت سے محروم کر دیا تو بجائے توبہ اور ندامت کے اور عاجزی اور خاکساری کے اللہ تعالیٰ سے یہ استدعا کی کہ تا قیام قیامت مجھ کو مہلت عطا کر دی جائے اور اس طویل مدت کے لئے میری زندگی کی رسی کو دراز کر دیجئے۔ حکمت الٰہی کا تقاضا بھی یہی تھا لہٰذا اس کی درخواست منظور کر لی گئی۔ یہ سن کر اس نے پھر ایک مرتبہ اپنی خباثت و شیطنت کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگا کہ جب آپ نے مجھ کو راندہ درگاہ کر ہی دیا تو جس آدم کی بدولت مجھے یہ رسوائی نصیب ہوئی میں بھی اس کی اولاد سے خوب بدلہ لوں گا اور ان کو آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے ہر جانب ان کو گمراہ کروں گا اور ان کی اکثریت

کو تیرا ناسپاس اور ناشکر گزار بنا کر چھوڑوں گا اور جہاں تک میرا بس چلے گا کسی کو اس راستہ پر نہ چلنے دوں گا جو آپ نے ان کے لئے مقرر کیا ہے۔ میرے حملہ سے کوئی بچ نہ سکے گا سوائے ان لوگوں کے جو آپ کے مخلص بندے ہوں گے۔ ان پر البتہ میرا زور نہ چل سکے گا اور وہ بچ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کو ایسا ہی حاکمانہ جواب ملا کہ ہم کو اس کی کیا پروا۔ جو بنی آدم مجھ سے روگردانی کر کے تیری پیروی کرے گا وہ تیرے ہی ساتھ جہنم میں جھونکا جائے گا اور میں سب کو دوزخ میں بھر دوں گا۔ ایک بھی میری پکڑ سے بچ کر نکل نہ سکے گا۔ یہ بالکل حقیقت ہے کیونکہ میری سب باتیں سچی اور ٹھیک ہی ہوا کرتی ہیں۔ تو گویا یہاں حق تعالیٰ نے بنی آدم کو سنا دیا کہ تمہارے دشمن نے تمہارے بہکانے اور گمراہ کرنے کی قسم کھائی ہے اور میں نے بھی وعدہ کر لیا ہے کہ بنی آدم میں سے جو بھی اس کا کہنا مانے گا ان سب سے شیطان کے ہمراہ جہنم بھر دوں گا۔ تو خبردار اور ہوشیار رہنا چاہئے اور شیطانی چالوں میں ہرگز نہ آنا چاہئے۔

اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ بطور اتمام حجت کے اور قول اخیر کے ان منکرین سے یہ کہہ دیجئے کہ میری اس نصیحت سے غرض یہ ہے کہ اپنے دشمن اور دوست میں تمیز کرو۔ شیطان لعین جو ازلی دشمن ہے اس کی راہ مت چلو اور اللہ کے رسول کا کہنا مانو میں اس نصیحت تبلیغ دین اور احکام قرآن پر تم سے کوئی بدلہ اور اجرت تو نہیں مانگتا۔ اس سے میرا مقصود کوئی دنیوی نفع حاصل کرنا تو نہیں۔ اور نہ میں خوانخواہ اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فہمائش ہوتی ہے اور احکام آتے ہیں وہ بلا کمی بیشی کے تم تک پہنچا دیتا ہوں۔ اب اس پر بھی جو شخص کفر کرے اور انکار و تکذیب پر جما رہے تو تھوڑی مدت کے بعد یعنی مرتے ہی میری باتوں کی حقیقت میرے کلام کی تصدیق میرے بیان کی سچائی۔ میری زبان کی صداقت معلوم ہو جائے گی۔ اس وقت تمہیں یقین آ جائے گا اور میری کہی ہوئی خبریں سب دیکھ لو گے اور حق و باطل سب کھل جائے گا مگر اس وقت معلوم ہونے سے کچھ نفع نہیں۔

ایک تو اس مسئلہ کی طرف کہ ابلیس لعین کا کفر محض عملی نافرمانی کا نتیجہ نہیں کیونکہ کسی فرض کو عملاً ترک کر دینا اصول شریعت میں فسق و گناہ ہے کفر نہیں۔ ابلیس کے کفر کا اصل سبب حکم ربانی سے معارضہ اور مقابلہ کرنا ہے کہ جو اس لعین نے یہ کہہ کر کیا کہ آپ نے جس کو سجدہ کرنے کا مجھے حکم دیا ہے وہ اس قابل نہیں کہ میں اس کو سجدہ کروں کیونکہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ یہ معارضہ اور مقابلہ بلاشبہ کفر ہے۔ (معارف القرآن جلد اول)

اب غور کیجئے کہ آج اس بے دینی کے دور میں یہ مہلک مرض یعنی حق تعالیٰ کے احکام سے مقابلہ و معارضہ کس درجہ میں عام ہوتا جا رہا ہے اور ہم اسلام کا ظاہری لیبل لگا کر اپنے ایمان اور اسلام پر مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور اپنے احکام کی بلا چوں و چرا اتباع و اطاعت نصیب فرمائیں آمین۔

(۲) دوسرے اپنی شریعت اسلامیہ میں سجدہ تعظیمی کے متعلق جو حکم ہے اس کو ذرا وضاحت سے ظاہر کرنا ہے کیونکہ اس جہل اور بے دینی کے دور میں یہ مرض بھی موجود ہے۔ آج بعض جہلاء اپنے پیروں کو سجدہ تعظیمی کرتے ہیں اور اولیاء اللہ اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنا تو ہندوستان پاکستان میں اکثر نے دیکھا ہی ہوگا۔ یہاں اس سورۃ میں اور سورۃ بقرہ وغیرہ میں فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور سورۂ یوسف تیرہویں پارہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں کا مصر پہنچنے کے بعد یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا مذکور

ہے۔اب یہ تو ظاہر ہے کہ یہ سجدہ عبادت کے لئے نہیں ہوسکتا کیونکہ غیر اللہ کی عبادت کفر وشرک ہے اور اصول ایمان کے خلاف ہے اور وہ کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں رہی۔ سجدہ تعظیمی پچھلی شریعتوں میں جائز تھا اور قدیم انبیاء کے زمانہ میں اس سجدہ تعظیمی کا وہی درجہ تھا جو ہماری شریعت محمدیہ میں سلام' مصافحہ' معانقہ اور دست بوسی یا تعظیم کے لئے کھڑے ہو جانے کا ہے۔اس طرح انبیاء سابقین کی شریعت میں بڑوں کی تعظیم اور تحیۃ کے لئے سجدہ مباح تھا لیکن شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو گیا اور بڑوں کی تعظیم کے لئے صرف سلام اور مصافحہ و معانقہ کی اجازت دی گئی۔ رکوع' سجدہ اور بہیئت نماز ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو ناجائز قرار دیا گیا۔ اسی طرح جانداروں کی تصویر بنانا اور استعمال کرنا پچھلی شریعتوں میں جائز تھا۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں سورۂ سبا ۲۲ ویں پارہ میں مذکور ہے کہ جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تصویریں اور مجسمے بنایا کرتے تھے مگر شریعت محمدیہ چونکہ اب دائمی شریعت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت ختم ہو چکی۔اس لئے اس شریعت مطہرہ کو مسخ اور تحریف سے بچانے کے لئے ہر ایسے سوراخ کو بند کر دیا گیا جہاں سے شرک و بت پرستی آ سکتی تھی۔اس طرح اس شریعت میں وہ تمام چیزیں حرام قرار دے دی گئیں جو گذشتہ انبیاء کے زمانوں میں شرک و بت پرستی کا ذریعہ بنی تھیں۔تصویر سازی اور اس کے استعمال کو اسی وجہ سے حرام کیا گیا اور سجدۂ تعظیمی بھی اس شریعت میں اسی وجہ سے حرام ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ مشہورہ سے سجدہ تعظیمی کا حرام اور ناجائز ہونا ثابت ہے۔

خلاصہ یہ کہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور بھائیوں کا سجدہ جو قرآن کریم میں مذکور ہے یہ سجدہ تعظیمی تھا جو اب شریعت محمدیہ میں اس کو شرک وکفر کے شائبہ سے بھی پاک رکھنے کے لئے ناجائز قرار دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بقصد تعظیم بھی سجدہ یا رکوع کرنا جائز نہیں رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی شریعت اسلامیہ کی قدر منزلت نصیب فرمائیں اور اس کی ہر چھوٹی بڑی ظاہری و باطنی نافرمانی سے بچائیں۔آمین۔

الحمد للہ اس درس پر سورۃ ص کا بیان ختم ہوا۔جس میں ۵ رکوع تھے۔اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جو شرف وعزت بنی آدم میں پیدا فرما کر ہم کو بخشا ہے ہمیں اس شرف کی لاج کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنا تابعدار اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی حالت پر موت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہمارے دین اسلام کی حفاظت کا سامان فرمایئے اور نفس و شیطان کی چالوں سے ہماری حفاظت فرمایئے۔یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو اپنے مخلص بندوں میں شامل فرمالیجئے اور انہیں کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرمایئے۔یا اللہ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی ہدایات وتعلیمات کا متبع اور پیروکار بنا دیجئے اور قرآنی نصائح سے ہمارے قلوب کو منور و مزین فرما دیجئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَثَمَانِيْ رُكُوْعَاتٍ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۱ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ کی

لَّهُ الدِّيْنَ ۝۲ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا

عبادت کرتے رہئے یاد رکھو عبادت جو کہ خالص ہو اللہ ہی کیلئے سزاوار ہے اور جن لوگوں نے خدا کے سوا اور شرکا تجویز کر رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی پرستش صرف

لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ

اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنادیں تو ان کے باہمی اختلافات کا اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا

مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝۳

جو (قولاً) جھوٹا اور (اعتقاداً) کافر ہو۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| تَنْزِيْلُ نازل کیا جانا | الْكِتٰبِ یہ کتاب | مِنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے | الْعَزِيْزِ غالب | الْحَكِيْمِ حکمت والا | اِنَّآ اَنْزَلْنَآ بیشک ہم نے نازل کی | | |
| اِلَيْكَ تمہاری طرف | الْكِتٰبَ یہ کتاب | بِالْحَقِّ حق کے ساتھ | فَاعْبُدِ اللّٰهَ بس اللہ کی عبادت کرو | مُخْلِصًا خالص کر کے | لَهُ اسی کیلئے | الدِّيْنَ عبادت | |
| اَلَا یاد رکھو | لِلّٰهِ اللہ کیلئے | الدِّيْنُ عبادت | الْخَالِصُ خالص | وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ | اتَّخَذُوْا بناتے ہیں | مِنْ دُوْنِهٖٓ اسکے سوا | اَوْلِيَآءَ دوست |
| مَا نَعْبُدُهُمْ نہیں عبادت کرتے ہم انکی | اِلَّا مگر | لِيُقَرِّبُوْنَآ اسلئے کہ وہ مقرب بنادیں ہمیں | اِلَى اللّٰهِ اللہ کا | زُلْفٰى قرب کا درجہ | اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | | |
| يَحْكُمُ فیصلہ کردیگا | بَيْنَهُمْ انکے درمیان | فِيْ مَا جس میں | هُمْ وہ | فِيْهِ اس میں | يَخْتَلِفُوْنَ وہ اختلاف کرتے ہیں | اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | |
| لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا | مَنْ هُوَ جو ہو | كٰذِبٌ جھوٹا | كَفَّارٌ ناشکرا | | | | |

**تفسیر و تشریح:** الحمد للہ اب تیئسویں پارہ کی سورہ زمر کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی ابتدائی تین آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کا مقام نزول وجہ تسمیہ خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے آخری رکوع میں لفظ زمر استعمال کیا گیا ہے۔ زمر کے لفظی معنی ہیں گروہ در گروہ جوق جوق جھتے جھتے جیسا کہ اس سورۃ کے آخری رکوع میں بتایا گیا کفار کو جہنم کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا ایسے ہی مومنین کو بھی جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا۔ اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا نام زمر (یعنی گروہ در گروہ) مقرر کیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول ہجرت حبشہ سے قبل کا بتلایا گیا ہے موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۳۹ ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۸۰ لکھا ہے۔ یعنی ۷۹ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۳۴ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔

اس سورۃ میں ۷۵ آیات ۸ رکوعات ۱۱۸۴ کلمات اور ۴۹۶۵

حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے مثل دوسری مکی سورتوں کے اس میں بھی عقائد کا بیان ہے اور پوری سورۃ توحید کے دلائل اس کی تعلیم اور اس کے تقاضوں اور ان پر عمل کے نتیجہ میں ملنے والے انعامات اور اس کے مقابلہ میں کفر وشرک کا رد۔ اس کی برائیوں اور اس کے نتیجہ میں ملنے والی سزاؤں کے بیان پر مشتمل ہے۔

سورۃ کی ابتداء قرآن کریم کے حقانیت کے بیان سے فرمائی گئی اور انسانوں کو تعلیم دی گئی کہ ہر طرف سے منہ موڑ کر خالص اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف جھکو اور اسی کی طاعت و بندگی کرو۔ زمین وآسمان کی پیدائش دن رات کا باقاعدہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہنا سورج اور چاند کی باقاعدہ ایک نظام میں بندھی ہوئی گردش حیوانات اور انسان کی پیدائش یہ سب اللہ کی قدرت کو ظاہر کر رہے ہیں اور اس کی توحید پر دلالت ہیں۔ پھر اس کو وحدہ لاشریک نہ ماننے کے کیا معنی پھر انسانوں کی ہدایت کے لئے قرآن نازل کیا گیا اگر کسی کو از خود نہیں سوجھتا اور توحید باری تعالیٰ کے کائنات میں پھیلے ہوئے بے شمار دلائل نظر نہیں آتے تو وہ اس قرآن کے بتانے ہی سے اللہ کو جانے اور اسے ایک مانے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی قدرت اور بڑی طاقت والی ہے اور وہ بڑا دانا بینا ہے۔ اس لئے اس کا کلام یعنی یہ قرآن زور و قوت اور علم وحکمت کا خزانہ ہے۔ اس لئے انسان کی بھلائی صرف اسی میں ہے کہ اس پر ایمان لائے۔ اس کے حکموں پر عمل کرے اور دنیا میں اس قرآن کریم کی بتلائی ہوئی راہ پر چل کر پرہیز گاری کی زندگی بسر کرے۔ اللہ کی اطاعت میں ہر وقت سرگرم رہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی پروا نہیں کہ کوئی اسے مانے یا نہ مانے۔ انسان کا اپنا بھلا خود اسی میں ہے کہ وہ اللہ کو اپنا رب اور معبود مانے۔ جو نہ مانے گا اور ناشکری کرے گا اس کی سزا اسے خود ملے گی پھر عام انسانوں کی حالت بتلائی گئی کہ انسان کی بھی عجیب حالت ہے جب اس پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو اللہ کو پکارنے لگتا ہے اور جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر بھول کر بھی اللہ کو یاد نہیں کرتا اور اسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے مگر سب انسان برابر نہیں۔ بعض لوگ ہر حال میں اللہ ہی کو یاد رکھتے ہیں اور اسی کی عبادت اور شکر گزاری میں اپنا دن رات گزارتے ہیں۔ اس لئے ان دونوں کا انجام بھی یکساں نہیں ہو گا۔ نیک لوگوں کا انجام دنیا وآخرت دونوں میں اچھا ہو گا۔ وہ بے شمار انعامات کے مستحق ہوں گے اور ان کو یقیناً جنت میں بڑے آرام و راحت کی زندگی نصیب ہو گی لیکن اللہ سے منہ موڑنے والے دوزخ کے اندر آگ میں جلیں گے اور وہاں کے عذاب بھگتیں گے اور انتہائی حسرت اور افسوس کے ساتھ کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی اور شامت اعمال کہ ہم غفلت میں پڑے رہے۔ اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے اور انہوں نے سمجھانے کا حق ادا کیا لیکن ہم دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے بیٹھے تھے۔ ان کی ایک نہ سنی مگر وہاں اس اقرار اور پچھتانے کا کوئی نتیجہ نہیں۔ الغرض خلاصہ اس سورۃ کی تمام تعلیمات کا یہی ہے کہ سچی بات کی پیروی کرو اور کفر وشرک کر کے اللہ کے سر جھوٹی باتیں مت لگاؤ۔ اللہ ہی کے ہو کر رہو۔ مرنے کے بعد اسی کے پاس جانا ہو گا۔ وہی سب کو ان کے اعمال کے مطابق جزا سزا دے گا اور قیامت میں اس کی قدرت سب پر علانیہ ظاہر ہو جائے گی اور سب کی زبان پر اسی کی حمد وثنا ہو گی۔ ہر ایک انصاف کے ساتھ اپنا حق پائے گا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درس میں سامنے آئیں گی۔

اب ان ابتدائی آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا اس تمہید سے ہوتی ہے کہ یہ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس کی

طرف سے نازل فرمایا گیا ہے اور جو عزیز و حکیم ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی دو صفات عزیز و حکیم یعنی جو سب سے زبردست ہے اور ساتھ ہی بڑی حکمت والا ہے بیان فرمائی گئی ہیں اور جن سے مقصود یہ جتلانا ہے کہ چونکہ یہ کتاب اللہ تبارک و تعالیٰ زبردست کی طرف سے ہے اس لئے اس کتاب کے احکام پھیل کر اور نافذ ہو کر رہیں گے۔ کوئی طاقت اس کے نفاذ اور شیوع کو روک نہیں سکتی دوسرے یہ کہ وہ حکیم ہے اس لئے دنیا کی کوئی کتاب اس کی خوبیوں اور حکمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جو تعلیمات و ہدایات اس کتاب میں دی گئی ہیں وہ سراسر حکمت و دانائی پر مبنی ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے یعنی جو کچھ اس میں ہے حق اور سچائی ہے سو آپ اس قرآن کی تعلیم کے موافق خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہئے جیسا کہ اب تک آپ کرتے رہے ہیں اور اسی کی طرف قولاً اور فعلاً لوگوں کو دعوت دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ اللہ اسی بندگی کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے ہو یعنی جس میں کوئی شریک یا ریا۔ نمود و دکھاوا نہ ہو بلکہ خالص اللہ کے لئے اور اسی کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو۔ آگے مشرکین کا ناپاک عقیدہ بیان کیا جاتا ہے کہ عموماً یہ مشرک لوگ یہی کہا کرتے ہیں کہ ان چھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کر کے ہم بڑے خدا کے نزدیک ہو جائیں گے۔ اور ان دیوتاؤں کی سفارش سے ہمارے کام بن جائیں گے۔ اس کا جواب ارشاد ہوا کہ ان لچر پوچ حیلوں سے جو یہ مشرکین خالص توحید کے عقیدہ میں جھگڑے ڈال رہے ہیں اور اہل حق سے اختلاف کر رہے ہیں تو اس کا عملی فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگے ہو جائے گا۔ یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ عملی فیصلہ اس طرح کر دیں گے کہ اہل توحید کو جنت میں اور اہل شرک کو جہنم میں داخل کر دیں گے۔ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے نہ ماننے سے آپ غم نہ کریں ان کا فیصلہ وہاں ہوگا اور اس کا بھی تعجب نہ کریں کہ باوجود ایسے واضح دلائل اور کھلی ہوئی براہین کے یہ راہ حق پر کیوں نہیں آتے تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ ہدایت دیکھنا نصیب نہیں فرماتے جو قولاً جھوٹا اور اعتقاداً کافر ہو اور اس سے باز نہ آئے اور طلب حق کا قصد ہی نہ کرتا ہو تو اس کے اس عناد سے اللہ تعالیٰ بھی اس کو ہدایت کی توفیق نہیں بخشتے۔

ان ابتدائی آیات سے معلوم ہوا اور قرآن کریم کی دوسری متعدد آیات اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال کی مقبولیت بقدر اخلاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہونی چاہئے جس میں کسی غیر اللہ کے شرک یا ریاء و نمود و نمائش کا شائبہ نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بعض اوقات کوئی صدقہ و خیرات کرتا ہوں یا کسی پر احسان کرتا ہوں جس میں میری نیت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی بھی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ لوگ میری تعریف اور ثنا کریں گے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتے جس میں کسی غیر کو شریک کیا گیا ہو۔ پھر آپؐ نے بطور استدلال کے ان ابتدائی آیات میں سے تلاوت فرمایا۔ فاعبداللہ مخلصاً له الدین ٥ الاللہ الدین الخالص (سو خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہو۔ اے لوگو یاد رکھو عبادت جو کہ شرک و ریاء سے خالص ہو اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال کی قدر اور وزن بقدر اخلاص ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کمال اخلاص بدوں کمال ایمان حاصل نہیں ہوتا اور اخلاص کامل یہ ہے کہ اللہ کے سوا نہ کسی کو نفع وضرر کا مالک سمجھے نہ اپنے کاموں میں کسی غیر اللہ کو متصرف جانے۔ نہ کسی طاعت وعبادت میں غیر اللہ کا اپنے قصد سے تصور و دھیان آنے دے۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اخلاص وللّٰہیت روحانی اور اخلاقی بلندی کا آخری زینہ ہے۔ اسی لئے بزرگان دین اور مشائخ طریقت فرماتے ہیں کہ سلوک کے تمام منازل طے کر لینے کے بعد آخری منزل اخلاص وللّٰہیت کی ہے۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اخلاص کے لفظی معنیٰ تو یہ ہیں کہ نیت صرف ایک ہی شے کی ہو کیونکہ خالص اسی شے کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش نہ ہو۔ مگر اصطلاح شریعت میں اخلاص کے یہ معنیٰ ہیں کہ محض حق تعالیٰ کی ذات مقصود ہو اور اخلاص کی اصل مسلمان کی نیت ہے کیونکہ نیت ہی میں اخلاص ہوا کرتا ہے تو اخلاص وللّٰہیت کا مطلب یہ ہوا کہ اچھا کام یا کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ صرف اس لئے اور اس نیت سے کیا جائے کہ ہمارا خالق و پروردگار اللہ جل شانہ ہم سے راضی ہو۔ ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی ناراضی اور غضب سے ہم محفوظ رہیں۔ اسی طرح عبادت سے مقصود اگر محض عبادت ہے تب تو اخلاص کہلائے گا اور اگر اس میں ریا یعنی دکھاوے کی آمیزش یا نام و نمود یا دنیا کے کسی فائدہ کا بھی ارادہ شامل ہو تو اس کو اخلاص نہیں کہیں گے مثلاً روزہ رکھنے سے مقصود یہ ہو کہ روزہ رکھنا عبادت ہے اور یہ بھی مقصود ہو کہ کھانے پینے کے پرہیز کرنے سے بیماری کو بھی نفع ہوگا پس ایک کام میں دو نیتیں شامل ہوئیں تو اس کو اخلاص نہ کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقت اخلاص نصیب فرمائیں اور اپنا مخلص بندہ بن کر زندہ رہنا نصیب فرمائیں۔

الغرض سورۃ کی ابتداء حقانیت قرآن اور توحید کی تعلیم اور خالص اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی بجالانے کی ہدایت فرمائی۔ اب آگے مضمون توحید ہی کے سلسلہ میں مشرکین کے بعض عقائد کا رد فرمایا جاتا ہے اور توحید باری تعالیٰ کے عقلی دلائل دیئے جاتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔

یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کی قدر دانی اور شکر گزاری کی توفیق عطا فرما اور اخلاص کے ساتھ اپنی بندگی اور طاعت کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ نام ونمود اور ریا اور دکھاوے جیسی بدخصلتوں سے اور بری نیتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

اگر (بالفرض) اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا وہ پاک ہے وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے زبردست ہے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ

اُس نے آسمان و زمین کو حکمت سے پیدا کیا۔ وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

کہ ہر ایک وقت مقرر تک چلتا رہے گا یاد رکھو کہ وہ زبردست ہے بڑا بخشنے والا (بھی) ہے اُس نے تم لوگوں کو تن واحد

وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِیْ

(یعنی آدمؑ) سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لئے آٹھ نر و مادہ چارپایوں کے پیدا کئے وہ تم کو

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ

ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے تین تاریکیوں میں یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب اسی کی سلطنت ہے

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥

اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو تم کہاں (حق سے) پھرے چلے جا رہے ہو۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لَوْ اگر | اَرَادَ اللّٰهُ چاہتا اللہ | اَنْ يَّتَّخِذَ کہ بنائے | وَلَدًا اولاد | لَّاصْطَفٰى البتہ وہ چن لیتا | مِمَّا اس سے جو | يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وہ پیدا کرتا ہے (مخلوق) جسے وہ چاہتا ہے | |
| سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے | هُوَ اللّٰهُ وہی اللہ | الْوَاحِدُ واحد یکتا | الْقَهَّارُ زبردست | خَلَقَ اس نے پیدا کیا | السَّمٰوٰتِ آسمانوں | وَالْاَرْضَ اور زمین | |
| بِالْحَقِّ حق (درست تدبیر) کے ساتھ | يُكَوِّرُ وہ لپیٹتا ہے | الَّيْلَ رات | عَلَى النَّهَارِ دن پر | وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ اور دن کو لپیٹتا ہے | عَلَى الَّيْلِ رات پر | | |
| وَسَخَّرَ اور اس نے مسخر کیا | الشَّمْسَ سورج | وَالْقَمَرَ اور چاند | كُلٌّ يَّجْرِیْ ہر ایک چلتا ہے | لِاَجَلٍ ایک مدت | مُّسَمًّى مقررہ | اَلَا یاد رکھو | |
| هُوَ الْعَزِیْزُ وہ غالب | الْغَفَّارُ بخشنے والا | خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں | مِّنْ سے | نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ نفس واحد | ثُمَّ جَعَلَ پھر اس نے بنایا | | |
| مِنْهَا اس سے | زَوْجَهَا اس کا جوڑا | وَاَنْزَلَ اور اس نے بھیجے | لَكُمْ تمہارے لئے | مِّنَ الْاَنْعَامِ چوپایوں سے | ثَمٰنِيَةَ آٹھ | اَزْوَاجٍ جوڑے | |
| يَخْلُقُكُمْ وہ پیدا کرتا ہے تمہیں | فِیْ بُطُوْنِ پیٹ (جمع) میں | اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری مائیں | خَلْقًا ایک کیفیت | مِّنْۢ بَعْدِ کے بعد | خَلْقٍ دوسری کیفیت | | |
| فِیْ ظُلُمٰتٍ تاریکیوں میں | ثَلٰثٍ تین | ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہ تمہارا اللہ | رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار | لَهُ اس کیلئے | الْمُلْكُ بادشاہت | لَا نہیں | اِلٰهَ کوئی معبود |
| اِلَّا هُوَ اس کے سوا | فَاَنّٰى تو کہاں | تُصْرَفُوْنَ تم پھرے جاتے ہو | | | | | |

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مشرکین کا قول نقل کیا گیا تھا کہ جو یہ کہتے تھے کہ ہم اپنے دیوی اور دیوتاؤں یعنی چھوٹے خداؤں کی اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ ہم بڑے خدا سے نزدیک ہو جائیں گے یعنی کفار و مشرکین جو غیر اللہ کی پرستش کرتے تھے تو ان کو وہ وسیلہ

جانتے تھے اور وجہ وسیلہ ہونے کی یہ کہتے تھے کہ یہ ہمارے معبود دیوی دیوتا خدا کی اولاد ہیں (نعوذ باللہ تعالیٰ) اور باپ واولاد میں بڑا رابطہ اور تعلق ہوتا ہے اولاد باپ سے کہہ کر ہماری حاجتیں روا کروادیتے ہیں چنانچہ مکہ کے مشرکین فرشتوں کو پوجتے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں اپنے عقیدہ میں قرار دیتے تھے۔ شرک کی یہ قسم کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی جائے دنیا کی دوسری قوموں میں بھی پائی جاتی تھی۔ یہود میں ایک فرقہ حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیتا تھا۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ اب تک رکھتے ہیں۔ یونانی زہرہ اور مشتری ستاروں کو ایک دوسرے کا خاوند اور بیوی اور اولاد بناتے بناتے خدا تعالیٰ سے نسب ملا دیتے تھے۔

ان آیات میں مشرکین کے انہی عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کے رد میں بتلایا جاتا ہے کہ بفرض محال اگر اللہ تعالیٰ کو اولاد ہی بنانا ہوتا تو وہ اپنی مخلوق میں سے عمدہ اور بہتر ہی کو نہ پسند کر لیتا تمہارے معبودوں میں کیا بات ہے اگر خدا کو اولاد بنانا منظور ہوتا تو بیٹیاں کیوں بناتا جو کہ خود ان مشرکین کو بھی ناپسند ہیں۔ بیٹے کیوں نہ بناتا اس کا کیا مطلب کہ خدا اپنے لئے تو گھٹیا چیز کا انتخاب کرے اور بڑھیا اولاد چن چن کر تمہیں دے۔ مگر اسے یہ منظور ہی نہ تھا کیونکہ وہ پاک ہے اولاد بنانے سے وہ ایسا خدا ہے کہ جو اکیلا ہے اور زبردست ہے۔

یہاں آیت میں اس عقیدۂ ولدیت کی تردید میں ایک چھوٹے سے جملہ سبحانه هو الله الواحد القهار میں تین دلائل دیئے گئے۔

پہلی دلیل لفظ سبحانہ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر نقص۔ عیب اور کمزوری سے پاک منزہ اور مبرہ ہے اور ظاہر ہے کہ اولاد کی ضرورت ناقص اور کمزور اور حاجتمند کو ہوا کرتی ہے تاکہ اس کی نسل باقی رہے اور اس کی امداد واعانت کا ذریعہ ہو پیری اور ضعیفی میں اس کے کار آمد ہو تو حق تعالیٰ ان انسانی کمزوریوں سے پاک ہیں پھر آخر اولاد بنانا کس غرض سے ہوگا؟

دوسری دلیل لفظ واحد میں ہے کہ وہ اکیلا اور اپنی ذات میں واحد ہے۔ کسی جنس کا فرد نہیں اور ظاہر ہے کہ اولاد لازماً ہم جنس ہوا کرتی ہے تو اس یکتا و یگانہ ہستی کے لئے اولاد کیسے تجویز ہو سکتی ہے؟

تیسری دلیل لفظ قہار میں دی گئی یعنی جو بھی اس کی مخلوق ہے اس سے مغلوب ہے اور اس کی مملوک اور محکوم ہے اور اس کی قاہرانہ گرفت میں جکڑی ہوئی ہے تو جب ہر چیز اس کے سامنے دبی ہوئی ہے اور اس پر کسی کا دباؤ نہیں اس کی قوت سب پر غالب وہ کسی کا محتاج نہیں تو اُسے اولاد کی کیا حاجت؟

آگے اللہ تعالیٰ کے واحد وقہار ہونے کی دلیل دی جاتی ہے کہ اس کی قوت اسی سے ظاہر ہے کہ اس نے آسمان اور زمین چاند سورج ستارے اور جملہ مخلوقات کو پیدا کیا اور بنایا اور بنایا بھی تو بڑی حکمت اور بجا طور پر مناسب شکل وصورت کے مطابق پھر تمام مخلوقات پر اسی کا تصرف اور دست قدرت ہے۔ وہی رات دن کا الٹ پھیر کرتا ہے اسی کے حکم سے انتظام کے ساتھ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے مسلسل چلے آ رہے ہیں۔ سورج اور چاند کو اسی نے مسخر کر رکھا ہے کہ وہ اپنے دورے کو پورا کر رہے ہیں۔ ان کے لئے جو طریق کار اور نظام مقرر کر دیا ہے اس کے مطابق اپنے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ جو نظام اور قانون قاعدہ ان کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے اسے کوئی چیز اور طاقت بدل نہیں سکتی تو ان عظیم الشان چیزوں کے بنانے اور ان کو اپنے حکم کے نیچے رکھنے ہی سے اس کی شان و بڑائی اور قوت وحکومت ظاہر ہے۔ انسان کا علم و دخل کچھ ہے تو وہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے قاعدہ اور قانون کے ماتحت ہی چل سکتا ہے۔ کائنات کے انتظام کے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی نئے قاعدہ قانون بنا سکتا ہے اور نہ بنائے ہوئے قاعدہ کو بدل سکتا ہے۔ جب یہ باتیں کسی اور میں نہیں تو اس کا واحد اور قہار ہونا ثابت ہو گیا۔ ان دلائل

کے بعد بھی اگر کوئی انکار توحید کرے تو لوگوں کی یہ گستاخی اور شرارتیں تو ایسی ہیں کہ یہ سب نظام درہم برہم کر دیا جائے اور بصورت انکار سخت سزا دی جائے لیکن وہ بڑا بخشنے والا اور درگزر کرنے والا ہے اور اپنی شان عفو ومغفرت سے ایسا یکدم نہیں کرتا اور اگر کوئی انکار کے بعد بھی اقرار کر لے تو گذشتہ انکار پر عذاب وسزا نہیں دیتا کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا بھی ہے۔

آگے مزید دلائل اپنی وحدانیت اور کامل القدرت ہونے کے دیئے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ آسمان' زمین' چاند' سورج وغیرہ تو اللہ نے پیدا ہی کئے تھے۔ لیکن خود تمہیں بھی اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے۔ پہلے اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام سے ان کی بیوی حضرت حوا کو پیدا کیا اور پھر اس جوڑے سے تمام انسانی نسل دنیا میں پھیلی۔ پھر انسانوں کے نفع کے لئے چار قسم کے چوپائے اونٹ گائے بھیڑ بکری اپنی حکمت سے بنائے اور ہر قسم میں نر و مادہ کا جوڑا برقرار رکھا اس طرح چوپایوں میں آٹھ نر و مادہ پیدا کئے۔ یہاں ان چوپایوں کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ زیادہ کام میں یہی آتے ہیں۔ آگے انسانوں کی پیدائش کی کیفیت بتائی گئی کہ وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں رفتہ رفتہ تین تاریکیوں میں پیدا کرتا ہے۔ یعنی پہلے نطفہ ہوتا ہے پھر خون پھر لوتھڑا پھر گوشت پوست ہڈی رگ پٹھے اور پھر روح کا ڈالا جانا یہ جملہ کیفیات تین تاریکیوں میں ہوتی ہیں۔ ایک تاریکی ماں کے پیٹ کی۔ دوسری تاریکی رحم کی تیسری اس جھلی کی جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

آگے جتلایا جاتا ہے کہ جب تم نے آسمان' زمین' چاند سورج' دن' رات کو دیکھ لیا اور ان کو جس نظام اور قانون کے ساتھ چلایا جا رہا ہے اس کو بھی سن لیا اور پھر انسان کی پیدائش اور اس کے فائدہ کے لئے حیوانات کے پیدا کئے جانے پر بھی غور کر لیا تو اب اس نتیجہ پر پہنچنے میں کیا دیر ہے کہ یہ سب اللہ کی قدرت کے کارنامے ہیں اور اللہ ہی کی وہ ذات ہے کہ جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا اور پھر سب کی دیکھ بھال اور پرورش وتربیت کا انتظام کرتا ہے ساری حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر چیز اسی کے زیر فرمان ہے۔ تو جب خالق' رازق اور مالک وہی ہے تو معبود اس کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ خدائے واحد کے لئے ان صفات کے اقرار کر لینے کے بعد دوسرے کی بندگی کیسی؟ خوب سمجھ لو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جب یہ دلائل سے ثابت ہوا تو افسوس نہ معلوم تمہاری سمجھ اور عقلیں کہاں گئیں کہ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت و بندگی کرنے لگے اور اسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھکے اور ان کو پوجنے لگے۔ کیسی انتہائی نادانی کی بات ہے۔

ابھی آگے کفر وشرک کی برائی اور اس کا ناپسندیدہ ہونا اور اہل کفر کی مذمت کا مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ توحید کی حقیقت ہم کو نصیب فرمائیں۔ اور ہم کو اپنا تابع دار اور اطاعت گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ آپ نے اپنی قدرت سے ہم کو دنیا میں پیدا فرما کر اتنی عمر عطا فرمائی۔ یا اللہ ہم کو اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنی مرضیات میں صرف کرنے کی توفیق عطا فرما اور اپنی صحیح معرفت اور تعلق قوی نصیب فرما۔ یا اللہ یہ کائنات کا نظام جو ایک اٹل قانون کے اندر چل رہا ہے اس میں غور وفکر کر کے ہم کو اپنی توحید کامل کرنے کی توفیق وصلاحیت عطا فرما۔ آمین۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إن تكفروا فإن الله غني عنكم ولا يرضى لعباده الكفر وإن تشكروا يرضه لكم

اگر تم کفر کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہارا حاجتمند نہیں اور وہ اپنے بندوں کیلئے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو گے تو اس کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے

ولا تزر وازرة وزر أخرى ثم إلى ربكم مرجعكم فينبئكم بما كنتم تعملون إنه عليم

اور کوئی کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہوگا۔ سو وہ تم کو تمہارے سب اعمال جتلا دے گا۔ وہ

بذات الصدور ⑦

دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| إن تكفروا اگر تم ناشکری کرو گے | فإن الله تو بیشک اللہ | غني بے نیاز | عنكم تم سے | ولا يرضى اور وہ پسند نہیں کرتا | لعباده اپنے بندوں کیلئے | | |
| الكفر ناشکری | وإن اور اگر | تشكروا تم شکر کرو گے | يرضه لكم وہ اسے پسند کرتا ہے تمہارے لئے | ولا تزر اور نہیں اٹھاتا | وازرة کوئی بوجھ اٹھانےوالا | | |
| وزر بوجھ | أخرى دوسرے کا | ثم پھر | إلى طرف | ربكم اپنا رب | مرجعكم لوٹنا ہے تمہیں | فينبئكم پھر وہ جتلا دے گا تمہیں | بما وہ جو |
| كنتم تعملون تم کرتے تھے | إنه بیشک وہ | عليم جاننے والا | بذات الصدور سینہ (دلوں) کی پوشیدہ باتیں | | | | |

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں بعض حقائق و دلائل توحید بیان فرما کر فانی تصرفون (اے مشرکین تم کہاں بہکے جا رہے ہو) فرمایا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ادھر ادھر کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ اس پر مشرکین کا گمان جا سکتا تھا کہ اللہ کو ہماری بڑی ضرورت ہے اور ہمارے ایمان اور شکر گزاری کی بڑی حاجت ہے جو ہم کو اپنی طرف بلاتا ہے اس خیال کے دفعیہ اور اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ اسے کوئی مانے یا نہ مانے۔ کسی کے کفر سے اس کی خدائی میں ذرہ برابر کمی نہیں آ سکتی۔ مانو گے تب بھی وہی خدا ہے اور نہ مانو گے تب بھی وہ خدا ہے اور رہے گا لیکن خود انسان کا بھلا اسی میں ہے کہ اللہ کو اپنا رب اور معبود مانے۔ اگر کافر بن کر اس کے انعامات اور حقوق کا انکار کرو گے تو تمہارا ہی نقصان ہے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ کفر سے راضی نہیں۔ اپنے بندوں کے کافر اور منکر بننے سے ناخوش ہوتا ہے اور اس چیز کو ان کے لئے ناپسند کرتا ہے اور جو بندے اس کا حق مان کر مطیع اور شکر گزار بنیں۔ یہ بات اس کو پسند ہے جس کا نفع انہیں کو پہنچتا ہے۔ اس طرح ہر شخص وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو۔ یہ نہ ہوگا کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔ ہر شخص اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیا جائے گا اور وہ اس دن صاف صاف بتا دے گا کہ کون شخص کیا کام کرتا رہا ہے کیونکہ وہ ہر ایک کے کاموں سے خوب واقف ہے بلکہ وہ سب کے دلوں تک کے بھید اچھی طرح جانتا ہے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سارا جہان اگر متقی ہو جائے تو اس سے اللہ کو کچھ نفع نہیں پہنچتا اور اگر سارا جہان نافرمان ہو جائے تو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ جیسا جو عمل کرتا ہے لکھا جاتا ہے۔ اگر نیک عمل ہے تو اللہ اپنے فضل سے عمل سے بڑھ کر جزا دے گا اور عمل بد ہے تو بدی کے حیثیت کے موافق سزا ہوگی یا معاف کر دیا جائے گا بغیر ہدایت اور توفیق الٰہی کے آدمی گمراہی میں پڑا ہوا ہے اس کو چاہئے اللہ سے ہدایت کی التجا کرے۔ اللہ اس کو نیک راستہ پر لگا دے گا۔ (ربنا اهدنا الصراط المستقيم) اس صحیح حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ نہ اللہ کو نیک کام کی حیثیت سے بڑھ کر جزا دینے میں کچھ دریغ ہے نہ بدی کے بخش دینے میں کچھ دریغ نہ سارے جہان کے نیک ہو جانے سے اس کا کچھ نفع۔ نہ سارے جہان کے بد بن جانے سے اس کا کوئی ضرر۔ تو اسی غنا

اور بے پروائی کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ اگر سب لوگ منکر ہو جاویں تو اللہ کو ان کے منکر ہونے کی کچھ پروا نہیں۔ خدا کی بادشاہی دنیا کے بادشاہوں جیسی نہیں ہے کہ ان کی سلطنت کو فوج یا رعیت کے منحرف ہو جانے سے ضرر پہنچ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے کسی مفاد کی خاطر نہیں بلکہ خود بندوں کے مفاد کی خاطر یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کفر کریں کیونکہ کفر خود انہیں کے لئے نقصان دہ ہے۔

یہاں ایک ضروری بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور چیز ہے اور اس کی رضا دوسری چیز ہے دنیا کا کوئی کام بھی اللہ کی مشیت کے خلاف نہیں ہو سکتا مگر اس کی رضا کے خلاف بہت سے کام ہو سکتے ہیں اور رات دن ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً دنیا میں ظالموں کا حکمران ہونا چوروں اور ڈاکوؤں کا پایا جانا قاتلوں زانیوں اور شرابیوں کا موجود ہونا اگر اللہ تعالیٰ اپنے بنائے ہوئے نظام قدرت میں سرے سے ان کاموں کی گنجائش ہی نہ رکھتا تو دنیا میں کبھی کوئی برائی ظاہر نہ ہوتی۔ لیکن چونکہ یہ دنیا دارالامتحان ہے اس لئے خیر اور شر دونوں کا وجود دنیا میں انسانوں کی آزمائش کے لئے رکھا گیا اور یہ سب کچھ بربنائے مشیت ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو کچھ مشیت کے تحت صدور ہو رہا ہے اللہ کی رضا بھی اس کو حاصل ہے۔ مثال کے طور پر اس کو یوں سمجھئے کہ ایک شخص اگر حرام و ناجائز راستہ سے اپنا رزق حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ اسی ذریعہ سے اس کو رزق دیتا ہے۔ یہ تو ہے اس کی مشیت۔ مگر مشیت کے تحت چور ڈاکو رشوت خور اور کافر مشرک کو رزق دینے کا یہ مطلب نہیں کہ چوری ڈاکے رشوت کو اللہ تعالیٰ پسند بھی کرتا ہے۔ مشیت الٰہی کا قانون تکوینی دوسرا ہے اور مرضیات الٰہی کا قانون تشریعی جدا ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ یہاں آیت میں فرما رہے ہیں کہ تم کفر کرنا چاہو تو کرو۔ ہم تمہیں زبردستی اور جبراً قہراً اس سے روک کر مومن نہیں بنائیں گے۔ مگر یہ ہمیں پسند نہیں ہے کہ تم بندے ہو کر اپنے خالق و پروردگار سے کفر کرو۔ کیونکہ یہ تمہارے ہی لئے نقصان دہ ہے ہماری خدائی کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا۔

یہاں آیت میں ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ **ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم** اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے اس کے مقابلہ میں **و ان تشکروا یرضہ لکم** فرمایا گیا یعنی اور اگر تم شکر کرو تو اسے وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے تو یہاں کفر کے مقابلہ میں ایمان کے لفظ کی بجائے شکر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ کفر درحقیقت احسان فراموشی اور حق ناشناسی ہے اور ایمان فی الحقیقت شکر گزاری اور احسان مندی اور حق شناسی ہے۔ جس شخص میں اللہ جل شانہ کے احسانات کا کچھ بھی احساس ہو گا وہ ایمان کے سوا دوسری راہ اختیار نہیں کر سکتا اس لئے شکر و ایمان ایسے لازم و ملزوم ہیں کہ جہاں شکر ہو گا وہاں ایمان ضرور ہو گا۔ اور اس کے برعکس جہاں کفر ہو گا وہاں شکر کا سرے سے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ کفر کے ساتھ شکر کے کوئی معنیٰ نہیں۔

ان آیات کے تحت مفسرین نے اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کی تصریح کی ہے کہ دنیا میں کوئی اچھا یا برا کام ایمان یا کفر اللہ تعالیٰ کی مشیت یا ارادہ کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتا۔ اس لئے ہر چیز کے وجود میں آنے کے لئے اللہ جل شانہ کا ارادہ شرط ہے۔ البتہ رضا اور پسندیدگی حق تعالیٰ کی صرف ایمان اور اعمال صالحہ سے متعلق ہوتی ہے۔ کفر و شرک اور معاصی اس کو پسند نہیں۔ (معارف القرآن جلد ۷) اسی بنا پر علمائے اہل حق نے لکھا ہے کہ اہل حق کا مذہب تقدیر پر ایمان لانا ہے اور یہ کہ تمام کائنات اچھی ہو یا بری سب اللہ تعالیٰ کے حکم و تقدیر سے وجود میں آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی تخلیق کا ارادہ بھی کرتا ہے مگر وہ معاصی کو مکروہ و ناپسند سمجھتا ہے اگرچہ ان کی تخلیق کا ارادہ کسی حکمت و مصلحت سے ہوتا ہے جس کو حق تعالیٰ جل علاہٗ ہی جانتے ہیں۔ (معارف القرآن جلد ۷) اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا اور پسندیدگی کے اعمال کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی ناراضگی اور ناپسندیدگی والے اعمال سے ہم کو بچائیں۔

ابھی اہل کفر و شرک کی مذمت اور اس پر تردید اور ایمان کا پسندیدہ ہونا اور اہل ایمان کی تعریف کا مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا

اور آدمی کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو جس کیلئے پہلے سے (خدا کو) پکار رہا تھا

اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ

اس کو بھول جاتا ہے اور خدا کے شریک بنانے لگتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ سے (دوسروں کو) گمراہ کرتا ہے آپ (ایسے شخص سے) کہہ دیجئے کہ اپنے کفر کی بہار تھوڑے دنوں اور لوٹ لے

اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ

(پھر آخرکار) تو دوزخیوں میں سے ہونیوالا ہے بھلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ و قیام کی حالت میں عبادت کر رہا ہو آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی

رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹

رحمت کی امید کر رہا ہو آپ کہیئے کیا علم والے اور جہل والے برابر ہوتے ہیں وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاِذَا اور جب | مَسَّ لگے پہنچے | الْاِنْسَانَ انسان | ضُرٌّ کوئی سختی | دَعَا رَبَّهٗ وہ پکارتا ہے اپنا رب | مُنِيْبًا رجوع کرکے | اِلَيْهِ اس کی طرف | |
| ثُمَّ اِذَا پھر جب | خَوَّلَهٗ وہ اسے دے | نِعْمَةً نعمت | مِّنْهُ اپنی طرف سے | نَسِيَ وہ بھول جاتا ہے | مَا جو | كَانَ يَدْعُوْٓا وہ پکارتا تھا | اِلَيْهِ اسکی طرف۔ لیے |
| مِنْ قَبْلُ اس سے قبل | وَجَعَلَ اور وہ بنالیتا ہے | لِلّٰهِ اللہ کیلئے | اَنْدَادًا شریک | لِّيُضِلَّ تاکہ گمراہ کرے | عَنْ سَبِيْلِهٖ اسکے راستے سے | قُلْ فرمادیں | |
| تَمَتَّعْ فائدہ اٹھالے | بِكُفْرِكَ اپنے کفر سے | قَلِيْلًا تھوڑا | اِنَّكَ بیشک تو | مِنْ سے | اَصْحٰبِ النَّارِ آگ (دوزخ) والے | اَمَّنْ یا جو | هُوَ وہ |
| قَانِتٌ عبادت کرنیوالا | اٰنَآءَ الَّيْلِ گھڑیوں میں رات کی | سَاجِدًا سجدہ کرنیوالا | وَّقَآئِمًا اور قیام کرنیوالا | يَّحْذَرُ وہ ڈرتا ہے | الْاٰخِرَةَ آخرت | | |
| وَيَرْجُوْا اور امید رکھتا ہے | رَحْمَةَ رحمت | رَبِّهٖ اپنا رب | قُلْ فرمادیں | هَلْ کیا | يَسْتَوِي برابر ہیں | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | يَعْلَمُوْنَ وہ علم رکھتے ہیں |
| وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ | لَا يَعْلَمُوْنَ جو علم نہیں رکھتے ہیں | اِنَّمَا اسکے سوا نہیں | يَتَذَكَّرُ نصیحت قبول کرتے ہیں | اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے | | | |

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں کفر و ناشکری کی مذمت میں بتلایا گیا تھا کہ اگر تم ناشکری کرو گے تو اللہ کا کچھ بھی نہیں بگڑے گا اور اس کو تمہاری شکر گزاری کی حاجت بھی نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ بندے اگر اس کی ناشکری و کفران نعمت کرتے ہیں تو وہ اس کو پسند نہیں فرماتا اور ناخوش ہوتا ہے اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو وہ اس کو پسند کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں آگے انسان کی جس سے مراد یہاں کافر اور مشرک انسان ہے اس کی ناشکری کا حال ان آیات میں بیان کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کافر انسان کی بھی عجیب حالت ہے کہ جب کوئی سختی اور مصیبت آپڑتی ہے تو پھر رب حقیقی کو یاد کرنے لگتا ہے کیونکہ دیکھتا ہے کہ کوئی مصیبت کو ہٹانے والا نہیں۔ مشرکین عرب کے متعلق دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب دریا یا سمندر میں ہوتے ہیں اور وہاں کوئی آفت آتی دیکھتے ہیں تو جن جن کو خدا کے سوا پکارا کرتے تھے اس وقت سب کو بھول جاتے ہیں اور صرف خدا کو پکارنے لگتے ہیں۔ لیکن نجات پاتے ہی منہ پھیر لیتے ہیں۔ جہاں درد دکھ ٹل گیا پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا مصیبت کے وقت اس نے رب حقیقی کو پکارا ہی نہ تھا۔ انسان کی اس حالت کو ایک دوسری آیت میں اس طرح ظاہر فرمایا گیا ہے کہ تکلیف کے وقت تو انسان ہمیں اٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہر وقت پکارتا ہے لیکن اس تکلیف کے ہٹتے ہی وہ بھی ہم سے ہٹ جاتا ہے گویا اس نے دکھ درد کے وقت ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ بلکہ عافیت کے وقت خدا

کے ساتھ شریک کرنے لگتا ہے اسی حالت کو یہاں آیت میں بیان کیا گیا کہ کیسا ناشکرا انسان ہے کہ جب مصیبت آپڑے تو ہمیں یاد کرتا ہے۔ پھر جہاں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ذرا آرام واطمینان نصیب ہوا تو معاً وہ پہلی حالت بھول جاتا ہے اور پھر عیش وعشرت کے نشہ میں ایسا غافل اور مست ہو جاتا ہے گویا کبھی ہم سے واسطہ ہی نہ تھا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو خدائے واحد کے ساتھ کرنا چاہئے تھا۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور اپنے قول وفعل سے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ کافر کی اس ناشکری پر آگے فرمایا جاتا ہے کہ اچھا کافر رہ کر چندروزہ یہاں دنیا میں عیش اڑا لے اور خدا نے جب تک مہلت دے رکھی ہے دنیا کی نعمتوں سے تمتع کرتا رہ اس کے بعد تجھے دوزخ میں رہنا ہے جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔ یہ تو ایک کافر اور مشرک انسان کی حالت بیان ہوئی اس کے مقابلہ میں ایک اہل ایمان کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ جو بندہ رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا۔ کبھی سجدہ میں گرا۔ ایک طرف آخرت کا خوف اس کے دل کو بیقرار کئے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس بندھا رکھی ہے تو کیا یہ سعید بندہ اور وہ بدبخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت تو خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو گویا ایک عالم وجاہل یا ایک سمجھدار اور ایک بیوقوف میں کچھ فرق ہی نہ رہا مگر اس بات کو بھی وہی سوچتے سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے۔

یہاں مشرکین عرب کا حال بتلایا گیا اور ان کی اس خصلت کی مذمت کی گئی کہ جب مصیبت پڑی تو رب حقیقی کی طرف رجوع ہو کر اس کو پکارنے لگے اور جب مصیبت خدا کی مہربانی سے ٹل گئی تو پھر حق تعالیٰ سے انحراف اور غفلت اور غیر اللہ کی بندگی میں لگ گئے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ خصلت کہ جب مصیبت پڑی تو اللہ یاد آ گیا اور جب مصیبت دور ہوئی تو پھر حق تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے انحراف اختیار کر لینا یہ حالت جب کافر اور مشرک کے لئے ناپسندیدہ اور باعث مذمت ہے تو ایک مسلمان کے لئے کیسے پسندیدہ ہو سکتی ہے۔

پھر ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس زمانہ کے مشرکین عرب جن کی مذمت فرمائی گئی آج کے دہریوں اور مادہ پرستوں سے تو بہتر تھے۔ آج کے مادہ پرست دہریئے اور کفار خدا تعالیٰ کے وجود ہی کے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان میں براہ راست گستاخیاں کرتے ہیں اب خواہ یورپ کے دہریئے ہوں یا روس کے کمیونسٹ ہوں وہ تو اس کے قائل ہیں کہ معاذ اللہ خدا کوئی چیز نہیں ہم اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ ہم سے ہمارے اعمال کی باز پرس کرنے والا کوئی نہیں۔ اسی بدترین کفر وناشکری کا نتیجہ ہے کہ پوری دنیا سے امن واطمینان چین وسکون مفقود ہو چکا ہے عیش وآرام کے نئے نئے سامان بہت مگر جس کا نام راحت قلب ہے وہ غائب علاج کے جدید آلات اور تحقیقات کی بہتات ہے مگر امراض کی اتنی کثرت ہے کہ جو پہلے کسی زمانہ میں سنی نہیں گئی۔ تو اس کفر وشرک کی سزا تو آخرت میں سب ہی کفار دہریوں اور کمیونسٹوں وغیرہ کے لئے دائمی جہنم ہے مگر اس اندھی ناشکری اور کفران نعمت کی سزا کچھ دنیا میں بھی بھگتنی پڑتی ہے کہ جس کی دی ہوئی نعمتوں میں تصرفات کر کے چاند اور ستاروں میں پہنچنے کے حوصلے پیدا ہوئے اسی کا انکار ناشکری اور ناسپاسی۔

حق تعالیٰ غفلت اور انحراف کے مہلک امراض سے ہماری حفاظت فرمائیں اور اپنے شکر گزار اور فرمانبردار بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرمائیں اور ہر حال میں اپنے ذکر وفکر اور ہمیشہ اپنی طرف رجوع رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے اہل ایمان کو حق تعالیٰ کی اطاعت میں لگے رہنے کی ترغیب اور اپنے رب حقیقی کی عبادت کرتے رہنے کی تلقین فرمائی جاتی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ

آپ کہئے کہ اے میرے ایمان والے بندو تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کیلئے نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین

اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝۱۰ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا

فراخ ہے۔ مستقل رہنے والوں کو اُن کا صلہ بے شمار ہی ملے گا آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (منجانب اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اسی کیلئے

لَّهُ الدِّیْنَ ۝۱۱ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۱۲ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ

خالص رکھوں۔ اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ سب مسلمانوں میں اول میں ہوں آپ یہ (بھی) کہہ دیجئے اگر (بفرض محال) میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔

یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۱۳ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ۝۱۴ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ ہی کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھتا ہوں۔ سو خدا کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز کو چاہے اسکی عبادت کرو۔ آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ پورے زیانکار

الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۝۱۵ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ

وہی لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یاد رکھو کہ صریح خسارہ یہ ہے۔ ان کیلئے ان کے اوپر سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے

ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۝۱۶

اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے یہ وہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اے میرے بندو مجھ سے ڈرو

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قُلْ فرمادیں | یٰعِبَادِ اے میرے بندو | الَّذِیْنَ جو | اٰمَنُوْا ایمان لائے | اتَّقُوْا تم ڈرو | رَبَّكُمْ اپنا رب | لِلَّذِیْنَ ان کیلئے جنہوں نے | اَحْسَنُوْا اچھے کام کیے |
| فِیْ میں | هٰذِهِ الدُّنْیَا اس دنیا | حَسَنَةٌ بھلائی | وَاَرْضُ اللّٰهِ اور اللہ کی زمین | وَاسِعَةٌ وسیع | اِنَّمَا اسکے سوا نہیں | یُوَفَّى پورا بدلہ دیا جائیگا | |
| الصّٰبِرُوْنَ صبر کرنیوالے | اَجْرَهُمْ ان کا اجر | بِغَیْرِ حِسَابٍ بے حساب | قُلْ فرمادیں | اِنِّیْٓ اُمِرْتُ بیشک مجھے حکم دیا گیا | اَنْ کہ | | |
| اَعْبُدَ اللّٰهَ میں اللہ کی عبادت کروں | مُخْلِصًا خالص کرکے | لَّهُ اسی کیلئے | الدِّیْنَ عبادت | وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا | لِاَنْ اس کا | اَكُوْنَ کہ میں ہوں | |
| اَوَّلَ پہلا | الْمُسْلِمِیْنَ (جمع) مسلم۔ فرمانبردار | قُلْ فرمادیں | اِنِّیْٓ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں | اِنْ اگر | عَصَیْتُ میں نافرمانی کروں | رَبِّیْ اپنا پروردگار | |
| عَذَابَ عذاب | یَوْمٍ عَظِیْمٍ ایک بڑا دن | قُلْ فرمادیں | اللّٰهَ اَعْبُدُ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں | مُخْلِصًا خالص کرکے | لَّهٗ اسی کیلئے | دِیْنِیْ اپنی عبادت | |
| فَاعْبُدُوْا پس تم پرستش کرو | مَا شِئْتُمْ جس کی تم چاہو | مِّنْ دُوْنِهٖ اس کے سوائے | قُلْ فرمادیں | اِنَّ بیشک | الْخٰسِرِیْنَ گھاٹا پانے والے | الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے | |
| خَسِرُوْٓا گھاٹے میں ڈالا | اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو | وَاَهْلِیْهِمْ اور اپنے گھر والے | یَوْمَ الْقِیٰمَةِ روز قیامت | اَلَا خوب یاد رکھو | ذٰلِكَ یہ | هُوَ وہ | الْخُسْرَانُ گھاٹا |
| الْمُبِیْنُ صریح | لَهُمْ ان کیلئے | مِّنْ فَوْقِهِمْ ان کے اوپر سے | ظُلَلٌ سائبان (چادریں) | مِّنَ النَّارِ آگ کے | وَ اور | مِنْ تَحْتِهِمْ ان کے نیچے سے | |
| ظُلَلٌ سائبان (چادریں) | ذٰلِكَ یہ | یُخَوِّفُ اللّٰهُ ڈراتا ہے اللہ | بِهٖ اس سے | عِبَادَهٗ اپنے بندوں | یٰعِبَادِ اے میرے بندو | فَاتَّقُوْنِ پس مجھ سے ڈرو | |

**تفسیر وتشریح:** گذشتہ آیات میں ایک کافر ومشرک کا حال بیان ہوا تھا کہ وہ دنیا کے عیش وآرام میں پھنس کر اللہ سے بالکل

غافل رہتا ہے اور کسی بڑی آفت میں پھنستا ہے اور دیکھتا ہے کہ اب مصیبت کو ہٹانے والا کوئی نہیں تو پھر اس کو خدا یاد آتا ہے اور اس وقت اسے اور کوئی یاد نہیں آتا لیکن مصیبت ٹلتے ہی وہ پہلی حالت بھول جاتا ہے اور پھر بدستور عیش وعشرت کے نشہ میں ایسا غافل ہوتا ہے کہ گویا کبھی خدا سے واسطہ ہی نہ تھا اور بھول کر بھی اس کو یاد نہیں کرتا۔ بلکہ اسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اس کے برخلاف اللہ کے فرمانبردار بندے کی حالت بھی بیان ہوئی تھی جو راتوں کو اٹھ کر اللہ کے آگے جھکتا ہے کبھی اپنے مالک کے آگے دست بستہ کھڑا رہتا ہے اور کبھی سجدہ میں گرتا ہے ایک طرف اس کے دل میں آخرت کا کھٹکا لگا رہتا ہے تو دوسری طرف اللہ کی رحمت کا سہارا اور آسرا بندھا ہوتا ہے مصیبت میں بھی اسی کو پکارتا ہے اور راحت میں بھی اسی کا شکرادا کرنے میں لگا رہتا ہے تو اس طرح کفر اور اہل کفر کی مذموم اور ایمان اور اہل ایمان کا محمود ہونا ثابت فرمایا گیا تھا۔ اب جب اہل ایمان کا عنداللہ محمود ہونا معلوم ہو گیا تو ایسے ایماندار بندوں کو اطاعت کی ترغیب اور اپنے رب کی عبادت پر جمے رہنے کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مومنین کو میری طرف سے کہہ دیجئے کہ میرے ایمان والے بندو تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو یعنی صرف ایمان لا کر نہ رہ جاؤ بلکہ اس کے ساتھ تقویٰ یعنی خدا کا خوف بھی اختیار کرو اور جن چیزوں کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو بجالاؤ اور ان پر عمل کرو اور جن چیزوں سے روکا اور منع کیا ہے ان سے بچو۔ آگے اس تقویٰ اور خوف خداوندی اختیار کرنے کا ثمرہ اور نفع بتلایا گیا کہ جس نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا اس کے لئے نیک صلہ ہے آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی۔ اس کی دنیا بھی سدھر جائے گی اور آخرت میں بھی بھلائی حاصل ہوگی۔ آگے انہی ایماندار بندوں کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اگر تم ایک جگہ اپنے وطن میں یا شہر میں یا ملک میں خدا کی عبادت استقلال سے نہ کر سکو اور لوگ تمہیں نیک راہ چلنے سے مانع ہوں تو خدا کی زمین کشادہ ہے دوسری جگہ چلے جاؤ جہاں آزادی سے اس کے احکام بجالا سکو۔ بلاشبہ اس ترک وطن کرنے میں مصائب بھی برداشت کرنا پڑیں گے۔ اور طرح طرح کے خلاف عادت وطبیعت امور پر صبر بھی کرنا پڑے گا لیکن ثواب بھی بے شمار ایسوں ہی کو ملے گا جس کے مقابلہ میں دنیا کی سب سختیاں اور تکلیفیں ہیچ ہیں۔ گویا یہاں اہل ایمان کو مکہ سے ہجرت کی ترغیب ہے کہ جن پر کفار مکہ نے اس وقت ظلم وستم ڈھا رکھا تھا اور دین اسلام پر زندگی گزارنا دشوار بنا رکھا تھا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں فقط تمہیں ہی زبانی پیغام پہنچانے نہیں آیا ہوں بلکہ وہ پیغام خود میرے لئے بھی حکم کی صورت رکھتا ہے اور مجھ کو منجانب اللہ حکم ہوا ہے کہ میں بھی فقط اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کروں اور اس طرح عبادت کروں کہ اس میں شائبہ شرک کا نہ ہو اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں خود اسلام کو حق ماننے والا اور اسلام کے احکام پر چلنے والا ہو جاؤں اور دوسروں کے لئے اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ بن کر دکھاؤں۔ نیز یہ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی لوگوں سے کہہ دیجئے کہ بفرض محال اگر میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں اور اس کی نافرمانی کروں تو مجھے بھی قیامت کے دن اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ کا اندیشہ ہے مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی اوراس پرسزا کے قاعدہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی معصوم اور مقرب اور محبوب ذات بھی مستثنیٰ نہیں تو دوسرے لوگ تو کس شمار میں ہیں۔ اس لئے دوسروں کو تو اللہ کی نافرمانی سے بہت ہی زیادہ اجتناب کرنا چاہئے آگے ارشاد ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ جس بات کا مجھ کو حکم ہوا ہے جس کا ابھی اوپر ذکر ہوا میں تو اسی پر کاربند بھی ہوں چنانچہ میں تو صرف اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری میں کسی اور کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔ خالص اسی کی بندگی کرتا ہوں اسی کے آگے جھکتا ہوں اور جو کچھ مانگتا ہوں اسی سے مانگتا ہوں۔ تمہیں میرے طریقہ پر چلنا ہے تو تم بھی وہی کرو جو میں کرتا ہوں اور اگر تم میری بات نہیں سنتے اور میرے عمل کے مطابق عمل نہیں کرتے تو تم جانو اور تمہارا کام ایک خدا کو چھوڑ کر تمہارا دل جس کی عبادت کو چاہے کرو قیامت کے دن اس کا نقصان خود بھگتو گے اور اپنی جان کے لئے بھی اور اپنے گھر والوں کے لئے بھی آفت مول لو گے۔ اور یاد رکھو کہ قیامت کا نقصان سب سے زیادہ زبردست نقصان ہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ متنبہ فرماتے ہیں کہ کیا ان مشرکین کو دکھائی نہیں دیتا کہ یہ نقصان سب سے زیادہ کھلا خسارہ ہے اور اس خسارہ کی کیفیت یہ ہوگی کہ ان مشرکین کے لئے سر کے اوپر آگ کی تہ بتہ چادریں بادلوں کی طرح چھائی ہوں گی اور ان کے نیچے بھی آگ کی تہ بتہ چادریں بچھی ہوں گی۔ غرض ہر طرف سے نار جہنم ان کو محیط ہوگی۔ یہی وہ عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور اس سے بچنے کی تدبیریں بتلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اتنا بندوبست کیا کہ اپنے رسول بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل کیں۔ یہ سارا بندوبست اسی لئے ہے کہ وہ اپنے بندوں کو نافرمانی کے انجام سے ڈراوے۔ اب سمجھ لو کہ یہ چیز ڈرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اللہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے اور کفر وشرک سے بچنا چاہئے اور خالص اللہ ہی کی عبادت وبندگی کرنا چاہئے۔

یہاں **وارض الله واسعة** سے یعنی اللہ کی زمین فراخ ہے معلوم ہوا کہ یہ عذر کوئی نہیں کرسکتا کہ میں جس شہر یا ملک میں رہتا ہوں یا جس ماحول میں پھنسا ہوا ہوں اس کا ماحول مجھے اعمال صالحہ سے روکتا ہے۔ دین کی پابندی اور اللہ کی بندگی میں مانع ہے اس جملہ میں بتلا دیا گیا کہ اگر کسی خاص شہر ملک یا خاص ماحول میں رہتے ہوئے کسی مسلمان اور اہل ایمان کے لئے احکام شرعیہ کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس کو چھوڑ دو اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ کسی ایسی جگہ اور ماحول میں جا کر رہو جو اطاعت الٰہیہ کے لئے سازگار ہو۔ اس میں ترغیب ہے ایسی جگہ سے ہجرت کی جس میں رہتے ہوئے ایک مسلمان احکام دینیہ کی پابندی نہ کرسکے۔ اور اگلے جملہ میں **انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب** جو فرمایا یعنی اگر ترک وطن میں کچھ تکلیف پہنچے اور ان تکالیف پر صبر کرنے والوں اور دین میں مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بغیر حساب ملے گا۔

بغیر حساب سے مراد یہ ہے کہ صبر کرنے والوں کا ثواب کسی مقرر اندازے اور پیمانے سے نہیں بلکہ بے اندازہ و بے حساب دیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ حضرت انسؓ نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز میزان عدل قائم کی جائے گی۔ اہل صدقہ آئیں گے تو ان کے صدقات کو تول کر اس کے حساب سے پورا پورا اجر دے دیا جائے گا۔ اسی طرح نماز اور حج وغیرہ عبادات والوں کی عبادات کو تول کر حساب سے پورا پورا اجر دے دیا جائے گا۔ پھر جب بلا اور مصیبت میں صبر کرنے والے آئیں

گے تو ان کے لئے کوئی پیمانہ اور وزن نہیں ہوگا۔ بلکہ بغیر حساب اور بغیر اندازہ کے ان کی طرف ثواب بہا دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب. یہاں تک کہ وہ لوگ جن کی دنیاوی زندگی عافیت میں گزری تھی تمنا کرنے لگیں گے کہ کاش دنیا میں ان کے بدن قینچیوں کے ذریعہ کاٹے گئے ہوتے تو آج ہمیں بھی صبر کا ایسا ہی بغیر حساب صلہ ملتا۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہاں آیت میں صابرون سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا کے مصائب اور تکلیف اور رنج وغم پر صبر کرنے والے ہیں اور بعض حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ صابرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو معاصی اور گناہوں سے اپنے نفس کو روکیں اور گناہوں سے باز رکھنے کی مشقت پر صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین حق پر قائم رہنے کی مشقت اور مشکلات پر صبر کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے صابرین بندوں میں شامل فرمائیں۔ آمین۔

الغرض یہاں آخری آیات میں کفار ومشرکین کے متعلق بتلایا گیا کہ قیامت میں پورے خسارے اور نقصان میں پڑنے والے یہی ہوں گے اور اس خسارہ کی کیفیت یہ ہوگی کہ جہنم کی آگ کے محیط شعلے ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوں گے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اب آگے اہل ایمان کو جو اپنے رب کے احکام کان لگا کر سنتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں ان کو بشارت اور خوشخبری سنائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ایمان کے ساتھ ہمیں اپنا وہ خوف وخشیت بھی عطا فرمائیں کہ جو ہم ہر چھوٹے بڑے گناہ اور نافرمانی سے بچ جائیں۔

یا اللہ ہم کو دین پر استقامت عطا فرما اور دین پر قائم رہنے کے لئے ہر مشقت کو برداشت کرنے کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ قیامت میں خسارہ اور نقصان سے ہم کو بچا لیجئے۔

یا اللہ ہمیں ایسا ماحول عطا فرمایئے جو دین میں ہمارے لئے معین ومددگار ہو اور اطاعت احکام الٰہیہ کے لئے سازگار ہو۔

یا اللہ اب ہمارے معاشرہ میں جو منکرات اور ممنوعات پھیلتے جارہے ہیں ان کی اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمایئے اور معاشرہ میں دین داری تقویٰ اور پرہیزگاری پھیلنے اور پھیلانے میں ہماری مدد فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ

اور جولوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں سوآپ میرے اُن بندوں کوخوشخبری سنادیجئے جو

یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

اس کلام (الٰہی) کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہل عقل ہیں۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

بھلا جس شخص پر عذاب کی بات محقق ہو چکی تو کیا آپ ایسے شخص کو جو کہ (علم الٰہی میں) دوزخ میں ہے چھڑا سکتے ہیں۔لیکن جولوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں

لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ۬ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ﴿۲۰﴾

ان کیلئے (جنت کے) بالا خانے ہیں جن کے اوپر اور بالا خانے ہیں جو بنے بنائے تیار ہیں ان کے نیچے نہریں چل رہی ہیں یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَالَّذِیْنَ اور جولوگ | اجْتَنَبُوا بچتے رہے | الطَّاغُوْتَ سرکش شیطان | اَنْ کہ | یَعْبُدُوْهَا اسکی پرستش کریں | وَاَنَابُوْٓا اور انہوں نے رجوع کیا | | |
| اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف | لَهُمْ ان کیلئے | الْبُشْرٰى خوشخبری | فَبَشِّرْ سوخوشخبری دیں | عِبَادِ میرے بندوں | الَّذِیْنَ وہ جو | یَسْتَمِعُوْنَ سنتے ہیں | الْقَوْلَ بات |
| فَیَتَّبِعُوْنَ پھر پیروی کرتے ہیں | اَحْسَنَهٗ اسکی اچھی باتیں | اُولٰٓئِكَ وہی لوگ | الَّذِیْنَ وہ جنہیں | هَدٰىهُمُ اللّٰهُ انہیں ہدایت دی اللہ نے | وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ | | |
| هُمْ وہ | اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے | اَفَمَنْ کیا۔تو۔جو۔جس | حَقَّ ثابت ہوگیا | عَلَیْهِ اس پر | كَلِمَةُ حکم۔وعید | الْعَذَابِ عذاب | |
| اَفَاَنْتَ کیاپس۔تم | تُنْقِذُ بچالوگے | مَنْ جو | فِی النَّارِ آگ میں | لٰكِنِ لیکن | الَّذِیْنَ اتَّقَوْا جولوگ ڈرے | رَبَّهُمْ اپنارب | لَهُمْ ان کیلئے |
| غُرَفٌ بالا خانے | مِّنْ فَوْقِهَا ان کے اوپر سے | غُرَفٌ بالا خانے | مَّبْنِیَّةٌ بنے بنائے | تَجْرِیْ جاری ہیں | مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے | الْاَنْهٰرُ نہریں | |
| | وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ | لَا یُخْلِفُ خلاف نہیں کرتا | اللّٰهُ اللہ | الْمِیْعَادَ وعدہ | | | |

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار مشرکین کو توحید اور دین حق کی تلقین فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کے ساتھ اور کسی کی عبادت کو نہ ملاؤ اور جولوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو انہوں نے اپنا اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کا ناس کرلیا اور قیامت کے دن یہ سب سے زیادہ نقصان اور خسارہ اٹھانے والے ہوں گے جس کی شکل یہ ہوگی کہ اوپر اور نیچے ہر چہار طرف سے ان کو نار جہنم کے شعلے گھیرے ہوں گے گویا اوڑھنا بچھونا سب آگ کا ہوگا۔ یہ حال تو کفار ومشرکین کا بیان ہوا تھا اب ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی خالص توحید کو اختیار کرنے والوں کو خوشخبری اور بشارت سنائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جولوگ بت پرستی اور شیطانی طریقوں سے بچتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع بھی ہوتے ہیں ان کے لئے بڑی بھاری خوشخبری ہے اور وہ مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں اس لئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے ایسے بندوں کوخوشخبری سنادیجئے یہاں جس خوشخبری کا ذکر فرمایا گیا ہے حدیث شریف میں اس خوشخبری کے بہت سے مواقع بیان فرمائے گئے ہیں مثلاً قبض روح کے وقت فرشتوں کا جنت اور اللہ کی خوشنودی کی خوشخبری

دینا۔ قبر میں راحت و آرام کے ساتھ رہنے کی خوشخبری ملنا قبر سے نکلنے کے وقت اور میدان حشر میں ملائکہ کا جنت و مغفرت کا مژدہ سنانا۔

آگے ایسے بندوں کی جو مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں ایک صفت بیان کی جاتی ہے جو دل کے کانوں سے سننے کے لائق ہے۔ صفت یہ بیان کی گئی **الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه** جو اس کلام الٰہی کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں تو معلوم ہوا کہ قرآن و سنت اور دین کی باتیں محض سن لینا کافی نہیں بلکہ سن کر ان پر عمل کی نیت اور کوشش بھی کرنا چاہئے آگے ایسے لوگوں کی یعنی جو دین کی باتیں سنتے ہیں اور پھر اس پر عمل بھی کرتے ہیں تعریف فرمائی جاتی ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں۔ یعنی کامیابی کا راستہ ان ہی کو ملا ہے کیونکہ انہوں نے عقل سے کام لے کر توحید خالص اور انابت الی اللہ کا راستہ اختیار کیا۔ قرآن کریم نے بار بار اور متعدد جگہ اہل عقل و فہم انہی کو قرار دیا ہے جو راہ ہدایت اختیار کرتے ہیں اور اس پر قائم رہتے ہیں۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جن لوگوں کو آخرت اور وہاں کے نجات کی فکر نہ ہو اور دل میں تحقیق حق کا اہتمام نہ ہو ان سے بڑھ کر کم عقل اور کم فہم اور زیاں کار اور خسارہ و نقصان اٹھانے والا اور کون ہوگا۔

آگے ان خوشخبری کے قابل راہ یافتہ اور صاحب عقل لوگوں کے مقابل ازلی بدبختوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جن پر ان کی ضد و عناد اور بداعمالیوں کی بدولت عذاب کا حکم ثابت ہو چکا کیا وہ کامیابی کا راستہ پا سکتے ہیں بھلا ایسے بدبختوں کو جو شقاوت ازلی کے سبب آگ میں گر چکے ہوں کون ان کو راہ پر لا سکتا ہے اور کون ان کو آگ سے نکال سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو ایمان کا قصد ہی نہ کرے اور اپنے کو اسباب ہلاکت سے بچانے کی فکر ہی نہ کرے تو اسے ایمان پر مجبور اور نقطۂ ایمان پر لے آنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امکان و اختیار سے بھی خارج ہے۔ بعض مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی آرزو تھی کہ سب قریش مسلمان ہو جاویں اس لئے قریش کی سرکشی کے سبب سے جب آپ کی اس آرزو کے خلاف کوئی بات قریش کی جانب سے ظہور میں آتی تو آپ کو رنج ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آپ کی تسکین فرمائی کہ بعض لوگ قریش میں ایسے ہیں کہ خدا کے ازلی علم میں جہنمی قرار پا چکے ہیں ان لوگوں کے لئے یہ چاہنا کہ وہ اسلام لے آویں اور ضلالت سے نکل آویں تو ایسے لوگ کوشش سے بھی ضلالت سے نہ نکلیں گے اس لئے ان پر تاسف اور غم بے سود ہے۔ ہاں جو لوگ ایسے ہیں کہ ان کے حق میں کلمۃ العذاب محقق نہیں ہوا اور اس وجہ سے وہ آپ سے احکام سن کر اپنے رب سے ڈرتے رہے جن کے صفات اوپر آ چکے ہیں تو ایسوں کے لئے جنت کے اعلیٰ درجات ہیں جہاں ان کو ایسے بالاخانہ عطا ہوں گے کہ جو ایک کے اوپر دوسرے بنتے چلے گئے ہیں۔ یعنی کئی منزلوں کے مکانات و محلات ہوں گے اور جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور یہ سب جنت کے محلات اور بالا خانے بنے بنائے تیار ہیں جن کا اللہ نے وعدہ کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ یعنی یہ ضرور سب کچھ ملے گا۔

اب یہاں آخرت کی جو لازوال نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا تو ان کے حصول سے مانع انہماک فی الدنیا ہے اس لئے آگے دنیا کی زندگی کی حقیقت کو سمجھایا گیا ہے کہ جس کا آخر فنا ہے اور جس میں منہمک ہو کر ابدی راحت سے محروم رہنا ابدی مصیبت کو سر پر لینا نہایت درجہ کی حماقت ہے۔ جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا

(اے مخاطب) کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو زمین کے سوتوں میں داخل کر دیتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے کھیتیاں پیدا کرتا ہے جس کی مختلف

اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ

قسمیں ہیں پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر (اللہ تعالیٰ) اس کو چورا چورا کر دیتا ہے اس (نمونہ) میں اہل عقل کیلئے بڑی عبرت ہے۔

شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ

سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے (کیا وہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں) سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے

اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ

ان کیلئے بڑی خرابی ہے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی ہے

جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ

جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ (قرآن)

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا | اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ | اَنْزَلَ اتارا | مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے | مَآءً پانی | فَسَلَكَهٗ پھر چلایا اسکو | يَنَابِيْعَ چشمے | فِي الْاَرْضِ زمین میں | |
| ثُمَّ پھر | يُخْرِجُ وہ نکالتا ہے | بِهٖ اس سے | زَرْعًا کھیتی | مُّخْتَلِفًا مختلف | اَلْوَانُهٗ اس کے رنگ | ثُمَّ يَهِيْجُ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے | فَتَرٰىهُ پھر تو دیکھے اسے | |
| مُصْفَرًّا زرد | ثُمَّ يَجْعَلُهٗ پھر وہ کر دیتا ہے اسے | حُطَامًا چورا چورا | اِنَّ بیشک | فِيْ ذٰلِكَ اس میں | لَذِكْرٰى البتہ نصیحت | لِاُولِي الْاَلْبَابِ عقل والوں کیلئے | | |
| اَفَمَنْ کیا۔ پس جس | شَرَحَ اللّٰهُ اللہ نے کھول دیا | صَدْرَهٗ اس کا سینہ | لِلْاِسْلَامِ اسلام کیلئے | فَهُوَ تو وہ | عَلٰى پر | نُوْرٍ نور | مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے | |
| فَوَيْلٌ سو خرابی | لِّلْقٰسِيَةِ ان کیلئے۔ سخت | قُلُوْبُهُمْ ان کے دل | مِّنْ سے | ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد | اُولٰٓئِكَ یہی لوگ | فِيْ میں | ضَلٰلٍ گمراہی | مُّبِيْنٍ کھلی |
| اَللّٰهُ اللہ | نَزَّلَ نازل کیا | اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ بہترین کلام | كِتٰبًا ایک کتاب | مُّتَشَابِهًا ملتی جلتی (آیات والی) | مَّثَانِيَ دہرائی گئی | تَقْشَعِرُّ بال کھڑے ہو جاتے ہیں | | |
| مِنْهُ اس سے | جُلُوْدُ جلدیں | الَّذِيْنَ جو لوگ | يَخْشَوْنَ وہ ڈرتے ہیں | رَبَّهُمْ اپنا رب | ثُمَّ پھر | تَلِيْنُ نرم ہو جاتی ہیں | جُلُوْدُهُمْ ان کی جلدیں | |
| وَقُلُوْبُهُمْ اور انکے دل | اِلٰى طرف | ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد | ذٰلِكَ یہ | هُدَى اللّٰهِ اللہ کی ہدایت | يَهْدِيْ بِهٖ ہدایت دیتا ہے اس سے | | | |
| مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے | وَمَنْ اور۔ جو۔ جس | يُّضْلِلِ اللّٰهُ گمراہ کرتا ہے اللہ | فَمَا تو نہیں | لَهٗ اس کیلئے | مِنْ هَادٍ کوئی ہدایت دینے والا | | | |

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ شیطانی کاموں سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور قرآن وسنت کی باتوں کو سن کر ان پر عمل پیرا ہوئے اور تقویٰ اختیار کیا تو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ خوشخبری دی تھی کہ دار آخرت میں ان کے لئے جنت کی راحتیں ہیں جہاں ان کے رہنے کو اونچے اونچے محلات تیار ہیں جن کی منزلوں پر منزلیں چلی گئی ہیں اور

جن کے نیچے صاف شفاف نہریں بہہ رہی ہیں اس طرح دار آخرت کی نعمتوں کا ذکر کرکے آخرت کی رغبت دلائی گئی تھی اس کے بعد دنیا کی بے ثباتی کہ جس میں منہمک ہوکر انسان آخرت سے غافل ہوتا اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا جاتا ہے اور یہ سبق دیا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی زندگی اور اس کی بہاریں سب عارضی ہیں آخر اس کو فنا ہے اور یہ دنیا وہ چیز نہیں ہے کہ جس کے حسن اور ظاہری ٹیپ ٹاپ پر فریفتہ ہوکر انسان خدا کو اور آخرت کو بھول جائے اور اس دنیا کی چند روزہ بہار کے پیچھے اپنی عاقبت کو برباد کرے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان اس بات کو دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر سے پانی بارش کا برساتا ہے پھر وہ پانی زمین میں پیوست ہوجاتا ہے اور زمین اس کو پی جاتی ہے۔ پھر وہی پانی چشموں سے اور کنوؤں سے نکل کر بہتا ہے اور زمین اس سے سیراب ہوتی ہے اور پھر اس سے رنگ برنگ اور قسم قسم کی کھیتیاں نکلتی ہیں اور یہ کھیتیاں رفتہ رفتہ بڑھتی رہتی ہیں۔ بالآخر جب یہ کھیتیاں بڑھ چکتی ہیں تو ان کی سرسبزی زردی سے بدل جاتی ہے یہاں تک کہ خشک ہوجاتی ہے اور پھر اس کو کاٹ کر ڈال دیتے ہیں اور پھر اسے روند کر چورا چورا کر ڈالتے ہیں۔ تو ایک عقلمند آدمی اس کھیتی کا آغاز و انجام دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے کہ جس طرح اس کی رونق اور سرسبزی چند روزہ تھی اور انجام میں بالکل خشک ہوکر چورہ چورہ ہوگئی یہی حال دنیا کی چہل پہل کا ہے تو انسان کو چاہئے کہ اس کی بہار پر فریفتہ ہوکر انجام سے غافل نہ ہوجائے۔ عقلمند انجام پر نظر رکھیں قرآن کریم میں اکثر جگہ دنیا کی زندگی کی مثال بارش سے پیدا شدہ کھیتی سے دی گئی ہے کہ جس کے آغاز اور انجام پر انسان غور کرے تو ایک کھلا ہوا نمونہ حیات انسانی کے آغاز و انجام کا مل جاتا ہے۔ دنیوی زندگی کے مثل کھیتی کے کیسے کیسے دور گزرتے ہیں لیکن سب کا انجام و حاصل فنا اور آخر فنا تو اس عارضی دنیوی حیات میں اس طرح منہمک ہوجانا کہ ابدی راحت سے محروم رہے اور ابدی مصیبت کو مول لے یہ ایک عقلمند کا کام تو ہے

نہیں۔ اب یہاں تک حق کے اثبات اور اس کے قبول کرنے اور باطل کی نفی اور اس سے گریز کرنے کے نہایت شافی و کافی اور بلیغ وجوہ بیان فرما کر یہ بتلایا جاتا ہے کہ ان بیانات سے وہی لوگ نفع اٹھاتے ہیں اور ہدایت پاتے ہیں جن کے اللہ نے سینے کھول دیئے اور دل روشن کردیئے ہیں۔ یعنی جنہیں اللہ نے یہ توفیق بخشی کہ ان حقائق سے سبق لیں اور اسلام کے حق ہونے پر مطمئن ہوجائیں اور کتاب و سنت میں جو عقائد اور اعمال اور اصول و قواعد بتلائے گئے انہیں برضا و رغبت قبول کریں اور جس نے ان باتوں سے کوئی سبق نہ لیا اور جس کو ان باتوں سے بھی شفا حاصل نہ ہوئی تو اب اس کے علاج کی کوئی توقع نہیں اور پھر اس کے لئے کامل تباہی ہی ہے۔ تو یہاں دو گروہوں کا ذکر فرمایا ایک تو وہ کہ جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کے لئے کھول دیا۔ نہ اُسے اسلام کے حق ہونے میں کچھ شک و شبہ ہے۔ نہ احکام اسلام کے تسلیم و قبول سے انقباض۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علىٰ نور من ربه تلاوت فرمائی تو ہم نے آپ سے شرح صدر کا مطلب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب نور ایمان انسان کے قلب میں داخل ہوتا ہے تو اس کا قلب وسیع ہوجاتا ہے (جس سے احکام الٰہیہ کا سمجھنا اور عمل کرنا اس کے لئے آسان ہوجاتا ہے) ہم نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شرح صدر کی علامت کیا ہے تو آپ نے فرمایا ”ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف راغب اور مائل ہونا اور دھوکے کے گھر یعنی دنیا (کے لذائذ اور زینت) سے دور رہنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔“ تو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور حق تعالیٰ نے اس کو توفیق و بصیرت کی ایک عجیب روشنی عطا فرمائی کہ جس کے اجالے میں نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ اللہ کے راستہ پر اڑا جا رہا ہے تو کیا ایسا شخص اور اہل قساوت برابر ہوسکتے ہیں۔ اہل قساوت وہ بدبخت گروہ ہے جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو نہ کوئی

نصیحت اس پر اثر کرے نہ کوئی خیر کی بات اس کے اندر گھسے۔ کبھی خدا کی یاد کی توفیق نہ ہو یونہی ضلالت کی اندھیریوں میں بھٹکتا پھرے۔ تو کہیں یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں آگے نتیجہ بیان فرمایا کہ جن کے دل خدا کے ذکر سے نرم نہیں پڑتے اور احکام الٰہیہ کو ماننے کے لئے نہیں کھلتے رب کے سامنے عاجزی نہیں کرتے بلکہ سنگدل اور سخت دل ہیں ان کے لئے بڑی خرابی ہے اور یہ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اب چونکہ قرآن کریم اس خبیث مرض سے شفا حاصل ہونے کا بڑا قوی نسخہ ہے اور دل میں نور پیدا کرنے کے لئے نہایت روشن شمع ہے اس لئے آگے قرآن مجید کے فضائل اور اس کا منزل من اللہ ہونا بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ قرآن مجید جو سب کلاموں سے عمدہ کلام ہے اس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے گویا پہلا وصف قرآن کریم کا احسن الحدیث فرمایا یعنی دنیا میں کوئی بات اس کتاب کی باتوں سے بہتر نہیں۔ دوسرا وصف اس کا متشابھاً فرمایا یعنی اس کے مضامین میں کوئی اختلاف اور تعارض نہیں۔ پوری کتاب اول سے آخر تک ایک ہی مدعا ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی نظام فکر و عمل پیش کرتی ہے اس کا ایک مضمون دوسرے مضمون کی تصدیق و تائید اور ایک جزو دوسرے جزو کی توضیح و تشریح کرتا ہے اور معنی و بیان دونوں لحاظ سے اس میں کامل یکسانیت پائی جاتی ہے۔ تیسرا وصف مثانی فرمایا یعنی اس میں بہت سے احکام مواعظ اور قصص کو مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے اور بار بار نئے اسلوب سے بیان کیا گیا ہے تاکہ اچھی طرح دلنشین ہو جائیں بعض علماء نے مثانی سے یہ مراد لیا ہے کہ قرآن بار بار پڑھا جاتا ہے اور اس کی تلاوت مکرر پڑھنے کی طرف مجبور کرتی ہے اور دل پر گراں نہیں گزرتا اور کلاموں میں یہ بات نہیں ایک بار پڑھ کر دوبارہ پڑھنے کو دل نہیں چاہتا برخلاف قرآن مجید کے۔ آگے کلام اللہ کی تلاوت اور اس کی سماعت کے اثرات مومنوں کے قلب پر جو پیدا ہوتے ہیں وہ بیان فرمائے گئے کہ کتاب اللہ کو سن کر اللہ کے خوف اور اس کے کلام کی عظمت سے مومنین کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور خوف و رعب کی کیفیت طاری ہو کر ان کا قلب و قالب اور ظاہر و باطن اللہ کی یاد کے سامنے جھک جاتا ہے اور اللہ کی یاد ان کے بدن و روح دونوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ سعادت مندوں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ سے جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے اور جس کو خدائے تعالیٰ ہدایت کی توفیق نہ دے تو آگے کون ہے جو اس کی دستگیری کر سکے اور راہ ہدایت دکھا سکے۔

اب باوجود ان قرآنی صفات کے جو اوپر بیان ہوئیں قرآن سے جو نفع نہیں اٹھاتا اس کو قیامت میں جو عذاب جھیلنا پڑے گا اس کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ دنیوی زندگی اور آخرت کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیں اور ہم کو اس دنیا کی فانی زندگی میں آخرت کی باقی زندگی کا سامان جمع کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں یا اللہ ہمارے سینوں کو اسلام اور ایمان کے لئے کشادہ فرما دے اور ہمارے قلوب کو اپنے نور ہدایت سے منور فرما دے۔ یا اللہ ہمیں اپنے ان بندوں میں شامل فرما لے کہ جن کے جسم اور روح آپ کے خوف و خشیت سے متاثر ہو کر آپ کے ذکر و فکر کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور ان بندوں میں ہمیں شامل ہونے سے بچا لے کہ جن کے دل آپ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے اور جو قرآن کریم کی ہدایت اور نور سے محروم ہیں۔ یا اللہ اپنی ہدایت کے نور سے ہم سب کو نواز دے اور ضلالت و گمراہی کی تاریکی سے ہم سب کو بچا لے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٢٤﴾

بھلا جو شخص اپنے منہ کو قیامت کے روز سخت عذاب کی سپر بناوے گا۔ اور ایسے ظالموں کو حکم ہوگا کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو تو کیا یہ اور جو ایسا نہ ہو برابر ہو سکتے ہیں

كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٥﴾ فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ

جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا سو اُن پر (خدا کا) عذاب ایسے طور پر آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس دنیوی زندگی میں بھی رسوائی کا مزہ چکھایا

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ

اور آخرت کا عذاب اور بھی بڑا ہے۔ کاش یہ لوگ سمجھ جاتے۔ اور ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں

فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ

تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے جس میں ذرا کجی نہیں تاکہ یہ لوگ ڈریں۔

يَتَّقُونَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم ضدا ضدی (بھی) ہے اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا (غلام) ہے

يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٩﴾ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ

(تو) کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہے۔ الحمد للہ بلکہ ان میں اکثر سمجھتے نہیں۔ آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر

يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿٣١﴾

قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| أَفَمَنْ کیا۔پس۔جو | يَتَّقِي بچاتا ہے | بِوَجْهِهِ اپنا چہرہ | سُوءَ الْعَذَابِ برے عذاب سے | يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن | وَقِيلَ اور کہا جائے گا | | |
| لِلظَّالِمِينَ ظالموں کو | ذُوقُوا تم چکھو | مَا جو | كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ تم کماتے (کرتے) تھے | كَذَّبَ جھٹلایا | الَّذِينَ جو لوگ | مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے | |
| فَأَتَاهُمُ تو ان پر آگیا | الْعَذَابُ عذاب | مِنْ حَيْثُ جہاں سے | لَا يَشْعُرُونَ انہیں خیال نہ تھا | فَأَذَاقَهُمُ پس چکھایا انہیں | اللَّهُ اللہ | الْخِزْيَ رسوائی | |
| فِي میں | الْحَيَاةِ زندگی | الدُّنْيَا دنیا | وَلَعَذَابُ اور البتہ عذاب | الْآخِرَةِ آخرت | أَكْبَرُ بہت ہی بڑا | لَوْ کاش | كَانُوا يَعْلَمُونَ وہ جانتے ہوتے |
| وَلَقَدْ ضَرَبْنَا اور تحقیق ہم نے بیان کی | لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے | فِي میں | هَٰذَا الْقُرْآنِ اس قرآن | مِنْ كُلِّ ہر قسم کی | مَثَلٍ مثال | لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ | |
| يَتَذَكَّرُونَ نصیحت پکڑیں | قُرْآنًا قرآن | عَرَبِيًّا عربی | غَيْرَ ذِي عِوَجٍ کسی کجی کے بغیر | لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ | يَتَّقُونَ پرہیزگاری اختیار کریں | | |
| ضَرَبَ اللَّهُ بیان کی اللہ نے | مَثَلًا ایک مثال | رَجُلًا ایک آدمی | فِيهِ اس میں | شُرَكَاءُ کئی شریک | مُتَشَاكِسُونَ آپس میں ضدی | | |
| وَرَجُلًا اور ایک آدمی | سَلَمًا سالم (خالص) | لِرَجُلٍ ایک آدمی | هَلْ کیا | يَسْتَوِيَانِ دونوں کی برابر ہے | مَثَلًا مثال (حالت) | الْحَمْدُ تمام تعریفیں | |
| لِلَّهِ اللہ کیلئے | بَلْ بلکہ | أَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر | لَا يَعْلَمُونَ علم نہیں رکھتے | إِنَّكَ بیشک تم | مَيِّتٌ مرنے والے | وَإِنَّهُمْ اور بیشک وہ | مَيِّتُونَ مرنے والے |
| ثُمَّ پھر | إِنَّكُمْ بیشک تم | يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن | عِنْدَ پاس | رَبِّكُمْ اپنا رب | تَخْتَصِمُونَ تم جھگڑو گے | | |

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایک ہدایت یافتہ اور خدا سے ڈرنے والے مؤمن اور اس کے مقابلہ میں ایک بدبخت گمراہ جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو دونوں کا حال بیان فرما کر ان کے درمیان فرق ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک اسلام وایمان اور قرآن و سنت کا کیا اثر لیتا ہے اور دوسرا منکر ایمان خدا کے ذکر اور احکام الہیہ سے ذرا متاثر نہیں ہوتا۔ یہ فرق تو دونوں کی حالتوں میں باعتبار تاثر اور عدم تاثر عن الحق کے مذکور ہوا تھا اب آگے دونوں میں فرق انجام اور ثواب وعذاب آخرت کے لحاظ سے بیان فرمایا گیا ہے اور ان آیات میں بتلایا گیا کہ یہ بدقسمت جو راہ راست سے بھٹک گئے قیامت میں یہ عذاب اپنے منہ پر جھیلیں گے اور ان بدبختوں سے کہا جائے گا کہ آج اپنے دنیا میں کئے ہوئے کرتوتوں کا مزہ چکھو۔ آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے سے کوئی حملہ ہو یا ضرب لگائے تو ہاتھوں پر روکتا ہے اور چہرہ کو بچاتا ہے لیکن محشر میں مجرموں اور ظالموں کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوں گے اس لئے عذاب کی تھپڑیں سیدھی منہ پر پڑیں گی تو ایسا شخص جو بدترین عذاب کو اپنے منہ پر روکے اور اس سے کہا جائے کہ یہ اس کام کا مزہ ہے جو دنیا میں کئے تھے کیا اس مومن کی طرح ہوسکتا ہے جسے آخرت میں اعزاز واکرام سے نوازا جائے گا اور وہ اللہ کے فضل سے مطمئن اور تکلیف وگزند سے بے فکر ہوگا۔ ہرگز دونوں انجام کے لحاظ سے برابر نہ ہوں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین توحید و رسالت کو جو ہمارے رسول کو جھٹلا رہے ہیں اور ہماری نازل کی ہوئی کتاب کو خاطر میں نہیں لا رہے ان کو پہلے زمانہ کے لوگوں کے حالات سے سبق اور نصیحت حاصل کرنا چاہئے ان سے پہلے ایسے منکرین اور مکذبین گزرے ہیں کہ جنہوں نے اللہ کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور سمجھے کہ ہم اپنی ڈھٹائی پر قائم رہ کر مزہ سے زندگی بسر کرتے رہیں گے اور اللہ کی پکڑ سے بچے رہیں گے لیکن انکا یہ خیال غلط تھا۔ اللہ کے عذاب نے انہیں اچانک اس طرح آ پکڑا کہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ عذاب اس طرح بھی آسکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دنیا میں ذلیل وخوار اور تباہ و برباد ہوئے اور آخرت کا عذاب الگ مول لیا جو اس دنیا کے عذاب سے بہت بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ اگر ان منکرین میں جو اس وقت اللہ کے رسول اور اللہ کی کتاب کو جھٹلا رہے ہیں سمجھ اور فہم ہوتی تو یہ پہلے منکرین اور مکذبین کے حالات سے سبق حاصل کرتے اور نتیجہ پر نظر کرتے اور انجام کی کچھ فکر کرتے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا نہ سمجھنا یہ اپنی ہی غفلت اور حماقت سے ہے ورنہ اس قرآن کریم کے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں۔ قرآن تو بات بات کو مثالوں اور دلیلوں سے واضح اور روشن طور پر سمجھاتا ہے تاکہ لوگ ان میں دھیان کر کے اپنی عاقبت درست کریں۔ قرآن تو ایک صاف عربی زبان کی کتاب ہے جو اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی اس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی اور اینچ پینچ کی بات نہیں کہ عام آدمی کے لئے اس کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آئے بلکہ صاف اور سیدھی بات کہی گئی ہے جس سے ہر آدمی جان سکتا ہے کہ یہ کتاب کیا منوانا چاہتی ہے اور کس چیز کا انکار کرانا چاہتی ہے۔ کس چیز کو صحیح بتلاتی ہے اور کس بات کو غلط کہتی ہے کن کاموں کا حکم دیتی ہے اور کن کاموں سے منع کرتی ہے۔ اس کی سیدھی اور سچی باتیں ایسی ہیں کہ جن کو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور اس میں کسی طرح کی کجی اور تضاد نہیں۔ غرض اس میں تو شافی اور کافی سامان موجود ہے کہ لوگ بسہولت اس سے مستفید ہوں۔ اعتقادی اور عملی غلطیوں سے بچیں اور اس کی صاف صاف نصیحتیں سن کر اللہ سے ڈرتے رہیں۔ چونکہ مثالوں کے ذریعہ باتیں ٹھیک طور پر سمجھ میں آجاتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر قسم کی مثالیں بھی بیان فرمائی

ہیں تاکہ لوگ اس کے مضمون کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ آگے اللہ تبارک وتعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ جس سے شرک اور توحید کے فرق اور انسان کی زندگی پر دونوں کے اثرات کو نہایت مختصر مگر بہت موثر طریقہ سے سمجھایا گیا ہے۔ مثال یہ بیان فرمائی گئی کہ ایک غلام تو وہ ہے جس کے بہت سے مالک یا آقا ہوں اور ہر مالک نہایت ضدی کج خلق اور بے مروت واقع ہوا ہو اور چاہتا ہو کہ غلام تنہا اس کے کام میں لگا رہے۔ دوسرے مالک سے سروکار نہ رکھے۔ اس کھینچ تان میں ظاہر ہے کہ غلام سخت پریشان اور پراگندہ دل ہوگا۔ برخلاف اس کے جو غلام پورا ایک ہی مالک کا ہو اسے ایک طرح کی یکسوئی اور اطمینان حاصل ہوگا اور کئی مالکوں کو خوش رکھنے کی کشمکش میں گرفتار نہ ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح مشرک اور موحد کو سمجھ لو۔ مشرک کا دل کئی طرف بٹا ہوا ہے اور کتنے ہی جھوٹے معبودوں کو خوش رکھنے کی فکر میں رہتا ہے اس کے برخلاف موحد کی کل توجہات وخیالات کا ایک ہی مرکز ہے اور وہ پوری دلجمعی کے ساتھ اسی ایک ذات واحد کو خوش رکھنے کی فکر میں ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی خوشنودی کے بعد کسی غیر کی خوشنودی کی ضرورت نہیں۔ تو کہاں یہ مخلص موحد اور کہاں یہ در بدر بھٹکنے والا مشرک؟ ان دونوں میں کوئی نسبت نہیں۔ الحمد للہ۔ ساری خوبی اور تعریفیں اس ذات واحد کے لئے ہیں کہ کیسے اعلیٰ مطالب اور حقائق کو کیسی صاف اور دلنشین مثال سے سمجھا دیا مگر اس پر بھی بہت بدنصیب ایسے ہیں کہ ان واضح مثالوں کے سمجھنے کی توفیق نہیں پاتے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہی شرک کریں گے جو یکسر بے علم ہوں اور جن میں عقل وفہم اور سمجھ بوجھ بالکل ہی نہ ہو۔ اب جب ہر پہلو سے حق کو ثابت فرما دیا گیا اور بحث کا فیصلہ ہو گیا اور معاندین نے اس فیصلہ کو قبول نہ کیا تو اب آگے فیصلہ قیامت کا جو کہ آخری فیصلہ ہوگا اور جس سے کوئی سرتابی کر ہی نہیں سکتا بیان فرمایا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اس عقلی اور نقلی فیصلہ کو جو معاندین دنیا میں نہیں مانتے تو آپ غم نہ کریں کیونکہ اس دنیا سے آپ کو بھی گزر کر جانا ہے اور ان معاندین کو بھی مر کر جانا ہے پھر قیامت کے روز جب تمام مقدمات اور دنیا کے اختلافات اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو اس وقت عملی فیصلہ ہو جائے گا اور حق وباطل صاف صاف ظاہر ہو جائے گا۔ ایمان واخلاص اور توحید وسنت والے نجات پائیں گے شرک وکفر اور انکار وتکذیب کرنے والے سخت سزائیں اٹھائیں گے۔ اسی طرح جن دو شخصوں میں جو جھگڑا اور اختلاف دنیا میں تھا قیامت کے روز وہ خدائے عادل ذوالجلال کے سامنے پیش ہو کر فیصل ہوگا۔

اس آخری آیت **انک میت وانھم میتون ○ ثم انکم یوم القیٰمۃ عند ربکم تختصمون** کے نازل ہونے پر احادیث میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ کیا جو جھگڑے ہمارے دنیا میں تھے وہ دوبارہ وہاں قیامت میں دہرائے جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں وہ ضرور دہرائے جائیں گے اور ہر شخص کو اس کا پورا پورا بدلہ دلوایا جائے گا ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے پڑوسیوں کے آپس کے جھگڑے پیش ہوں گے اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سب جھگڑوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ یہاں تک کہ دو بکریاں جو لڑی ہوں گی اور ایک نے دوسرے کو سینگ مارے ہوں گے ان کا بدلہ بھی دلوایا جائے گا۔ مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا یارسول اللہؐ مجھے کیا خبر۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو اس

2 کاعلم ہے اور وہ قیامت کے دن ان دونوں میں انصاف کرے گا علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول نقل فرمایا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہر سچا جھوٹے سے ہر مظلوم ظالم سے ہر ہدایت یافتہ گمراہی میں مبتلا ہونے والے سے ہر کمزور زور آور سے اس روز جھگڑے گا۔اور حضرت ابن عباسؓ ہی سے یہ روایت لائے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن جھگڑیں گے یہاں تک کہ روح اور جسم کے درمیان بھی جھگڑا ہوگا۔روح تو جسم کو الزام دے گی کہ تو نے یہ سب برائیاں کیں اور جسم روح سے کہے گا کہ ساری چاہت اور شرارت تیری ہی تھی۔ایک فرشتہ ان میں فیصلہ کرے گا وہ کہے گا سنو ایک آنکھوں والا انسان ہے لیکن اپاہج بالکل لولا لنگڑا چلنے پھرنے سے معذور دوسرا ایک آدمی اندھا ہے لیکن پیر اس کے سلامت ہیں چلتا پھرتا ہے یہ دونوں ایک باغ میں ہیں۔لنگڑا اندھے سے کہتا ہے بھائی یہ باغ تو میووں اور پھلوں سے لدا ہوا ہے لیکن میرے تو پاؤں نہیں ہیں جو میں چل کر یہ پھل توڑ لوں اندھا جواب دیتا ہے آؤ میرے پاؤں ہیں میں تجھے اپنی چڈی پر چڑھا لیتا ہوں اور لے چلتا ہوں چنانچہ یہ دونوں اس طرح پہنچے اور خوب مرضی کے مطابق باغ سے پھل توڑے۔بتلاؤ کہ ان دونوں میں مجرم کون ہے؟ جسم روح دونوں جواب دیں گے کہ جرم دونوں کا ہے۔فرشتہ کہے گا کہ بس اب تو تم نے اپنا فیصلہ آپ کر دیا یعنی جسم گویا سواری ہے اور روح اس پر سوار ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کسی کا حق ہے اس کو چاہئے کہ دنیا ہی میں اس کو ادا یا معاف کرا کر حلال ہو جائے کیونکہ آخرت میں درہم اور دینار تو ہوں گے نہیں اگر ظالم کے پاس کچھ اعمال صالحہ ہیں تو بمقدار ظلم یہ اعمال صالحہ اس سے لے کر مظلوم کو دے دیئے جاویں گے اور اگر اس کے پاس حسنات نہیں ہیں تو مظلوم کی برائیاں اور گناہوں کو اس سے لے کر ظالم پر ڈال دیا جائے گا۔(العیاذ باللہ تعالیٰ) اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے دوسری روایت یہ ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو مفلس اس کو جانتے ہیں جس کے پاس نہ کوئی نقد رقم ہو نہ ضروریات کا سامان۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اصلی اور حقیقی مفلس میری امت میں وہ شخص ہے جو قیامت میں بہت سے نیک اعمال نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ لے کر آئے گا مگر اس کا حال یہ ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی۔کسی پر تہمت باندھی کسی کا مال ناجائز طور پر کھا گیا۔کسی کو قتل کرایا کسی کو مار پیٹ سے ستایا تو یہ سب مظلوم اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے اپنے مظالم کا مطالبہ کریں گے اور اس کی حسنات ان میں تقسیم کر دی جائے گی پھر جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور مظلوم کے حقوق ابھی باقی ہوں گے تو مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔تو گویا یہ شخص سب کچھ سامان ہونے کے باوجود قیامت میں مفلس وقلاش رہ گیا۔یہی اصلی مفلس ہے یا اللہ ایسی مفلسی سے ہم سب کو اپنی رحمت سے بچایئے گا۔مگر ایک بات یہاں یہ سمجھ لی جائے کہ قیامت میں سارے نیک اعمال مظالم اور حقوق العباد کے بدلے میں مظلوموں کو دے دیئے جائیں گے مگر ایمان نہیں دیا جائے گا جب ظالم کے تمام اعمال صالحہ علاوہ ایمان کے سب مظلوموں کو دے کر ختم ہو جائیں گے اور صرف ایمان رہ جائے گا تو ایمان اس سے سلب نہیں کیا جاوے گا بلکہ مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال کر حقوق کی ادائیگی کی جائے گی جس کے نتیجہ میں یہ گناہوں کا عذاب بھگتنے کے بعد بالآخر کبھی نہ کبھی جنت میں داخل ہو جائے گا اور پھر یہ حال اس کا دائمی ہوگا۔اللہ اکبر! یہ ہے ایمان کی قدر وقیمت مگر افسوس کہ آج اس بے دینی کے زمانہ میں ہر چیز قابل وقعت اور

قابل قدر ہے۔ اگر نہیں ہے تو ایمان صادق کی کچھ وقعت اور پروا نہیں ۔ الا ماشآ ء اللہ اور ابھی کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں وہ وقت نہ دکھلائیں جب کہ کفر اتنا سستا ہو جائے گا کہ صبح کو آدمی مسلمان ہوگا تو شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مسلمان ہوگا تو صبح کو کافر ہوگا۔ معمولی سے دنیوی نفع کے عوض دین کو فروخت کر دے گا جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں بروایت مسلم بتلا دیا گیا ہے۔ (العیاذ باللہ) مشکوٰۃ شریف ہی کی ایک دوسری حدیث بروایت ابی داؤد میں وارد ہے کہ قیامت کے قریب ایسے سخت فتنے برپا ہوں گے جیسا اندھیری رات کے ٹکڑے صبح کو آدمی ان میں مسلمان ہوگا شام کو کافر شام کو مسلمان ہوگا صبح کو کافر۔ ان میں بیٹھنے والا آدمی کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔ اس وقت اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا۔ یعنی ٹاٹ کی طرح گھر کے ایک کونے میں پڑے رہنا (الاعتدال فی مراتب الرجال) ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام میں فوجیں کی فوجیں داخل ہو رہی ہیں۔ لیکن ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اسی طرح فوجیں کی فوجیں اسلام سے خارج ہونے لگیں گی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ پاک ایسے وقت سے ہمیں بچائیں اور اسلام پر قائم رکھیں اور ایمان پر موت نصیب فرمائیں۔

میرے عزیزو اور دوستو وقت کی اور اپنے ایمان و اسلام کی قدر کیجئے اور حق تعالیٰ کا اسی قرآن کریم میں وعدہ ہے لئن شکرتم لازیدنکم (پارہ ۱۳ سورۃ ابراہیم) یعنی اگر تم اللہ کی کسی نعمت پر شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس نعمت میں زیادتی عطا فرمائیں گے تو اسلام اور ایمان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔ ہم کم از کم صبح و شام حق تعالیٰ کا اسی نعمت اسلام و ایمان پر شکر ادا کرنے کا معمول بنالیں تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ہمارے اسلام اور ایمان میں ترقی و زیادتی اور اضافہ ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق نصیب فرمائیں۔

الغرض ان آیات کا خلاصہ یہی ہے کہ قیامت کے روز تمام دنیا کے اختلافات کا آخری عملی فیصلہ ہوگا اور اس فیصلہ کا کیا نتیجہ ہوگا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان آئندہ درس میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قیامت کے دن مجرموں اور ظالموں کے گروہ سے ہم کو علیحدہ رکھیں اور اپنے مومنین مخلصین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں دنیا اور آخرت دونوں جہان میں اپنے عذاب سے محفوظ و مامون فرمایئے۔ اور اس قرآن پاک کے ذریعہ جو آپ کے احکام ہم کو پہنچے ہیں ان پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہمارے اس پاکستان میں اور دیگر اسلامی ممالک میں بھی قرآن پاک کے احکام کا بول بالا ہو۔

یا اللہ ہم کو قرآن پاک کا متبع اور فرمانبردار بنا کر زندہ رکھئے اور اس کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے ہم کو ہمارے ملک کو اور تمام امت مسلمہ کو بچا لیجئے۔ یا اللہ ہمیں اپنے اختلافات اس دنیا ہی میں ختم کر لینے کی توفیق عطا فرمایئے۔ تاکہ قیامت میں جواب دہی نہ کرنا پڑے۔ یا اللہ ہمارے اسلام کی مرتے دم تک حفاظت فرمایئے اور ایمان پر ہم سب کو خاتمہ بالخیر نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ